حفیظ اول جگہ اپنی ہے ارباب محبت میں
کتاب عشق کا دیباچہ ہے دیوان میری

دیوان دوم

حفیظ جونپوری

موسومہ

دیوان حفیظ

باسم تاریخی

خمخانۂ دل

باہتمام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم برہم واقع شہر گورکھپور طبع گردید

بار اول ۵۰۰ — قیمت فی جلد عمہ — تعداد [illegible]

THE HINDUSTANI ACADEMY.

حفیظ اول جگہہ اپنی ہے اربابِ محبت مین
کتابِ عشق کا دیباچہ ہی یہ داستان میری

شاعری کی تعریف

شاعری حقیقت مین موزونیت کی تکمیل کا نام ہے جو فطرت نے ہر انسان مین کم و بیش ودیعت فرمائی ہے موزونیت کا فطرتی ہونا میرا ذاتی خیال ہے۔ یہ کچھ ضرور نہین کہ اور لوگ بھی خواہ مخواہ اس کے ہمخیال ہون مگر تجربہ بتا رہا ہے کہ جاہل سے جاہل گنوار سے گنوار کو بھی جب خوشی اور جوشِ مسرت کے موقع پر۔ یا کسی گہرے سوچ اور فکر مین۔ یا کسی روحانی صدمے اور غم کی وجہ سے مغموم اور تنہا بیٹھا ہوا پاتے ہین۔ اور وہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنا۔ یا یہ کہیئے کہ دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے تو وہ نثر نہین ہوتی بلکہ کلام موزون ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ گیت ہی کیون نہو۔ اور شاعر اور اُس کی شاعری کے مدارج کا معیار اُسی فطرتی موزونیت کی تکمیل سے بمقدار اُجس کا موازنہ اُس کے کلام سے ہوسکتا ہے۔

شاعری کے کرشمے

اے مکمل فطرتی موزونیت یا شاعری! تیری قوت کا اندازہ میرے امکان سے باہر ہے۔ تیری بلند پروازی کا کوئی سد راہ نہین۔ تیری نازک خیالی اور خیالی دوڑ کا کوئی مد مقابل نہین۔ کہتے ہین کہ اس

زمانہ مین سائنس سے بڑھکر دنیا مین کوئی قوت نہین ہے جس سے کتنی حیرت انگیز ایجادین
وقوع مین آئین - ایک ریل کو دیکھو - ابھی کہان تھی اور ابھی کہان پہونچی - تار برقی و بغیر
تار کی تار برقی کو لو پلک مارتے کہان کی خبر لاتی ہے - غبارے اور ہوائی جہاز کو دیکھے
قدرت خدا یاد آتی ہے - ازین قبیل سیکڑون ایجادین ہوئین اور ہوتی جاتی ہین - یہہ سب
کچھ ہے مگر اے خیال یہہ سب ایجادین تیرے آگے گرد ہین - سائنس جو ساری ایجادونکا جد
اور بڑی قوت والا سمجھا جاتا ہے وہ بھی تیرا ہی غلام ہے - باوجود اتنی معراج ترقی کے اب تک
اس کو تیری قوت اور بلند پروازی کی تھاہ ملنا تو کجا ہوا تک نہین لگی ہے - تیری بلند پروازی کو
نہ ہوائی جہاز پہونچ سکتا ہے نہ غبارہ (بیلون) تیری رسائی کو نہ ریل پا سکتی ہے نہ تار - تو
جب اور جس وقت چاہتا ہے آن واحد مین تحت الثریٰ کی خبر لاتا ہے - اور ساتھ ہی آسمان کے
تارے توڑتا ہے - جل جلالہٗ و جل شانہٗ - اے مکمل تخئیل یا شاعری ! تجھ مین فطرت نے اتنی
متضاد کیفیتین اور مختلف قوتین عطا فرمائی ہین جن کو خیال کرنے سے عقل حیران ہو جاتی ہے
تو کبھی رجز کا جامہ پہنکر میدان جنگ مین رزمیہ گیت گاتی ہے اور بڑے بڑے بہادرونکو
مست بنا کر گردن کٹوانے پر تیار کر دیتی ہے کبھی قومی رد اور ہر قومی راگ الاپتی ہے -
اور مردہ دلون کو گرماتی اور قومی رگون مین حمیت وغیرت کا خون دوڑاتی ہے - کبھی خوشی کے
جلسے مین ترانہ بنکر مغموم سے مغموم دلون کو گدگداتی اور ابھارتی ہے - کبھی مجلس سماع مین بیٹھی
دستار باندھے حقانیت کا جلوہ دکھاتی ہے - اور بڑے بڑے زہاد و اولیائے کرام کے
دلون پر کچھ ایسا موہنی منتر پھونکتی ہے کہ وہ وجد مین آ کر رقص کرنے لگتے ہین - کبھی میخواری کا ذکر
چھیڑتی ہے تو بڑے بڑے پاکباز بھی مست اور شیدا ہو کر جھومنے لگتے ہین - کبھی راز و
نیاز کی باتین کرتی ہے تو ایسی کہ ع کراماً کاتبین را ہم خبر نیست - کبھی دل کی پرحسرت

داستان چھیڑتی ہے۔ سنگدل سا سنگدل بھی موم ہو جاتا ہے۔ کبھی افسانۂ غم شروع کرتی ہے
تو اس طرح کہ کوئی دل کو چٹکیوں سے مسل رہا ہے۔ اور جب کبھی وصل کا مرقع پیش کرتی ہے
تو بے حس دل کو بھی متحرک کئے بغیر نہیں رہتی۔ کبھی مرثیہ کہکر رُلاتی ہے۔ کبھی واسوخت
سنا کر جلاتی ہے۔ کبھی ایسا کہہ جاتی ہے کہ ہر طرف سے واہ واہ ہونے لگتی ہے اور کبھی
ایسا سُنا جاتی ہے کہ آہ آہ کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اور کبھی ان سارے متضاد جذبات
اور کیفیتوں کو جن کا اوپر ذکر ہوا بیک وقت شاعر کے دماغ مین پیدا کر دیتی ہے جس سے
وہ از خود رفتہ ہو کر اُن مختلف کیفیات کو سلیقہ سے جلد جلد نظم کے سانچے مین ڈھالنے لگتا ہے
جس کا وہ غزل نام رکھتا ہے۔ اور غزلون کے مجموعے کو دیوان کا خطاب دیتا ہے اور جس
کتاب کا یہ دیباچہ ہے وہ میرے مخلص دوست حضرت حفیظ جونپوری کا دوسرا دیوان ہے

دیوان اوّل

جناب حفیظ کے پہلے دیوان کو شائع ہوئے غالباً نو دس برس ہو گئے ہونگے
اُس وقت مین اخبار الپنچ بانکی پور کا اڈیٹر تھا اور اس دیوان پر مجھے بھی ریویو
لکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور اُس وقت کے اکثر نامی اخبارون مین اس دیوان کے ریویو شائع
ہوئے تھے۔ افسوس اُن اخبارون کے فائل اس وقت موجود نہین۔ ورنہ یہان اُن کا
اقتباس خالی از دلچسپی نہوتا۔ اس پہلے دیوان کو خداداد مقبولیت نصیب ہوئی۔ صوبہ بہار
اور بنگال مین لوگون نے اس کو شوق کے ہاتھون لیا اور مشتاق آنکھون سے دیکھا۔ ہر طبقہ مین
اس نے ہر دلعزیزی کی الماری مین جگہہ پائی۔ ممالک مغربی و شمالی مین بھی اس کو کم شہرت
نصیب نہین ہوئی۔ لکھنؤ مین مین نے اپنے مسلسل تین سال کے قیام مین اکثر جگہہ اس
دیوان پر وقعت کی نگاہ پڑتے دیکھی۔ دہلی کانپور۔ آگرہ۔ لکھنؤ۔ میرٹھ۔ لاہور کے بعض تمام
کتب فروشون نے اپنی فہرست مین اس دیوان کا اشتہار نہایت پرزور اور دلکش لفظون مین

لکھا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس دیوان نے بہت ہی جلد ایسی اور اتنی شہرت حاصل کر لی۔ اور ملک نے اس کے لیئے شوق اور ارمان کے ہاتھ بڑہائے۔ دیوان اول کے دیباچہ مین جناب حفیظ کی سوانح عمری بھی شائع ہوئی ہے۔ ہرچند اس دیوان دوم کے دیباچہ کے ساتھ سوانح لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر محض بہ تقلید نقش اول اور اس خیال سے بھی کہ جن لوگون کے پاس دیوان اول شاید نہو۔ وہ صاحب دیوان کی لائف سے نابلد نہ رہین مختصر طور پر درج دیباچہ کرتا ہون۔

صاحب دیوان کا نام اور حلیہ

حافظ محمد علی نام۔ حفیظ تخلص۔ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلمیذ۔ وطن جون پور۔ عمر تخمیناً پچاس برس۔ کشیدہ قامت چھریرا بدن۔ سانولی رنگت۔ گول چہرہ۔ بڑی بڑی مونچھین۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی۔ تیز رفتار تیز طبیعت۔ تندمزاج۔ بذلہ سنج بامذاق دخوش وضع۔ شیروانی اور پتلون نما پائجامہ۔ ایرانی ٹوپی۔ اور کبھی کبھی مونڈیسا۔ اور انگریزی جوتا پاؤن مین۔ یہہ تو وضع ہوئی۔ اب میلان طبع سنئے۔ ابتدائے شباب سے حسن پرستی کی دہت۔ کوچہ گردی کی عادت۔ مصرع۔

یہ باتین ہین جب کی کہ آتش جوان تھا۔ اب تو جناب حفیظ مین وہ انقلاب ہوا ہے کہ جن لوگون نے آپ کو تین سال پیشتر دیکھا تھا اب ان کو پہچاننا مشکل ہوگا۔ مقطع داڑھی مونچھین کہ جو مونچھین ان کی شاعری اور لسانی کا پتہ بتاتی تھین اُن کو اب اپنی حد سے بڑھنے کی ذرا بھی اجازت نہین۔ سادہ انگرکھا۔ شرعی گھٹنا۔ دلی وال سلیم شاہی جوتہ۔ ایک بڑا اسا رومال کندھے پر جو وقت پر جا نماز کا بھی کام دیتا ہے۔

جناب حفیظ کا مذہب وملت

کہتے ہین کہ جناب حفیظ کے والد شیعہ مذہب تھے۔ مگر جناب حفیظ دیناً محمدی۔ مذہباً حنفی مشرباً قادری ہین۔ ڈوڈہائی

برس ہوئے جناب حضرت مولانا اشرف علی صاحب قبلہ عمّ فیوضہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کہاں وہ کوچہ گردی۔ کہاں اب یہہ پرہیزگاری یھدی من یشاء علی صراط المستقیم جناب حفیظ نے اپنے مرید ہونے کی مفصل کیفیت ایک چھوٹے سے رسالہ مین لکھی ہے یقین ہے اُس کو بھی شائع کرکے ملک و قوم کو اپنے انقلاب کے پرلطف واقعے سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دین۔

آپ کی تعلیم و معلومات

جہان تک معلوم ہوا ہے جناب حفیظ کو فارسی درسیات ختم کرتے ہی ان کے والد بزرگوار نے ایک حافظ صاحب کے سپرد کیا کہ ان کا طباع اور ذہین صاحبزادہ پہلے حفظ قران کی سعادت حاصل کرلے پھر اور کسی طرف متوجہ ہو چنانچہ جناب حفیظ نے تین چار سال مین حفظ قران سے فراغت پائی۔ اور بڑی دھوم سے پہلے سال رمضان مین محراب سُنایا۔ اس طرح ان کے والد بزرگوار کی دلی آرزو پوری ہوئی اس کے بعد اس کا پتا نہین چلتا کہ آپ نے پھر کسی درسگاہ مین باضابطہ اور باقاعدہ تحصیل علم کی یا نہین۔ ایک فطرتی شاعر کے لئے جس کو دنیا فطرتی شاعر مان رہی ہے۔ اُس کے علم کی کرید کرنا تحصیل حاصل ہے۔ مگر آپ کی وسعت معلومات اور علمی مشاغل کا پتا جا بجا آپ کے کلام سے چلتا ہے۔ اور کہین کہین نہایت مشکل مسئلے بہت ہی پیارے لفظون مین حل ہو گئے ہین۔ اور بعض نازک مضامین آپ کے عمیق معلومات کا پتا دے رہے ہین۔ کتب بینی کا آپ کو غایت درجہ شوق ہے۔ جس کتاب کو دیکھنے کے لئے اُٹھایا بغیر ختم کئے ہاتھ سے نہین چھوڑا۔ خصوصاً کتب سیر و تاریخ سے آپ کو خاص مذاق اور دلچسپی ہے۔ تکمیل فن کے لئے آپ کا لکھنؤ مین ایک مدت تک قیام کرنا اور دہلی کے قیام کا بھی پتا ان کے اکثر شعرون سے ثابت ہوتا ہے۔ سیاحی بھی اک لوازمہ شاعری ہے سو یہہ مرحلہ بھی آپ

طے کر چکے ہین - آپ نے تمام ہندوستان کے مشہور شہرون کی سیر کرکے اپنی معلومات کو وسعت دی ہے -

آپ کے خاندانی حالات

پہلے آپ کا خاندان ہندوستان کے اُس مشہور اور ممتاز قوم ہی تھا جو چھتری کی معزز لقب سے یاد کیجاتی ہی اور آپکے بزرگونکی جنم بھوم مقصود آباد اجودھیا تھی - اسلام سے مشرف ہوئے چھٹی یا ساتوین پشت ہے - جسطرح یہہ خاندان اسلام سے مشرف ہونے کے پہلے ممتاز شرفا مین شمار کیا جاتا تھا - اُسی طرح مسلمان ہونیکے بعد بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا - جون پور - اعظم گڑھ - اور دوسرے اضلاع کے شریف طبقہ شیخ - پٹھان - مرزا وغیرہ خاندانون مین شادی بیاہ ہونے سے جو خلط ملط ہو گیا ہے اُسی مین آپکا بھی شمار ہے - یہہ اچھا خوشحال زمیندارون مین گنا جاتا تھا - مگر انقلاب زمانہ کے ہاتھون زمینداری تو گئی گزری - برائے نام کچھ کسی کے پاس ہے تو وہ نہونے کے برابر - صرف کاشتکاری وجہہ معاش ہے - جناب حفیظ نے بھی پہلے تجارت شروع کی تھی - مگر ایسی آزاد طبیعتون سے اس کا انجام پانا معلوم - پھر ملازمت اختیار کی - یہہ بھی نہ نبھی - اب سب کو چھوڑ چھاڑ کر اللہ اللہ کرتے ہین - اور وہی کاشتکاری وجہہ معاش ہے -

آپکی شاعری کی خصوصیات اور واقعات

شاعری کے لئے جتنی خوبیان درکار ہین سب آپ کے کلام مین پائی جاتی ہین - معاملہ بندی - واقعہ بندی - سادگی درد - یاس - نامرادی - ناکامی - ہر اک کو ایسے موثر پیرایہ مین لکھا ہے کہ سبحان اللہ - خاصکر بادہ خواری کے مضامین ان کے حصہ کے ہین -

داخل ہے قدر وقت بھی شکر و سپاس مین	خوش ہو ہے [illegible] ابر کو [illegible] دیکھ کر
اس بھلنے وقت کی ہو قدر دان دنیا مگر	میکشون کے دل تو یہہ [illegible] گیا چیز ہے

ہم ایسے مست کو حس ہو چکی کیفیتِ مے کی	یہہ اُن سے پوچھئے جو فصلِ گل تک جینے والے ہین
مجھ سا بدمست کوئی رند قدح نوش نہین	اک بہار آئی تھی اتنا بھی یہان ہوش نہین
لحاظِ توبہ کا دشمن ہے یہہ برسات کا موسم	گھٹا ہو اور للچائے نہ جی کہنے کی باتین ہین

آپ کے دونو دیوان اس صنفِ خاص مین ایک امتیاز رکھتے ہین۔ معاملہ بندی اور واقعات سے توشاید ہی آپ کی کوئی غزل خالی ہو۔ کلام سے اور نیز دیگر ذرائع سے یہہ بھی پتا چلتا ہے کہ عنفوانِ شباب مین جناب حفیظ نے پٹنہ عظیم آباد کا سفر کیا اور مدتون وہین قیام رہا۔ عمر کا زیادہ حصہ ہر پھر کر وہین بسر ہوا۔ اسواسطے اگر آپ کا میدانِ شاعری پٹنہ ہی قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا ؎

حفیظ آنا ہوا ہے پھر عظیم آباد مین اپنا	پھر اگلے ولولے پیدا ہوے اپ دیکھیے کیا ہو

اس مقطع سے ہر پھر کے پٹنے کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ اور "اگلے ولولے" جس دل لگاوٹ کی خبر دیتے ہین اُس کی صراحت اس مقطع سے ہوئی جاتی ہے ؎

چھوڑا ہے جس کے واسطے ہم نے وطن حفیظ	سب جانتے ہین نام اب اُس کا بتائے کون

اس مقطع سے یہہ بھی ظاہر ہوگیا کہ یہہ تعلق شہرت کا زینہ طے کر کے طشت از بام ہو چکا تھا آخر مین شکر رنجی کیا بلکہ ان بن ہونے کا پتا چلتا ہے ؎

حفیظ اُن سے ہوا قطع تعلق	چھٹا ہم سے عظیم آباد صد حیف

بعض شعر سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ ایسی رکاوٹین ہوئین کہ شاعر کی غیور طبیعت نے رسمِ قدیم کو قائم رکھنا پسند نہ کیا ؎

روکنے کو مجھے غیرت کے سوا اُس در پر	کوئی دربان نہ رہا کوئی نگہبان نہ رہا
غیر کے بس مین انھین سنکے یہہ کہہ اٹھتا ہون	ایسی تقدیر بھی اللہ غنی ہوتی ہے

خط جو آئے بھی تو بے نام و نشان کر آئے		بیٹھ کے غیر کے گھر اپنا پتا کیا لکھتے

غرض اُس وقت کی غزلون مین ایسے ہی شعر زیادہ ملتے ہین جس سے برخاستہ دلی پائی جاتی ہو چونکہ اُس وقت دریائے شاعری جوش مار رہا تھا اور مشق سخن بڑھی ہوئی تھی۔ شاعری کے سب لوازمات اکٹھا ہو گئے تھے۔ عمر کا تقاضا حسینون کی لگاوٹ شعرا کی صحبتین۔ جس کی مختصر فہرست طبع اول دیوان اول کے مقدمہ مین ناظرین کی نگاہ سے گزر چکی ہوگی۔ شاد۔ آزاد۔ شوق۔ اکبر۔ آباد۔ مبارک۔ شائق۔ بیتاب۔ موج وغیرہم سے بزم سخن گرم رہتی تھی۔ ع۔ دن رات اوڑھنا ہے بچھونا ہے شاعری۔ غرض آپ کی شرکت سے کوئی صحبت اور کوئی مشاعرہ خالی نہ رہتا تھا۔ کلام مین جو اک خاص طور پر سوز و گداز تھا اس سے بہت جلد ہر سوسائٹی مین امتیاز اور اعزاز کے ساتھ ہر دلعزیزی حاصل ہو گئی ؎

دکن سے بھی فرمائش آئی غزل کی		حفیظ اب کہان اپنی شہرت نہین ہے

پٹنہ سے برخاستہ خاطر ہونے کی وجہ غالباً وہی ہوگی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد لکھنؤ مین ایک مدت دراز تک اور دلی مین تھوڑے دنون تک تکمیل فن کی غرض سے مقیم رہے اور جو کچھ کامیابی ہوئی ظاہر ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہین ؎

پھر وسا چاہیے اپنی زبان پر غیرت پکارتی ہے کہ اپنی زبان رہے		حفیظ استاد کی تقلید کیسی تقلید لکھنؤ کی جو کرتا ہون اے حفیظ

یہہ خودداری کی شان ہے۔ ورنہ حضرات لکھنؤ کے باکمال ہونے کا اعتراف کیا ہے ؎

بیٹھے حفیظ صحبت اہل کمال مین		صد شکر جون پورسے ہم آئے لکھنؤ

لکھنؤ کے چھوٹنے کا افسوس بھی کیا ہے ؎

لکھنؤ کے چھوٹ جانے سے وہ پر چو کم ہے		اب نہ وہ ہم ہین نہ وہ مشق سخن اپنی حفیظ

اس مقطع مین کیا اچھا انصاف کیا ہے ؎

حفیظ اچھے جہانتک ہین اثیر و داغ کے پیرو	کہین ہون لکھنؤ والے ہین وہ یہ دہلی والے ہین

اس کے ساتھ ہی اپنے کو بھی گرایا نہین ؎

اس شہر کو حفیظ کیا ہم نے لکھنؤ	ٹکسال چڑھ گئی ہے زبان جون پور کی

رؤسا اور امرا کی جھوٹی سچی مدح کرنا جو شاعرون کا شعار ہے اور اس سے بہت کم شاعر بچے ہین۔ شاعر مذکور کو گذشتہ زمانہ مین اس سے اجتناب پایا جاتا ہے۔ ذیل کے اشعار اس خیال کی تائید کرتے ہین ؎

کسی غرض سے نہین یہہ مری ثنا ہرگز یہہ جانتا ہون کہ جھکنے مین ہے سرافرازی	کسی کی بخشش و انعام سے نہین سروکار کھنچا ہون پھر بھی کہ آخر ہون تیغ جوہردار

مگر زمانہ کی رفتار نے اس پر قائم نہین رہنے دیا۔ امرا کی مدح آخر کار ہی چھوڑی۔ یا تو لالچ نے اِدہر توجہ دلائی ہو۔ یا یہہ کہ قصائد اور قطعات جو شاعری کے لوازمات مین داخل ہین ان کی تکمیل کی گئی۔

آپ کے کلام سے یہہ بھی بھنگ ملتی ہے کہ آپ کی طبیعت کا الجھاؤ اپنے دیس مین یا تو پہلو سے رہا ہو اور پھر عود کر آیا ہو۔ باپ تنے کا قیام چھوٹنے پر مادہ تو موجود ہی تھا ادہر رجوع ہو گیا۔

کلام ہی سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے کچھ ایسی زک اور ایسا صدمہ اٹھایا کہ زندہ دلی کا ہمیشہ کے لئے خون ہو گیا ؎

ملتے تھے جو وہ عید کے دن حفیظ	رلاتی ہے مجکو جب آتی ہے عید

یہہ مقطع قصہ طلب ہے۔ آپ کے ہمراز سے اس کی نسبت مجھے یہہ معلوم ہوا کہ کسی نازفروش سے آپ کو محبت تھی۔ اور مدتون کے ارتباط باہم کا یہہ نتیجہ ہوا کہ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی تاجپوشی کا

دربار جب دلی مین ہوا اور تمام ملک مین روشنی ہوئی وہ دن غالباً عید کا تھا۔ اُسی روز وہ گھر پڑ گئی تھی۔ اور آپ نے جو کچھ کمایا تھا کل سرمایہ اُسی کی نذر ہوا۔ طرہ یہہ کہ تھوڑی مدت بھی نہ گزرنے پائی کہ وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آگئی اور آپ کو یہہ کہہ کے اس سے علحدہ ہونا پڑا ؎

منظور اُسی کو تھی جدائی	اپنی سی بہت نباہ دیکھی

اس واقعہ کے بعد ہمچشمون سے کچھ ایسی ندامت ہوئی کہ مدتون وطن چھوڑنا پڑا اور اس واقعہ سے جناب حفیظ کا دل خاص طور پر موثر ہوا ہے۔ فرماتے ہین ؎

خاک مین ہم کو ملا دو مگر اتنا کرنا	پھر نہ اسطرح کسی کو کبھی رسوا کرنا
یہہ وصیت ہے مری اہل محبت کیلئے	دم نکل جائے مگر دل کا نہ کہنا کرنا
ہائے رے دل کی لگی اُف رے مری بیتابی	غیر کا اُن کی خوشی کے لئے کہنا کرنا
پوچھے ترک وطن کا نہ سبب مجھسے حفیظ	تذکرہ موت کا ہے ذکر وطن کا کرنا

اُس وقت کی جتنی غزلین ہین دل کی ترجمان ہین۔ اس واقعہ نے جناب حفیظ کے کلام مین درد اور یاس کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے ؎

پرہیز کر رہا ہون اُن کی عنایتون سے	مجکو مرض ہوا ہے اب ترک دوستی کا

کیا مرض ہے اور کیا پرہیز ہے۔ معلوم نہین دل پر کیا گزری کہ حسینون کی عنایتون سے اجتناب ظاہر کیا گیا ؎

کل تک تھی جسکی دیدہ و دل مین جگہ حفیظ	پہلو مین اُس کو آج بٹھاتے ہے احتیاط

ان شعرون مین کیا درد بھرا ہے اور کس قدر حسرت ٹپک رہی ہے ؎

بگڑا نہین اب بھی کچھ ہے مل جاؤ	ہے بات ابھی بنی بنائی
ہم وہی آپ وہی لطف ملاقات وہی	صاف ہو جائیے اب بھی تو ہر بات وہی

آپ کے دونو دیوان اس وقت میرے پیش نظر ہین۔ اُن سے اس کا بھی سراغ ملتا ہو کہ اس سے کہین زیادہ کلام نذر افلاس ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق بہت کچھ سنا گیا ہے جس کی تصدیق کلام سے بھی ہوتی ہے ؎

ہزارون صاحب دیوان ہین فیض طبع رنگین سے	لٹا دے یون چمن اپنا کوئی کہنے کی باتین ہین

دیوان ثانی کا زیادہ حصہ اور خوبیون مین دیوان اول سے بڑھا چڑھا نظر آتا ہے۔ مگر وہ کسک اس مین نہین پائی جاتی جس سے دیوان اول بھرا پڑا ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جب دیوان اول طبع ہوا تھا تو دلی کے کسی صاحب قلم نے اپنے ریویو مین اُس کی یون داد دی تھی کہ "یہ دیوان درد و یاس کا مجموعہ ہے۔ اس کو پڑھنے سے خدائے سخن میر کی شاعری کا مزہ آتا ہو" میرے خیال مین اس سے زیادہ سچی اور پر مغز تعریف ہو نہین سکتی۔ جناب حفیظ نے خود بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے ؎

لکھی ہے بعدِ میر غزل تو نے اے حفیظ	لڑکون کا کھیل یار تری پیروی نہین
میر کے انداز پر کس نے غزل لکھی حفیظ	مجکو زیبا ہے اگر اس بات کا دعویٰ کرون

اس پچھلے دیوان مین زیادہ تر تصوف کی چاٹ ہے۔ علاوہ اس کے اور خوبیون مین بھی یہ دیوان خاص امتیاز رکھتا ہے۔ عارفانہ رنگ سے علحدہ ہو کر جہان عاشقانہ رنگ اختیار کیا ہے وہان مین اپنے خیال کی تردید کئے بغیر نہین رہ سکتا کیونکہ اُن غزلون مین وہی بےچینی وہی تڑپ وہی حسرت وہی یاس پاتا ہون جو پہلے حصے مین نظر سے گزر چکی ہے ؎

حفیظ آنکھین ملاتے ہی نظر کا چل گیا جادو
کسی کو اب نہ دل دینگے یہ اپنا زعم بیجا تھا

سنبھلے پھر کہین پھنسے ؎

ہائے رے سادگی محبت کی	آ گئے پھر کسیکی چال مین ہم

پہلے دیوان مین ایک مقام پر مذہبی مخالفت کو بڑی حسن وخوبی سے ادا کیا ہے۔ غالباً یہہ واقعہ عاشقی کے دوسرے دَور سے تعلق رکھتا ہے ؎

حفیظ اک ہٹ دہرم معشوق اکثر مجھ سے کہتا ہے ۔۔۔ اگر ملنا ہو ہم سے تو بدلئے اپنے مذہب کو

مگر اس تیسرے دَور مین تو خیر سے کفر واسلام کا تقابل نظر آتا ہے۔ اور جناب حفیظ کچھ ایسے بیتاب اور بیباک ہوئے کہ اس کافرہ کا نام تک نظم کر گئے۔ بلکہ اسی ایک مقطع پر اکتفا نہ کرسکے ایک نامے مین اپنی اور اس کی ہسٹری بھی لکھ ڈالی۔ گو ہمارے دوست کی پردہ دری ہوتی ہے لیکن واقعہ نگاری مجبور کر رہی ہے کہ جو لکھا جائے بے کم وکاست ہو۔ اس سے بہت کچھ زیادہ آپ خود ہی لکھ چکے ہین ؎

تقدیر مین لکھا تھا بدنام ہو کے مرنا ۔۔۔ یہہ مختصر فسانہ ہے اپنی زندگی کا

البتہ اب جو تغیر آپ کی لائف مین گذشتہ پیوستہ سال سے واقع ہوا ہے ناظرین کو اس کا اندازہ خود ہی کلام ملاحظہ کرنے پر ہو جائیگا۔ مین اس کی صراحت اس سے زیادہ نہین کرسکتا ؎

زمانے کی روش کو پھر حفیظِ مست کو دیکھو ۔۔۔ سنور جاتا ہے وہ جو مرشد کامل سے ملتا ہے

عاصی
برائے نام
خبیر
قاضی بھیڑوی دربھنگوی

وکٹوریہ پرس۔ مظفرپور
۱۲۔ اگست ۱۹۱۳ء

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

دیوان دوم جناب حافظ محمد علی صاحب حفیظ جونپوری

موسومہ

دیوان حفیظ

اسم تاریخی

خمخانۂ دل

سنہ ۱۳۳۰ھ

باہتمام اذل انام خاکسار حکیم برہم مالک مطبع

مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور میں چھپا

بار اوّل ۵۰۰   قیمت فی جلد عصر   علاوہ محصولڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

سلسلہ اس سے ہو تعارف کا
اور حاصل ہے کیا تصوف کا

کیا سے کیا کر دیا محبت نے
دیکھنا رنگ اِس تصرف کا

اب بہت ہو چکا حجاب نگاہ
آج پردہ اُٹھے تکلف کا

آج کچھ درد مین کمی سی ہے
لطف جاتا رہے نہ اُف اُف کا

بوریا اس لیے پسند ہوا
دوست ہون یار بے تکلف کا

یاد جب آپ ہی نہین کرتے
کیا اجل سے گلہ توقف کا

وہ نگاہِ کرم ہو کس کس پر
کون خواہان نہین تلطف کا

ہو گیا سرد مصر کا بازار
جب سے شہرہ ہے تیرے یوسف کا

حد کرم کی نہین جب اُس کے حفیظ
مجھ کو کیا حق ہے پھر تاسف کا

ہمسر نہین کوئی بھی رسولِ عربی کا
باطل ہے سوا اسکے عقیدہ ہو کسی کا

فردائے قیامت ہے مزہ نالہ کشی کا
بیٹھے ہین کہ وقت آئے شفاعت طلبی کا

ذرون کی جھلک پر تو خورشید کو دیکھو
کس چیز مین جلوہ نہین حُسنِ ازلی کا

بیماریِ عصیان سے شفا ہو گئی حاصل
جب نام لیا دل سے طبیب قلبی کا

مرنے کی تمنا ہے مدینے کی زمین پر
اللہ رے ارمان حیاتِ ابدی کا

اک حرف کی تفریق سے احمد مین احد ہے
کس پردے مین اظہار ہو اسرِ خفی کا

عیسیٰ کے لیے فخر ہو مُردون کا جلانا
ادنیٰ یہ تصرف ہے غلامانِ نبی کا

دیکھین کہ نہ دیکھین روش باغ ارم کو
نظارہ میسر ہو مدینے کی گلی کا

وہ دن بھی **حفیظ** آئے کہ جاتا ہو مدینے
پلکون سے مجھے شوق ہو جاروب کشی کا

صحت ہو اگر دل سے مٹے دھیان کسی کا
اے چارہ گر دل یہ بڑا روگ ہے جی کا

کچھ حال محبت مین نہ پوچھو مرے جی کا
مدت سے کوئی خواب بھی دیکھا نہ خوشی کا

نالون سے کچھ امید اثر ہے نہ دعا سے
دنیا مین کوئی درد بٹاتا ہے کسی کا

محفل مین بنائے ہوئے بیٹھا ہے کوئی مُنھ
پوچھون کہ نہ پوچھون سبب اس بدمزگی کا

بھاری ہے مری ایک وفا لاکھ جفا پر
پلہ کبھی جھکتا نہین نیکی سے بدی کا

شوخی سے عبث چھیڑتے ہو اہل عزا کو
پھولون مین مرے کون سا موقع ہے ہنسی کا

ڈرتا ہون کہ قاتل کی طرف سے نہ کمی ہو
دشمن ہو کہین شوق نہ ایذا طلبی کا

جو پھول شگفتہ تھے وہ مُرجھائے ہوئے ہین
گلشن سے ہے کہ نقشہ مری افسردہ دلی کا

تصویر سے ہے اک غم کی **حفیظ** آج مجسّم

کھلتا نہین کیا حال ہی کمبخت کے جی کا

دل غم کا نشانہ ہے جگر طعنہ زنی کا
سینہ ہے کہ تودہ کوئی ناوک فگنی کا

ہر طرح کی دنیا مین صعوبت ہو الٰہی
صدمہ نہ کسی کو ہو غریب الوطنی کا

اک خلق لٹی جاتی ہے اُس بت کی گلی مین
اللہ تدارک نہین اِس راہ زنی کا

ہر دم کی خموشی سے بڑھی بات یہانتک
چرچا ہے زمانے مین تری کم سخنی کا

کیا حُسن خداداد ہے جس سمت وہ گذرے
اِک شور اُٹھا نعرۂ اللہ غنی کا

موتی کا جگر شق ہے لہو لعل کا دل ہے
دے داغ نہ اللہ غریب الوطنی کا

کھنچتا ہون جو ساقی سے یہ کہتی ہی جوانی
باقی ہے زمانہ ابھی توبہ شکنی کا

پھولو نہین کہان ہے یہ ملاحت یہ نزاکت
کچھ اور ہے عالم تری نازک بدنی کا

فرقت مین اگر منھ سے کبھی جام لگاؤن
ہر قطرہ مے کام دے ہیرے کی کنی کا

اُٹھے مری آہون کی اگر باغ مین آندھی
شیرازہ بکھر جاے نسیم چمنی کا

تائب تو حفیظ آج ہون لیکن یہ ستم ہے
یارا نہین احباب کی خاطر شکنی کا

جفا مین سہکے نہ ہو کام ہی تمام مرا
اسی کا نام محبت ہے تو سلام مرا

ستم کی قدر نہین اب تو ہاتھ ملتے ہین
لیا فلک نے حسینون سے انتقام مرا

لحاظ ہے یہ محبت کی پردہ داری کا
کسی کے سامنے لیتے نہین وہ نام مرا

شعور چاہیے اظہار مدعا کے لیے
پیامبر سے ادا ہو چکا پیام مرا

گلہ نہین جو بُرائی سے یاد کرتے ہین
کسی طرح سے لیتے تو ہین وہ نام مرا

قفس مین ہو نہ کسی ہمصفیر سے ٹڈبھیڑ
اسی لیے یہ تڑپتا ہے زیر دام مرا

شب فراق کٹی کروٹین بدلنے مین / یہی تھا شام سے تا صبح ایک کام مرا
برآمدے مین وہ چلمن اُٹھا کے بیٹھے ہون / بڑا مزہ ہو گذر ہو جو زیر بام مرا
سنا کے حال محبت یہ بات بھی کھولی / بڑے تپاک سے لیتے تھے وہ سلام مرا
رُکا ہے آنکھ مین دم دل مین یاد ساقی ہے / اخیر وقت بھی خالی رہا نہ جام مرا
کوئی گھڑی نہ ملی جیتے جی کہین راحت / جہان مین کوچ سے بدتر ہوا مقام مرا
گھمنڈ طائر سدرہ کرے نہ رفعت پر / بلند اور کچھ اُس سے بھی ہے مقام مرا
پھرین ادھر مرے ساقی کی مدبھری آنکھین / وہ دن پھر آئین کہ گردش مین آئے جام مرا

جو آنکھ والے ہین کرتے ہین اپنی قدر حفیظ / جو اہل دل ہین سمجھتے ہین وہ کلام مرا

اُس کو غرہ ہے بے نیازی کا / حشر بالخیر ہو نمازی کا
دل جب آتا ہے صبر جاتا ہے / خون ہوتا ہے پاکبازی کا
نفس سے جو جہاد کرتے ہین / اُن کو زیبا لقب ہے غازی کا
خاکسارون کا گیروا ملبوس / خاص خلعت ہے سرفرازی کا
کچھ حقیقی سے کم نہین زاہد / سامنا جلوۂ مجازی کا
کٹ گئین ہجر کی بہت راتین / ہو بھلا عمر کی درازی کا
کون لیتا ہے بیکسون کی خبر / شکر ہے اُسکی دلنوازی کا
شمع کا سر قلم ہوا آخر / یہ ملا پھل زبان درازی کا
بوالہوس بے تمیز کیا جانے / مرتبہ پاک عشق بازی کا
مجکو اُس سے نیاز کی امید / ناز جس کو ہے بے نیازی کا

ہند کا ہے حفیظ بھی حسان
مدح خوان ہے شہِ حجازی کا

عیادت کو کسی بیمار کی لازم ہے ہو آنا
لگاوٹ کی نگاہون کا مآل ایدیکھیے کیا ہو
بہت کچھ کہنے سننے کا اثر ہوتا ہی اے قاصد
کبھی کی جسطرح صاحب سلامت ہی نہ تھی سچ ہی
کبھی کافر حسینون کو لگا رکھتے تھے باتون مین
بلا سے رشک تھا بیباکیون سے پھر تھا اک پردہ

مرے قاصد جہانتک ہوسکے اُسکو یہ سمجھانا
بُرا ہوتا ہے سُنتے ہین طبیعت کا الجھ جانا
مری ایک ایک بات اُسکو ہزارون بار سمجھانا
طبائع کو بدلتا ہے زمانے کا بدل جانا
ہوا ہے آج مشکل خود ہی اپنے دل کا بہلانا
کہے دیتا ہے سارا بھید آنکھون کا شرمانا

مذاق مختلف ہوا ایک ممکن ہے حفیظ ایسا
بہت دشوار ہے اِن گتھیون کا یار سلجھانا

جان کو اپنے گھن ہے لگانا دل مین رکھنا دھیان کسی کا
لوگ جسے کہتے ہین محبت موت کا حیلہ روگ ہے جی کا

اورون کا تو ذکر ہی کیا ہے ہجر کی شب سایہ بھی جُدا ہے
وقت پڑے پر اکثر دیکھا کوئی نہین ہوتا ہے کسی کا

عہد جم کی ہو جو یکجی دے سب مین جو چوکھی ہو وہی دے
ساقی میرے خوب کڑی دے آج مزہ ہے منہ کا پھیکا

بے مانگے ہر شے کا ملنا قدر نعمت کھو دیتا ہے
حد سے بڑھی ساقی کی عطا جب لطف کہان ساغر طلبی کا

مرنے پر ہر شاہ گدا کے ساتھ عمل ہی جاتا ہے

رشتہ ناتا دولت دنیا ہے یہ بکھیڑا سب جیتے جی کا

دل لیتے ہی آنکھ چرانا یہ بھی کوئی حسن ادا ہے
طرفہ مزا ہے پھر دینا الزام مجھی کو خودغرضی کا

نیچی نظر شرمیلی چتون کب تک اب رکھے گی پردہ
رات کی باتین کہتا ہے یہ پھیکا پھیکا رنگ مسی کا

شیخ و برہمن نے آپس مین جھگڑا ناحق اٹھا رکھا ہے
دیر و حرم مین جا کر دیکھو جپتے ہین سب نام اسی کا

بادل کا جھک جھک کے برسنا دیتا ہے تعلیم کرم کی
ہاتھ بڑھا کر دامن بھرنا وقت عطا شیوہ ہے سخی کا

طفلی سے تا عالم پیری عمر کا ایک ایک حصہ دیکھا
زیست بشر کی صرفۂ غم ہے وقت بہت تھوڑا ہی خوشی کا

پہلے حفیظ آتا تھا جب دیتے تھے جگہ تم آنکھون پر
اب جو نظر سے اسکو گرایا کوئی سبب آخر خفگی کا

خواہش وصل مین وصال ہوا — مرنے والون کا کیا مآل ہوا
بیکسون کا کسے خیال ہوا — ہان ترا غم شریک حال ہوا
دل لگی مین انھین ملال ہوا — جو نہ ہونا تھا وہ خیال ہوا
کون ہین آپ پوچھنے والے — جو ہوا وہ کسی کا حال ہوا
اب تو ایمان یہ محبت ہے — پہلے کیا کچھ نہ احتمال ہوا
یہ تو مانا کہ طور پر ہو آئین — رد وہان بھی اگر سوال ہوا

آج پھر شورِ لن ترانی ہے / کوئی وارفتۂ جمال ہوا
کسکو دعویٰ ہے خونِ ناحق کا / اپنے قاتل کا ہاتھ لال ہوا
اُس گلی مین غبار اُٹھا ہے / ہائے پھر کوئی پائمال ہوا
ہوسِ عمر یہ جنابِ خضر / ذہن کا بھی نہ انتقال ہوا
بیٹھے بیٹھے جو یون بگڑ بیٹھے / کون سی بات کا ملال ہوا
لاکھ اُلجھاؤ ایک دل کا لگاؤ / سہل جو کام تھا محال ہوا

کیا مکافاتِ عیش سے کہیے حفیظ
ہر خوشی کا بدل ملال ہوا

کچھ ایک رونے کو تربت پر ابر تر آیا / وہ کون ادھر سے گیا جسکا جی بھر آیا
خبر یہ سنتے ہی آنکھون مین خون اُتر آیا / چھنے گی خوب اگر محتسب ادھر آیا
ہم اُنسے بزم مین تعظیم کے نہین خواہان / فقط وہ پوچھ دین اتنا کہ تو کدھر آیا
ستا کے دیکھ لیا آزما کے دیکھ لیا / بتائیے کبھی شکوہ زبان پر آیا
کلیم عشق مین گھڑی دو گھڑی رہے ہون گے / یہان تو جا کے نہ پھر ہوش عمر بھر آیا
مصوری مرے صورت گر خیال کی ہے / جھکی نگاہ کہ نقشا ترا اُتر آیا
جواب خط کی تمنا ہوس مقدر پر / یہ مان لیجیے پھر کر بھی نامہ بر آیا
نہ چھوڑتے تھے جو احباب جیتے جی دم بھر / کبھی قدم بھی نہ اُن کا مزار پر آیا

حفیظ پھر وہی وحشت وہی ہے کاہشِ دل
بہار آتے ہی داغِ جنون اُبھر آیا

روز اک عذر ہے ستانے کا / کیا طریقہ ہے آزمانے کا

اُڑ کے خود آپ پھنسے قفس مین ہم
دیکھیے زور آب و دانے کا

گل ہین ابتر خزان کے جھوکون سے
اب خدا حافظ آشیانے کا

بخدا حاصلِ عبادت ہے
ایک سجدہ اُس آستانے کا

کہتے ہین وے کے امتحانِ وفا
ہم کو کیا حق ہے آزمانے کا

کعبہ و دیر کو سلام کیا
لیکے بوسہ اُس آستانے کا

آپ جائین اجل بھی آ پہونچی
کسکو یارا ہے رنج اُٹھانے کا

دیکھو آنکھون سے بھی تڑپ دل کی
لطف کیا دور سے سنانے کا

نامہ بر آئے یا نہ آئے اب
منتظر ہون اجل کے آنے کا

محو ہین سن کے وہ مری روداد
سحر ہے نام اس فسانے کا

گڑتی تکیے مین کیون حفیظ کی لاش
وہ گدا تھا شراب خانے کا

خدائی کا کیا کچھ تماشا نہ دیکھا
مگر یون کہ جو دیکھنا تھا نہ دیکھا

کہین اک جھلک دیکھکر غش ہے کوئی
کہین دل کی آنکھون نے کیا کیا نہ دیکھا

کہان کھو دیا ہائے اس بیخودی نے
اُسے جس طرح دیکھنا تھا نہ دیکھا

عجب بیکسی مین مری جان نکلی
کسی کو بھی محو تماشا نہ دیکھا

جہان دل سے دل کو ہوئی راہ پیدا
وہان حائل آنکھون کا پردا نہ دیکھا

پشیمان ہین حال دل بھی تو کہکر
کسی بات کا کچھ نتیجا نہ دیکھا

نہ اُترا کبھی چڑھ کے بل ابروون کا
مزاج آپ کا ہم نے سیدھا نہ دیکھا

یون ہی کرتے ہین کیا کسی کی عیادت
مرا حال تم نے نہ پوچھا نہ دیکھا

حفیظ آپ نے کچھ نہ کی سیر دلی
اگر پھول والون کا میلا نہ دیکھا

دیا دل اُسکو جسے دل سے قدردان دیکھا
اُسی کے ہو رہے جس کو مزاج دان دیکھا

نگاہ کس سے ملی کس کو مہربان دیکھا
یہ کس نے تھام کے دل سوے آسمان دیکھا

لحد سے اُٹھ کے ہوئی سیر عرصۂ محشر
کھُلی جو آنکھ تو میدانِ امتحان دیکھا

اثر حوادثِ عالم کا ہوگا خاک یہان
تری گلی سے الگ دورِ آسمان دیکھا

لٹا گئی دلِ حسرت نصیب کی روداد
لٹا لٹا جو کہین کوئی کاروان دیکھا

ہزار روپ جو بدلے شناخت اُسکی کیا
نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا

کسی طرح دلِ صیاد مین جگہ نہوئی
بنا کے ہم نے قفس کو بھی آشیان دیکھا

تری گلی ہے کوئی فتنہ و فساد کا گھر
اسی زمین کو ہم رنگ آسمان دیکھا

تمھارے چاہنے والون کی بھیڑ تھی سر بزم
تمھارے دیکھنے والون کو مہربان دیکھا

حفیظ کہتے تو ہو اُسکے گھر نہ جائینگے اب
سزا بتاؤ اگر تم کو پھر وہان دیکھا

گذر جو کوچۂ دلدار تک اکبار ہو جاتا
مجھے ظلِ ہما وہ سایۂ دیوار ہو جاتا

یہی ہے یاس تو اب جان نکلیگی فراغت سے
امید و بیم مین یہ مرحلہ دشوار ہو جاتا

لگانا قہقہے اچھا ہوا نالے مرے سُن کر
نہین تو ایک ہنگامہ پس دیوار ہو جاتا

بسے ہین دونو عالم تیری تیغ ناز کی زد پر
اُدھر ستھراؤ ہو جاتا جدھر اک وار ہو جاتا

کسی شب خواب ہی مین دیکھ پاتے اُنکو پہلو مین
کبھی تو طالعِ خفتہ مرا بیدار ہو جاتا

کہین تدبیر سے اے چارہ گر آئی بھی ٹلتی ہے
بچاتے جی تمنا سے تو انکار ہو جاتا

بہت ہے دھوم یوسف کی جو تم گھر سے نکل آتے
ابھی تو فیصلہ اس کا سر بازار ہو جاتا

کبھی پروانہ گرتے شمع پر جو دیکھ لیتے وہ
ہمارے شوق دل کا خود بخود اظہار ہو جاتا

تری تعلیم ملت کا اثر باقی ہے اے ساقی
نہیں تو اپنی اپنی راہ ہر مے خوار ہو جاتا

ہمارا حال اگر وہ پوچھ لیتے بزم دشمن میں
کسی کی جان پر بنتی کوئی بیمار ہو جاتا

اداسی میرے پہلو میں ہے اک انکے نہونیسے
وہ ہوتے تو یہی ماتم کدہ گلزار ہو جاتا

ہماری آنکھ سے زاہد اگر تو دیکھتا دنیا
تو پھر جو کچھ نظر آتا جمال یار ہو جاتا

حفیظ اسطرح پیکر وعظ کی محفل میں جانا تھا
نظر پڑتی جو واعظ کی گلے کا ہار ہو جاتا

منا لے عیش جی بھر ہو غنیمت دم جوانی کا
کہاں پھر تم کہاں یہ دن کہاں عالم جوانی کا

گناہوں کی کوئی تاویل بن تم سے نہیں سکتی
مگر ہاں عذر محشر میں کریں گے ہم جوانی کا

نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ وہ جمگھٹ حسینوں کا
غرض جلسہ ہوا اب درہم و برہم جوانی کا

سرور آنکھوں سے ہے دل سے جوش طاقت جسم سے رخصت
نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں ملے وہ عالم جوانی کا

یہ قد جو مثل نیزہ ہے کبھی شکل کمان ہوگا
گرائیگا گڑھے میں تجھکو اک دن غم جوانی کا

بدل ممکن نہیں اس عمر کی ایک ایک ساعت کا
نہایت قدر کے قابل ہے یہ عالم جوانی کا

سمان عیش گذشتہ کا ابھی پھرتا ہے آنکھوں میں
مرے آگے نہ کر نا ذکر اے ہمدم جوانی کا

یہ دولت وہ ہے جسکو کھو کے پچھتاتا ہے اک عالم
ملیگا سونے سے تلکر نہ اک اک دم جوانی کا

محبت نے اسے لوٹا اسے چھینا حسینوں نے
ہمیں دل کا کبھی رونا کبھی ماتم جوانی کا

سنوارنے میں لحاظ سادگی بھی کچھ مناسب ہے
وہ مونس ہے لڑکپن کی تو یہ محرم جوانی کا

نہ کر اصرار توبہ میں کیے لیتا ہوں اے زاہد
اگر ہوتا نہیں یہ عہد مستحکم جوانی کا

اکارت زندگی ہو گی حفیظ اپنی بڑھاپے مین
رہیگا مرتے دم تک رنج کم سے کم جوانی کا

دور دورہ یہ کسی کا کبھی گلشن مین رہا
پھول کانٹون کی جگہ میرے نشیمن مین رہا

آج مسجد مین تو کل دیر برہمن مین رہا
کفر و اسلام کا رشتہ مری گردن مین رہا

پرسش روز جزا سے ہو بریت معلوم
خون بے جرم کا دھبہ ترے دامن مین رہا

قحط باران مین کٹا موسم مینوشی بھی
ابکے ساون کا کوئی لطف نہ ساون مین رہا

وصل کا لطف بڑھاتی رہی بجلی کی تڑپ
رات بھر ہاتھ کسی کا مری گردن مین رہا

دیدگل سے ہین پڑے آج قفس مین لالے
ڈھیر پھولون کا کبھی اپنے نشیمن مین رہا

اب وہ سب حسن کا انداز فسانہ سمجھو
لب مین اعجاز نہ جادو کسی چتون مین رہا

کون ہے پوچھنے والا وطن آوارون کا
ذکر بھی ہم سے اسیرون کا نہ گلشن مین رہا

آکے سو بار نکیرین گئے ہین واپس
حسرتون کا مری میلا مرے مدفن مین رہا

اشک خونی کبھی آنکھون سے تھمینگے نہ حفیظ
یہ تر و تازہ چمن اب مرے دامن مین رہا

پہلے آہون مین اثر پیدا کیا
جب کسی کے دل مین گھر پیدا کیا

خاک نالون نے اثر پیدا کیا
ایک ہنگامہ مگر پیدا کیا

عرش تک جانے لگی آہ جگر
کیا رسا پیغامبر پیدا کیا

چاہ نے اسکو کیا افروختہ
آہ نے الٹا اثر پیدا کیا

آنکھ جس کی پڑ گئی وہ محو تھا
حسن نے جذب نظر پیدا کیا

چل گیا ناصح کا مجھ پر جو ادھر
ربط دشمن نے ادھر پیدا کیا

جب نہین دنیا مین اطمینانِ دل — خاک تو نے عمر بھر پیدا کیا
اُسکی بخشش میری قسمت دیکھیے — داغ کھانے کو جگر پیدا کیا
جھمسا اُس رہگذر مین کیا ہوے — مفت کا اک دردِ سر پیدا کیا

ق ۱
خاک کو گل گل کو نکہت حسن رنگ — اور پتھر مین شرر پیدا کیا

۲
آب موتی کو تو ہیرے کو چمک — اشکِ حسرت مین اثر پیدا کیا
اپنے جلوے کی دکھانیکو جھلک — اُسنے کیا کیا کچھ مگر پیدا کیا

بعد مجنون ملکِ وحشت مین حفیظ
نام کچھ تو نے مگر پیدا کیا

جسنے دنیا مین ہنر پیدا کیا — اُسنے گویا سیم و زر پیدا کیا
علم کی دولت جسے حاصل ہوئی — اُس نے گنجِ بے ضرر پیدا کیا
اسکے جلوے نے کیا روشن دماغ — آنکھ مین نورِ بصر پیدا کیا
اور سونے مین سہاگہ ہو گیا — نطق نے رنگِ اثر پیدا کیا
علم مین جسکو مہارت کچھ ہوئی — نفع اُس نے بیشتر پیدا کیا
طاقتین سب اسکے آگے گرد ہین — زور اک ہر زور پر پیدا کیا
اُس سے بھرواتا رہا پانی ہنر — جب کسی کو نامور پیدا کیا
علم کا پرتو بھی جس پر پڑ گیا — اُسنے چشم و دل مین گھر پیدا کیا
الغرض صدقہ اسیکا جانیے — جسنے جو کچھ کرّ و فر پیدا کیا
اسکی عزت کچھ اُسی سے پوچھیے — جسنے اسکو ڈھونڈھ کر پیدا کیا
لیگئے دنیا سے لوگ علم و عمل — دے گئے وہ جسقدر پیدا کیا

نطق کا پھل مل گیا اُسکو حفیظ
جس نے باتون مین اثر پیدا کیا

ہاے دل تو ایسے انجل سے ملا
عید بھی جو اوپری دل سے ملا

خاک ہوکر دل ترے دل سے ملا
یون غبار قیس محمل سے ملا

مدتون مین دل کسی دل سے ملا
اور وہ بھی سخت مشکل سے ملا

کچھ جو لینا ہے گرہ سے خرچ کر
پہلے بڑھ کر ہاتھ سائل سے ملا

باغبان کی ہر کلی پر ہے نگاہ
ایک دل ہی سیکڑون دل سے ملا

کام چھوٹون سے نکلتا ہے بڑا
یہ سبق بھی آنکھ کے تل سے ملا

چھوڑکر سب کچھ اُدھر ہو جا رجوع
باب عرفان ہے در دل سے ملا

پی کسی کے ہاتھ سے ہمنے شراب
سلسلہ ساقی محفل سے ملا

بغلی گھونسہ اور کہتے ہین کسے
دل ہے اُس بیدرد قاتل سے ملا

وصل کی ٹھہری عروس قبر سے
جب لہو شمشیر قاتل سے ملا

شاخ گل پر کیا نشیمن کا ثبات
اسقدر بھی اوج مشکل سے ملا

دل جگر دونے لپٹ کر دیر تک
کھُل کے بسمل آج بسمل سے ملا

لے کے دل یہ بے نیازی خیر ہے
آنکھ تو یاران محفل سے ملا

جس نے کی تیری زیارت اے حفیظ
وہ کسی درویش کامل سے ملا

عصیان کے داغ مٹگئے دل پاک ہوگیا
آنسو بہے تو نامہ اعمال دھوگیا

جوش شباب عمر کی کشتی ڈبو گیا
دل مین ہواے شوق کا طوفان ہوگیا

ہم اس لیے خموش کہ ملتی ہے چپ کی داد
وہ جانتے ہیں ختم یہ ہنگامہ ہو گیا

دل کا نہیں ہے سوگ یہ رونا کچھ اور ہے
کمبخت اپنے ساتھ ہمیں بھی ڈبو گیا

دل بن گیا تڑپ کے ترے آگے آئینہ
جس پر نگاہ پڑ گئی بیتاب ہو گیا

ساقی بغیر اداس تھی کیا فصل میکشی
ابر بہار بھی مری قسمت کو رو گیا

دشمن نہ تھا شباب تو نادان دوست تھا
بدنام کر گیا مجھے بدنام ہو گیا

کیسی صفائی اب خلش دل کا کیا علاج
کانٹے رقیب راہ محبت میں بو گیا

بے مثل موشگاف معانی حفیظ تھا
کیا کیا وہ سلک نظم میں موتی پرو گیا

گیا ادھر سے جو پھر خبر نہیں آتا
ادھر سے پھر کبھی نامہ بر نہیں آتا

قرار باتوں سے اے چارہ گر نہیں آتا
دوا کے دیکھنے سے زخم بھر نہیں آتا

وہ جلوہ دل میں ہے مشتاق جسکی آنکھیں ہیں
جو پھر رہا ہے نظر میں نظر نہیں آتا

کسی کی چشم کرم کی یہاں ضرورت ہے
علاج دل تجھے اے چارہ گر نہیں آتا

گذر ہوا ہے عجب دشت یاس میں اپنا
کہ راہ رو کوئی کوسوں نظر نہیں آتا

قدم سنبھال کے رکھ کوچہ محبت میں
یہاں بھٹک کے کوئی راہ پر نہیں آتا

جو دل ہو خون تو پیدا ہو آہ میں تاثیر
بغیر اسکے تو رنگ اثر نہیں آتا

وہی ہے چار طرف چشم دل جو ہو روشن
کہاں ہے کس نے وہ جلوہ نظر نہیں آتا

حفیظ نالۂ دل ہے مگر صدائے جرس
ترس کسی کو مرے حال پر نہیں آتا

وہ حسین بام پر نہیں آتا
چاند اپنا نظر نہیں آتا

ہوک اُٹھتی نہین ہی کب دل سے — مُنھ کو کس دن جگر نہین آتا

کون اس بیکسی مین پرسان ہے — ہوش دو دو پہر نہین آتا

یہ بھی سُنتا تھا واے ناکامی — مرتے ہین اور مر نہین آتا

تھی کبھی بات بات مین تاثیر — اب دعا مین اثر نہین آتا

کھیل ہے کیا مزاج دان ہونا — کام یہ عمر بھر نہین آتا

سادگی کا ہون اُس کی دیوانہ — ابھی جس کو سنور نہین آتا

بیخودی ہے کہ چھائی جاتی ہے — ہوش آتا نظر نہین آتا

یہ حسین اور التجا مین حفیظ
رحم تم کو مگر نہین آتا

کٹتی ہے زبان لے جو وہان نام ہمارا — پھر کون ہے پہونچائے جو پیغام ہمارا

اک ہم ہین کہ تصویر تمھاری ہی حمائل — اک تم ہو کہ نخوت سے نہ لو نام ہمارا

ملّا کو فقط دوڑ ہو مسجد کی مبارک — محدود کچھ ایسا نہین اسلام ہمارا

اِس کان سے اُس کان اُڑا دیتے ہین سُنکر — کہتا ہے جو اُن سے کوئی پیغام ہمارا

زاہد یہ تعلی نہین کچھ بھید ہے اسمین — تجھ سے نہ پیا جائیگا یہ جام ہمارا

سنتے ہین پشیمان ہین وہ اپنے کیے پر — یہ سچ ہے تو بن جائیگا اب کام ہمارا

آغاز حفیظ اپنا بھلا تھا کہ بُرا تھا
اللہ بخیر اب کرے انجام ہمارا

جس روز رُکا نامہ و پیغام تمھارا — مر جائیگا لے سکے کوئی نام تمھارا

تم لطف کے عادی نہ شکایت کی ہمین خو — یہ کام ہمارا ہے نہ وہ کام تمھارا

ہر دم جو کہا کرتے ہو دنیا ہے غرض کی
ہوتا ہے کدھر حسیت یہ الزام تمھارا

ہمکو بھری محفل مین ملاقات سے حاصل
اورون کو مبارک کرم عام تمھارا

لطف آئے جو پچھلے کو سنو کان لگا کر
رٹتا ہے عجب ئے سے کوئی نام تمھارا

قسمت مری برگشتہ سہی تم تو یہ کہتے
ہم ہین تو سنور جائیگا ہر کام تمھارا

کب میکدہ چھوٹا ہے حفیظ اِسکو تو دیکھو
کرتے ہین ادب پھر بھی مے آشام تمھارا

کھلے گا حال کہین تیری پاکبازی کا
مرا یہ ضبط ہے واعظونکا نمازی کا

جفا جفا ہین فریب وفا معاذ اللہ
ادا ادا مین ہے انداز دلنوازی کا

غضب تو یہ ہے کہ عذر گناہ کچھ بھی نہین
ستم تو یہ ہے کہ مجرم ہون پاکبازی کا

سفر عدم کا ہے توشے کی فکر کرتا جا
اُدھر رواج نہین میہمان نوازی کا

یہی نہین کہ کسی دل مین ہو جگہ ناصح
بہت ہے اور تصرف بھی عشق بازی کا

رہیگی طول شب ہجر کی خبر کس کو
بندھا خیال جو اُس زلف کی درازی کا

نگاہ رکھتے ہین انجام پر مآل اندیش
یہان شمار حقیقی مین ہے مجازی کا

کہان سے دل کی کشش ہمکو کھینچ لائی کہان
ہوا یقین محبت کی کارسازی کا

جہاد نفس کی سر مہم تو کیا کہنا
زہے نصیب ملے مرتبہ جو غازی کا

حفیظ ملتے بھی کھنچتے بھی ہین حسینون سے
نیاز مین بھی انداز ہے بے نیازی کا

بیٹھے بیٹھے راستہ قاصد کا دن بھر دیکھنا
تارے گننا شام سے یا جانب در دیکھنا

اِس طرف بھی اک نظر اے بندہ پرور دیکھنا
نیچی نظرونکا تصدق آنکھ اٹھا کر دیکھنا

دل مین گھر کرنے کا یہ بھی ہاے کیا انداز ہی
میری جانب آنکھ غیرون کی بچا کر دیکھنا

آج دنیا کہہ رہی ہے اُسکو خود بین خود پرست
آئینہ آتا نہ تھا جس کو سنور کر دیکھنا

اپنے پہلو مین بٹھا لیتے تھے جو اُٹھکر کہین
آنکھ بھی کرتے نہین اب وہ برابر دیکھنا

تیغ کھینچے جا رہا ہے وہ عدو کے قتل کو
کر رہا ہے کیا کبھی اپنا مقدر دیکھنا

میکشون سے کہہ رہی ہے یہ مرے ساقی کی آنکھ
موسم گل آئے تو پھر دور ساغر دیکھنا

یہ ادائین کر رہی ہین قطع رشتہ زیست کا
دیکھکر میری طرف رہ رہ کے خنجر دیکھنا

وائے بیدردی بجائے رحم آہ سرد پر
نیلی پیلی آنکھ کرنا گرم ہو کر دیکھنا

یاد ہے پہلے پہل وہ التجائے وصل پر
بل جبین پر ڈال کر آنکھین بدل کر دیکھنا

غش سے چونکا تو ہوئے راہی وہ کہکر حفیظ
جی اُٹھا پھر جی اُٹھا کمبخت مر کر دیکھنا

دل بظاہر تو اُس حسین سے ملا
باطناً صورت آفرین سے ملا

ایسی لکھ لُٹ ہے آپکی سرکار
جس کو جو کچھ ملا یہین سے ملا

بول بالا ہے خاکساری کا
آسمان جھک کے زمین سے ملا

رگ جان سے بھی کچھ قریب ہے وہ
یہ پتا چشم دوربین سے ملا

ہوس و عشق کو نہ ایک سمجھ
ظلمت کفر کو نہ دین سے ملا

پھر پھرا کر سراغ منزل دوست
کچھ کہین سے تو کچھ کہین سے ملا

دیکھنا ہے جو شان حسن ازل
آنکھ پہلے کسی حسین سے ملا

اہل کعبہ و اہل دل مین ہی فرق
وہ مکان سے تو یہ مکین سے ملا

دخل شک اسکی معرفت مین حفیظ

وسوسون کو نہ تو یقین سے ملا

حُسن کا عالم بھی کچھ بے فیض ہی اکثر رہا
دیکھلو کہنے ہی کو مُٹھی مین گُل کی زر رہا

حلقۂ پیر مغان مین طرفہ یہ منظر رہا
موجزن آنکھون کے آگے چشمۂ کوثر رہا

وائے قسمت ہوتی جاتی ہی جواب خط سے یاس
نامہ بر بھی اُس گلی مین جا کے شاید مر رہا

جب یہ طے ہی بے تری مرضی کے کچھ ہوتا نہین
میری رُسوائی کا یہ الزام پھر کس پر رہا

سامنے آنکھون کے تھا سیر دو عالم کا سمان
ہائے وہ عالم کہ جبتک ہاتھ مین ساغر رہا

مجرم الفت تو یون سارا زمانہ تھا مگر
اک ہمارے خون کا پیاسا ترا خنجر رہا

تاج کسریٰ تھا مرے قدمون کے نیچے اے حفیظ
سر یہ جبتک خواجۂ اجمیر کے در پر رہا

روز کے اختلاج سے نے مارا
مجھکو میرے مزاج سے نے مارا

ہے جدا ہر طبیب کی تشخیص
اختلافِ علاج سے نے مارا

فکر روزی مین سب ہین سرگردان
خلق کو احتیاج سے نے مارا

درد دل کی کوئی دوا ہی نہین
مرضِ لاعلاج سے نے مارا

لوٹ سی لوٹ جان و دل کی ہے
حُسن والون کے راج نے مارا

تنگ دنیا ہے بادشاہون پر
ہوسِ تخت و تاج نے مارا

کسی پہلو نہین قرار حفیظ
ہائے اس اختلاج سے نے مارا

رٹ ہے بلبل کو ترے نام کی شیون کیسا
ہین محبت کے شگوفے گل و گلشن کیسا

باخدا کون ہے بتخانے مین آنے والا
دم بخود آج ہے ناقوس برہمن کیسا

ذرے ذرے مین ہی جلوہ ترا آنکھین ہون اگر
طور کہتے ہین کسے وادی ایمن کیسا

ہو گئی ہو کسی وحشی کی نہ مٹی برباد
آج پھرتا ہے ترا رے ترا توسن کیسا

مرنے والون کا نشان بھی نہ فلک دیکھ سکا
چار ہی دن مین مٹا گنبد مدفن کیسا

بندگی فرض ہے تعلیم وفا کا پہلا
نہ کرے سجدہ بتون کو تو برہمن کیسا

شرفا اسکے ہمیشہ رہے گرویدہ حفیظ
مجھسے کیا پوچھتے ہو شعر کا ہے فن کیسا

وحشت نے مجھے کوچہ جانان سے نکالا
نکہت کو صبا نے چمنستان سے نکالا

اک پھانس جو حسرت کی چبھی تھی وہ چبھی ہو
کب تم نے اسے سوزن مژگان سے نکالا

آزاد ہے تو غم سے اگر پاک ہے دامن
یوسف کو اسی چیز نے زندان سے نکالا

اس طرح جو نالان ہے جگر توڑ کے بلبل
کس پھول کو گلچین نے گلستان سے نکالا

کیا آ گئے یہ بھی مری وحشت کی ہوا مین
کیون پاؤن بگولون نے بیابان سے نکالا

جاری ادھر آنکھون سے ہوا اشک ندامت
نام اُسنے اُدھر دفتر عصیان سے نکالا

ہان طرز بیان مین ہو حفیظ اتنی تو جدت
ہر شعر کو تو نے نئے عنوان سے نکالا

وہان سے لیکے قاصد موت کا پیغام آئیگا
یہی اب حکم آخر اک دن اپنے نام آئیگا

بری کوئی بھی ہو سکتا نہین رسم محبت مین
سمجھ لو دونو جانب کچھ نہ کچھ الزام آئیگا

مجھے غفلت مین رکھتی لاکھ میری خود فراموشی
مگر لب پر دم آخر کسی کا نام آئیگا

ابھی ہو وقت وا اپنے کیے پر منفعل ہو کر
یہی اشک ندامت تیرے اک دن کام آئیگا

بندھی ہے ٹکٹکی پھر دن مینوشون کی ابھی ساقی
تری آنکھون کے صدقے دیکھین کب جام آئیگا

یہ باتین لازم و ملزوم ہین سچی محبت مین
ہمارا ذکر جب ہوگا تمھارا نام آئیگا

حفیظ اب عمر آخر ہے نہ کرنا بھول کر توبہ
نہین تو میکدے والونکے سر الزام آئیگا

ترا ذکر سارے زمانے سے اچھا
فسانہ مرا ہر فسانے سے اچھا

جہان ہنس پڑے اپنے رونے پہ کوئی
وہان ضبط آنسو بہانے سے اچھا

مناتے ہین اُنکو گلے سے لگا کر
یہ موقع ملا روٹھ جانے سے اچھا

مرے دل کو دیکھو مرے دل کو تاکو
نشانہ نہین اس نشانے سے اچھا

جو آئے عدو کو بھی ہمراہ لائے
نہ آنا ہی تھا ایسے آنے سے اچھا

یہ دنیا تو کیا خلد مین بھی نہ ہوگا
کوئی شغل پینے پلانے سے اچھا

بہارِ گلستان ہے موجِ تبسم
یہ غنچہ کھلا مُسکرانے سے اچھا

کبھو جس سے تم وہ بُرا ہو جہان سے
ملو جس سے تم وہ زمانے سے اچھا

حفیظ اپنی جدت سے ہم معترف ہین
یہ انداز مضمون اُڑانے سے اچھا

مانا کہ بزم دوست مین دخل رقیب کیا
ہوتا ہے تنگ سینہ و دل حسرت نصیب کیا

بعدِ فنا بنے گی اُسی رہگذر مین قبر
ہمسے فلک چھڑائیگا کوئے حبیب کیا

سیکھوکے لہو اُڑائے جو طرز فغان مری
نالہ کرین گی ساتھ مرے عندلیب کیا

پیدا ہوے ہین دلمین قیامت کے ولولے
آیا قریب وعدۂ وصلِ حبیب کیا

ایسون کو پاس وضع یہ کہنے کی بات ہے
توبہ کرو نباہ کرے گا رقیب کیا

پھولون کی طرح گوش بر آواز کون تھا
کہتی قفس مین حالِ چمن عندلیب کیا

اس آرزو مین خاک اُڑانے سے فائدہ
زاہد ترا بہشت ہے کوے حبیب کیا

ملتا ہے ہاتھ تو جو مری نبض دیکھ کر
آخر ہے اس مرض کی دوا اے طبیب کیا

فتنے جو اُٹھ رہے ہین سر بزم اے حفیظ
بیٹھا ہے چھپ کے غیر بھی اُنکے قریب کیا

ہاے پرسش جو ہوئی روز جزا کیا ہوگا
سر ندامت سے جھکانے کے سوا کیا ہوگا

بیخبر کب سے رگڑتے ہین جبین اہل نیاز
بے نیازی کی ہی ہے جو ادا کیا ہوگا

کبھی کہتا ہون مرے جرم ہین کس گنتی مین
کبھی کہتا ہون کوئی مجھ سے برا کیا ہوگا

محتسب بر سر پرخاش ہی گھبراے ہین رند
جھومتی آتی ہے گھنگھور گھٹا کیا ہوگا

غم غلط ہونے کی شئے چاہیے دنیا مین حفیظ
خلد مین بادۂ اندوہ ربا کیا ہوگا

قابل اجتناب ہے دنیا
بھاگ اس سے عذاب ہے دنیا

جان اس پھیر مین ہلاک نکر
تو ہے تشنہ سراب ہے دنیا

ہوگئے ایک اسفل و اعلے
کیا ترا انقلاب ہے دنیا

نقش عبرت ہے حرف حرف اسکا
دیکھنے کی کتاب ہے دنیا

سویا اور کھویا یہ کہاوت ہے
چونک غافل کہ خواب ہے دنیا

چشم عالم مین پھولی ہے سرسون
کیا نشیلی شراب ہے دنیا

کل خدا ہے ۔ حفیظ جبتی کی
آج اپنی خراب ہے دنیا

وہ جو عرض وصل پر آنکھین بدل کر رہ گیا
دیکھ کر سوے فلک مین ہاتھ مل کر رہ گیا

چار آنکھین ہوتے ہوتے آ گیا اُسکو حجاب
پتلیان نظرون کا جھگڑا [illegible] کر رہ گیا

وہ وفا کیا جو گذر جائے رضائے دوست سے
شمع پر [illegible] پروانہ جل کر رہ گیا

آئینے مین آج ایسی کیا ادا آئی نظر
کوئی ہاتھون سے کلیجے کو مسل کر رہ گیا

ضبط نے روکا محبت نے کیا بیچین ہائے
شرمگین آنکھون سے کچھ آنسو نکل کر رہ گیا

رشک کے ہاتھون بہت دل جل رہا ہے مین آج ہی
اک پرائی آگ مین کیا طور جل کر رہ گیا

محتسب کے جیب مین تم کو نہ آنا تھا حفیظ
آج میخانے کا میخانہ دہل کر رہ گیا

کیون اُٹھا رکھے وہ انصاف خدا پر اپنا
جو سمجھتا کسی کو [illegible] اپنا

دیکھنا ہے کے جو لپٹا ہے جواب خط شوق
آج کچھ اور ہوا مین ہے کبوتر اپنا

مفت سودا ہے یہ او آنکھ چرانے والے
بیچتا ہے کوئی دل ایک نظر پر اپنا

یون بھی آنکھون مین سمانے کی ادا آتی ہے
منہ تم آئینے مین دیکھو تو سنور کر اپنا

پھر گیا سامنے آنکھون کے سمان جنت کا
بیٹھے ہم لے کے جہان شیشہ و ساغر اپنا

پرسش روز قیامت سے ڈرایا تو کہا
کیا طرفدار نہین داور محشر اپنا

گھس گئی شکر و شکایت مین زبان اے ساقی
کبھی خالی کبھی لبریز ہے ساغر اپنا

کیا تجاہل ہے پتہ پوچھ رہے ہین دل کا
ایسے بھولے ہین کہ لو بھول گئے گھر اپنا

درگذر دل کے مٹانے سے مناسب ہے تمھین
آپ کرتا نہین برباد کوئی گھر اپنا

پڑ گئی کیا مری قسمت مین گرہ زلفون کی
کام بن بن کے بگڑتا ہے جو اکثر اپنا

پرسش روز جزا کا نہ رہا خوف حفیظ
شکر ہے شافع محشر ہے پیمبر اپنا

ملے جو لاکھ جی سے اُس سے یون سمجھ کھنچا تھا
ارے او بیمروت یہ مروت کا تقاضا تھا

کبھی میری محبت کا بھی چرچا تھا زمانے مین
مرا دل بھی کبھی کافر حسینون مین تماشا تھا

تمھین جانو یہ تم سے کیون مری پہرون شکایت تھی
تمھین سمجھو کہ اس سے مدعی کا مدعا کیا تھا

لکھا تھا خط مین جو کچھ مین نے اُسکا ذکر جانے دو
زبانی حال بھی اے نامہ بر کچھ اُسنے پوچھا تھا

بہت تھے یون تو اسباب اذیت ہجر مین لیکن
خیال غیر کانٹے کیطرح دل مین کھٹکتا تھا

بُرا ہو دل کا اب آٹھون پہر روتے ہی کٹتی ہے
وہ ساعت کونسی تھی جب کسیکو ہمنے دیکھا تھا

حفیظ آنکھین ملاتے ہی نظر کا چلگیا جادو
کسی کو اب دل دین گے یہ اپنا زعم بیجا تھا

ظالم نے دیا الزام نیا جب تار نفس کا ٹوٹ گیا
لو حورون کا دم بھرنے چلے جی میری وفا سے چھوٹ گیا

آتے آتے خشک لبون تک ہاتھ سے ساغر چھوٹ گیا
خاک مین ملگئین دل کی اُمنگین ہائے مقدر پھوٹ گیا

دنیا مین کسی کا جیتے جی ماتم نہ ہوا ہو گا یون بھی
جو آگیا میری بالین پر وہ پہرون چھاتی کوٹ گیا

کس دشمن جان کو دیدیا دل اس چوک کا صدمہ ایک طرف
رونے کیلیے کیا کم ہے یہی اک عمر کا ساتھی چھوٹ گیا

اُن زلفون کے خم و پیچ مین اب دل آتا کب ہے حفیظ اپنا
اُس صید کا پچھتانا حق ہے جو دام مین پھنسکر چھوٹ گیا

کلمہ گو ہون مین تمھارا یا محمد مصطفٰے
ورد ہے یہ نام پیارا یا محمد مصطفٰے

چھوڑ کر دشتِ مدینہ کو نہ جنت کی ہوا
یہ نہیں دل کو گوارا یا محمد مصطفیٰ

بارِ عصیاں تابشِ خورشیدِ محشر الاماں
لو خبر میری خدارا یا محمد مصطفیٰ

رحمۃ للعالمیں ہو شافعِ محشر ہو تم
مطمئن ہے دل ہمارا یا محمد مصطفیٰ

دھو گئے سارے گنہ وہ موردِ رحمت ہوا
آپ کو جس نے پکارا یا محمد مصطفیٰ

یا جمال اپنا دکھا دو یا مدینے میں بلاؤ
اب نہیں دوری کا یارا یا محمد مصطفیٰ

ہو گئی اپنی روضۂ اقدس کی چوکھٹ پر جبیں
شوق نے جس دن ابھارا یا محمد مصطفیٰ

جب ملک پوچھیں گے محشر میں ترا حامی ہے کون
نام لیں گے ہم تمہارا یا محمد مصطفیٰ

آیۂ لا تقنطوا پڑھ کر تو نازاں ہے حفیظ
آپ کا ہے کچھ سہارا یا محمد مصطفیٰ

شہِ دوسرا مصطفیٰ مصطفیٰ
حبیبِ خدا مصطفیٰ مصطفیٰ

کوئی ذکر لب پر نہ ہو مرتے دم
مگر یہ صدا مصطفیٰ مصطفیٰ

اگر اسمِ اعظم کا جویاں ہے تو
تو کر وردِ یا مصطفیٰ مصطفیٰ

خدا کی وہ رحمت میں داخل ہوا
یہ جس نے کہا مصطفیٰ مصطفیٰ

رٹوں اسمِ حضرت تمنا یہ ہے
وظیفہ ہو یا مصطفیٰ مصطفیٰ

وہ خالق ہے سب کا یہ ایمان ہے
خدا ہے خدا مصطفیٰ مصطفیٰ

زباں اپنی گویا ہو جب تک حفیظ
رٹے جاؤں گا مصطفیٰ مصطفیٰ

دل سے اک دن وہ دلربا نہ ملا
جب ملا حسبِ مدعا نہ ملا

بتکدہ اس امید پر چھوڑا
ہائے کعبے میں بھی خدا نہ ملا

ہم جو کہنے کو درد دل نکلے
ایک بھی درد آشنا نہ ملا

مدتون گو مزاج دانی کی
طور اُنکے مزاج کا نہ ملا

یون کسی کی تلاش مین گم تھے
ہم کو اپنا بھی کچھ پتا نہ ملا

ایک جھلک مین ہین غش جناب کلیم
خیر گذری وہ برملا نہ ملا

کیا تلون مزاج کا وعدہ
یون سمجھ لو ملا ملا نہ ملا

صحبتِ میکدہ چھُٹی جب سے
وہ مزہ پھر شراب کا نہ ملا

کہیے ہمت کو کیون نہ خضر طریق
جسنے ڈھونڈھا ہے اُسکو کیا نہ ملا

کسقدر ہے اچھوت حفیظ کا رنگ
شعر کوئی کبھی لڑا نہ ملا

یون تو کوئی بھی مرے دل کا نہ ارمان نکلا
پوچھتے تم ہو باصرار تو ہان ہان نکلا

آستین نکلی نہ دامان نہ گریبان نکلا
میری وحشت کا تو کچھ اور ہی سامان نکلا

کس کی تقدیر کھلی کس کا یہ ارمان نکلا
کشمکش مین ہمین کہان ات جو دامان نکلا

واہ کیا چیز مرا خانۂ ویران نکلا
ہو کے برباد بھی مجنون کا بیابان نکلا

گھر سے وحشت مین کوئی بے سر و سامان نکلا
لیجیے خانہ خرابی کا اب ارمان نکلا

میرے ستار مرا حشر مین پردہ رکھنا
گڑ ہی جاؤنگا اگر قبر سے عریان نکلا

رات واعظ کو بھی میخانے مین پیتے دیکھا
ہم ملک جسکو سمجھتے تھے وہ انسان نکلا

سیر نیرنگ جہان دل مین نظر آتی ہے
یہ وہ غنچہ ہے جو ہم رنگ گلستان نکلا

یہ خلش جان کے ہمراہ رہیگی اب تو
شکل پیکان جو کھٹکتا تھا وہ ارمان نکلا

مرگیا مین تو وہ بالین سے یہ کہکر اُٹھے
کار مشکل جسے سمجھے تھے وہ آسان نکلا

پوچھے اب کس سے کوئی باب محبت مین صلاح
ایک مجنون تو تھا تو وہ طفل دبستان نکلا

اے فلک بات یہ پھیلے گی کبھی یاد رہے
کوئی اپنا نہ ترے دور مین ارمان نکلا

رشک جنت مین بھی دوزخ کی طرح پھونکیگا
غیر محشر مین اگر آپ کا خواہان نکلا

دل جگر کو تری آنکھون نے جو تاکا تاکا
حُسن کافر تو مگر دشمن ایمان نکلا

کسکے قدمون سے لپٹنے کو اڑی خاک مری
کون ہوکر طرفِ گور غریبان نکلا

اہل دنیا کو کہان حشر مین بھی صبر و سکون
آج کے دن بھی یہ مجموعہ پریشان نکلا

پاس ناموس نے پہرون ہی گلا گھونٹا ہی
جوشِ وحشت مین ذرا بھی جو گریبان نکلا

ہم نے ابرو کی مہ نو سے اگر دی تشبیہ
آپ کے میان سے کیون خنجر بُران نکلا

آج کچھ ٹھان کے آئے بھی جو ہم وا نصیب
جان پہچان در یار کا دربان نکلا

مغتنم اہل سخن مین ہے تری ذات حفیظ
اپنے انداز کا تو ایک غزلخوان نکلا

سرمست وفا کہنا پھر سر بھی جدا کرنا
کہنا بھی تو کیا کہنا - کرنا بھی تو کیا کرنا

ہر ظلم روا رکھنا سب جور و جفا کرنا
لیکن فلکِ بد مین دو دل نہ جدا کرنا

دیکھ ایک نظر واعظ متوالی گھٹاؤن کو
اِس فصل مین اُس شئے کو جائز ہی روا کرنا

تا چاک قفس آنا تو نکہت گل لانا
احسان اسیرون پر اے باد صبا کرنا

آئے ہو شب وعدہ تو کھل کے ہنسو بولو
کون آج کے دن مانیگا عذر حیا کرنا

دزدیدہ نگاہون نے تاکا ہے جگر کسکا
کہتے ہین کہ یہ ناوک کیا جانین خطا کرنا

اچھا نہین اے ناصح انجام در اندازی
اچھا نہین اے ظالم دو دل کا جدا کرنا

داخل ہے ادا مین کیا یہ ضد بھی حسینونکی
کچھ کوئی کہے لیکن اپنا ہی کہا کرنا

وعدے سے جو پھرتے ہو اک بات مری سُن لو
اِس شکل و شمائل پر زیبا ہے دغا کرنا

احوال گذشتہ کے طعنے ہین عبث ناصح
بے درد بتا مجھکو اب چاہیے کیا کرنا

کہتے ہین کہو جو کچھ گذری ہے محبت مین
تاکید ہے پھر یہ بھی میرا نہ گلا کرنا

لکھا ہے کہ ہم شب کو آئینگے کبھی چھپکر
مطلب ہے کہ راتون کو بیدار رہا کرنا

اب تمکو حفیظ اُن سے کس بات کا شکوہ ہے
کیا چاہتے ہو پھر سے پیمانِ وفا کرنا

وہ دن ہین یاد جب مجھے تمھین ملنے کا ارمان تھا
خدا تھا اور خلوت تھی دعا تھی اور دامان تھا

گلہ وعدہ خلافی کا نہین اک بات کہتے ہین
زرا سوچو تو ہم سے بھی کبھی کچھ عہد و پیمان تھا

فرشتون پر یہ جادو حُسن کا جب چلگیا واعظ
ملامت کیا مجھے کرتا تو مین تو اک انسان تھا

یہ سمجھو تو وہ کیا جانین ابھی رسم عیادت کو
نہ آئے تو شکایت کیا اگر آتے تو احسان تھا

تعجب کیا جو تنجاتے سے آنکلا ہون کعبے مین
بتون کا زور کیا چلتا خدا اپنا نگہبان تھا

نہ نکلا ایک بھی محشر مین اپنا پوچھنے والا
کوئی دوزخ سے ترسان تھا کوئی جنت کا خواہان تھا

لکھون کیا وارداتِ ہجر تم سے مختصر یہ ہے
یہ گھر وحشت سرا تیرے لیے تھا باغ زندان تھا

خوشی کسدن تھی جینے کی جواب مرنیکا غم ہوتا
مگر اتنا کہ اس پردے مین اُنکا راز پنہان تھا

حفیظ اب آج ہم ہین اور ہے یہ گوشۂ عزلت
گئے وہ دن کہ روز و شب طواف کوئے جانان تھا

کارِ دشوار۔ تو مشکل نہین آسان ہونا
آدمی کے لیے ہان شرط ہے انسان ہونا

خود ہی ایک ایک سے کہتا ہین حالت اپنی
خود ہی [illegible] کے بعد [illegible] پشیمان ہونا

رونقِ خانۂ دشمن۔ کبھی دم بھر کے لیے
[illegible] ویران ہونا

اے جنون عشق سے اک پردہ نشین کا مجھکو
فاش پردہ نہ کرے چاک گریبان ہونا

فصل گل آئی ہے کیا کیجیے اب نذر جنون
کھوئے دیتا ہے مجھے بے سر و سامان ہونا

بخت یاور ہو تو پستی مین بھی ہوتا ہے عروج
خوب یوسف کو پھلا قیدی زندان ہونا

ہان نہین وہی تو الفاظ ہین پھر دیر ہے کیا
یاد ہم سے بھی ہے کچھ وعدۂ پیمان ہونا

قابلِ رحم تھا عالم مری رسوائی کا
رات کی رات وہ منت کش دربان ہونا

شوخ بیباک حسین جب کوئی آتا ہے نظر
یاد آتا ہے ترا دست و گریبان ہونا

بزم عشرت سے بھی کچھ اشک بہا کر اُٹھے
ہم سے دیکھا نہ گیا شمع کا گریان ہونا

دیکھنا جھوٹ بھی سچ ہو کے کبھی رہتا ہے
ہو مبارک ترے دل مین مرا ارمان ہونا

ہو جو اپنے لیے واعظ ہے فرشتہ خصلت
ڈھونڈھ سکی ہے بتا دے جو اپنا انسان ہونا

حد سے اتنا نہ گذر دیدۂ دیدار طلب
سوجھتا کیا نہین مشاطہ کا حیران ہونا

اپنی ہستی سے یہ کہتے ہین توکل والے
تنگ ہے غیر کا شرمندۂ احسان ہونا

نہ بچا حُسن کی تاثیر سے پتھر بھی حفیظ
صاف کہتا ہے یہ آئینے کا حیران ہونا

انصاف یہان اپنا ہوتا بھی تو کیا ہوتا
میری سی کوئی کہتا اُن کا نہ کہا ہوتا

امید بھرے دل کو اب یاس نے گھیرا ہے
اس سے تو یہ بہتر تھا وعدہ نہ کیا ہوتا

میرے ہی سُنانے کو ناصح کی یہ باتین ہین
وہ سامنے ہوتے تو لب بھی نہ کھلا ہوتا

خاموش ہوے جب ہم مایوس کرم ہوکر
کہتے ہین کہ ہم سے تو کچھ حال کہا ہوتا

ہوتے تو نہ ہوتے یون غارتگر دین یہ بت
ایسا جو بھلا ہوتا ہر دل مین خدا ہوتا

اچھا ہے گئے تنہا وہ محفل دشمن مین
ہمراہ جو مین ہوتا کیا جانیے کیا ہوتا

کاہے کو تمھیں کہتا پھر عہد شکن کوئی
مضبوط اگر ہم سے پیمان ترا ہوتا

باطن کی خبر کس کو دنیا ہے یہ ظاہر بین
الزام یہ کیون آتا چھپ کر جو پیا ہوتا

پردیس مین جاتے ہی تم بھول گئے ایسا
تحفہ جو نہ بھیجا تھا نامہ تو لکھا ہوتا

وہ ہوتے گھٹا ہوتی گلشن مین فضا ہوتی
کچھ پینے پلانے کا اُسوقت مزا ہوتا

کہنا یہ حفیظ اُن کا احسان جتاتا ہے
ابتک جو نہ ملتے ہم کیا حال ہوا ہوتا

نہ تو کعبے گیا نہ مدینے گیا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا
ارمان ہی جی کا جی مین رہا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

کبھی ہند سے اپنا سفر نہ ہوا کبھی ملک عرب مین گذر نہوا
رہا عزم ہی عزم یہ صبح ومسا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

نہ تو دیکھی فضا یثرب کی کبھی نہ طواف حرم سے ہوئی سیری
یہی شوق رہا یہی ذوق رہا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

یہ تمنا تھی کہ مدینے چلون وہین جاکے جیون وہین جاکے مرون
نہ ہوا جو مقدر اپنا رسا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

مقبول ہو نعت حفیظ کی کیا دربار نبی مین وہ کب پہونچا
کچھ کہہ نہ سکا کچھ سُن نہ سکا یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

دیکھنا اور تکلم سے وہ قاصر ہونا
واے بیمار کا اس حال مین آخر ہونا

نالے بے سود سہی تازہ مصیبت تو یہ ہے
ضبط پر بھی نظر آتا نہین قادر ہونا

ہمسے اتنا پہ سجدہ نہ کرا اصرار ای بت
اہل اسلام کا اچھا نہین کافر ہونا

راز داری کا شرف تو نے جسے بخشا ہے
ختم اُسی پر ہے ترے بھید کا ظاہر ہونا

منزلِ گور کی سختی تو رہی ایک طرف
لاکھ آلام کا باعث ہے مسافر ہونا

مرحلے ایسے کہان پیش وہان آئے تھے
سُن چکے حضرت ایوب کا صابر ہونا

کچھ تو ڈھارس ہو مرے دلکو دم بازپسین
تم زرا میرے سرہانے دم آخر ہونا

اہل دل جلوہ ترا دیکھ چکے حشر کے دن
ایسے منظر کا کچھ آسان ہے ناظر ہونا

مجلس وعظ جما تا ہوا گر اسے واعظ
خدمتِ پیر مغان مین کبھی حاضر ہونا

کہ رہی ہے ترے دامانِ کرم کی وسعت
کم سے کم میرے گناہون کا ہی وافر ہونا

سُن تو کیا کہتے ہین مرغانِ چمن شام و سحر
بے زبانون کا زرا دیکھ تو ذاکر ہونا

دیگا کیا دادِ شجاعت کوئی پیر فرتوت
کام سب کا ہے حبیب ابن مظاہر ہونا

یون تو قیدین ہین بہت میکدے جانے کیلیے
شرط اول ہے مگر طیب و طاہر ہونا

اسقدر تمکو مرے حال کی تفتیش ہی کیون
کیا ضرورت ہے بُرے حال سے ماہر ہونا

جب سے دیوانہ بنایا ہے یہ تاکیدین ہین
دیکھو رسوا نہ کہین تم مری خاطر ہونا

یہ کھچاوٹ یہ لگاوٹ بھی ہے اک امر عجیب
کہین سو پردے مین چھپنا کہین ظاہر ہونا

کیون نہ دیکھین نگہ کم سے مجھے لوگ حفیظ
اک بڑا عیب ہے اس دور مین شاعر ہونا

ب

نصیب ایسے کہان دیکھئے جو روئے حبیب
سنائی جائے مجھے قاصد تو گفتگوئے حبیب

زمانہ حسن پرست اب کہ بت پرست کہے
بتون کو دیکھ رہا ہون نظر ہے سوئے حبیب

جو اسکا دوست ہے اپنا بھی دوست ہے لاریب
عدو ہم اسکے ہین جی سے جو ہین عدوئے حبیب

وہ اپنے بخت کی گردش ہٹا کے جائے کہاں
ہزار کوس رہے جس سے دور کوے حبیب

ابھی سے کیا کہیں ارمان دل میں ہیں کیا کیا
کھلے گا شوق کا دفتر روبروے حبیب

علاج میرے جنون کا ہے چارہ گر اتنا
کیا کرے کوئی ہر وقت ذکر کوے حبیب

عزیز دل ہو مجھے کیوں جان سے بڑھکر
یہ وہ مکان ہے جسمین ہے آرزوے حبیب

یہ جا بجا یوں ہی کھویا ہوا سا پھرتا ہوں
لگا کے پھرتی ہے ہمت جستجوے حبیب

کلیم ہو گئے محو جمال چوک گئے
کچھ اور چھیڑ کے سننا تھی گفتگوے حبیب

مزاج میں بھی ہے نیرنگ حسن کا عالم
گھڑی گھڑی میں بدلتی ہے رنگ خوے حبیب

حفیظ پاک ہے دل خواہشات دنیا سے
بسے دماغ میں ایسی بسی ہے بوے حبیب

ت

سوچ آغاز میں انجام کی بات
یاد رکھو ہے یہ بڑے کام کی بات

جب سنی ساقی گلفام کی بات
پھول کی طرح چنی کام کی بات

آپ کی یاد کا بھی کیا کہنا
صبح کو بھول گئے شام کی بات

پھول جھڑتے ہیں دہن سے کیا کیا
بات ہے ساقی گلفام کی بات

بات میں بات نکل آتی ہے
آج ناصح نے کہی کام کی بات

چشم ساقی کو ہے دعوے سخن
معجزہ ہوگی لب جام کی بات

ہوش آغاز میں ہوتا جو حفیظ
سوچتے بیٹھکر انجام کی بات

دنیا میں کون کسکو نباہتا ہے جاے دوست
ملتے ہیں ڈھونڈھنے سے کہیں [illegible] دوست

ایسا اداشناس تو ہو آشنائے دوست — دل ہے کہ ہو رہا ہے سراپا ادائے دوست

دل اسلیے ہی دوست کہ ولمین ہی جائے دوست — جب تو بغل مین ہے دشمن بجائے دوست

مٹنے کی آرزو ہے اُسی رہگذار مین — اتنے لیے کہ لوگ کہین خاکپائے دوست

جو چاہے اسکو تول لے جو چاہے جانچ لے — میری وفا سے بڑھ نہین سکتی جفائے دوست

اپنی پسند چوٹ نہین تجھ پہ اے فلک — اُسکے زہے نصیب ہین جسکو ستائے دوست

برسون شمیم گُل سے رہا بد دماغ مین — لائی کبھی نسیم جو بوئے قبائے دوست

حاجت روائے خلق بھی لاتے ہین حاجتین — آتے ہین بادشاہ بھی پیش گدائے دوست

تقریر کا ہے خاص دائے بیان سے لطف — سنیے میری زبان سے کچھ ماجرائے دوست

ترغیب ترک عشق کی بیکار بات ہے — ناصح نہ یہ سنین گے کبھی مبتلائے دوست

سب کچھ ہے اور کچھ نہین عالم کی کائنات — دنیا برائے دوست ہے عقبیٰ برائے دوست

کیا خون ہو گیا کسی ارمان کا حفیظ
پہلو سے آرہی ہی جو آواز ہائے دوست

ٹ

دم ہی آنکھو نہین کرو آکے نظارا جھٹ پٹ — ہو کہین خاتمۂ بالخیر ہمارا جھٹ پٹ

تمنے عشق مین بھی نرکھا مرا سرزانو پر — ڈوبنے والونکو دیتے ہین سہارا جھٹ پٹ

ہو گا مشتاق شہادت مرے بعد ایک جہان — سوت کر تیغ سنبھال و ستم آرا جھٹ پٹ

خوگر جور نہ مجھے ہونے دو رفتہ رفتہ — جبر کرتا نہین انسان گوارا جھٹ پٹ

انکو لکھتا ہون کہ یہ وقت تغافل کا نہین — لیجیے میری خبر آکے خدارا جھٹ پٹ

ہم بڑی دیر سے بیٹھے ہوے منہ دیکھتے ہین — نگہ لطف کا ہو جائے اشارا جھٹ پٹ

آدمی ایک ہی ساغر مین بنا واعظ بھی
ایسے بگڑے کو بھی ساقی نے سنوارا جھٹ پٹ

جب نکیرین نے پوچھا کوئی حامی ہے ترا
ہم نے مرقد مین لیا نام تمھارا جھٹ پٹ

مدتون مین کسی شاعر سے نہ ہوا اسکا جواب
شعر کہدے جو حفیظ سخن آرا جھٹ پٹ

دونون جانب تھا محبت کا اثر سچ ہے کہ جھوٹ
آپ بھی رہتے تھے اکثر چشم تر سچ ہے کہ جھوٹ

یا تو ایسی شرم تھی یا اس قدر بیباکیان
آئینے سے تم چراتے تھے نظر سچ ہے کہ جھوٹ

سنتے ہین پیدا ہوا ہے غیر سے ارتباط
ہم تمھین سے پوچھتے ہین خبر سچ ہے کہ جھوٹ

صبح تک بےچین رہتے تھے جدائی مین جو ہم
کروٹین لیتے تھے تم بھی رات بھر سچ ہے کہ جھوٹ

اتفاقاً میری آمد کا جو ٹلجاتا تھا وقت
تم کھڑے رہتے تھے پہرون بام پر سچ ہے کہ جھوٹ

منھ چھپا کے راہ وہ کترا کے چلنا یاد ہے
اپنے سائے سے بھی تھا تمکو حذر سچ ہے کہ جھوٹ

تم ہمارے ہو چکے اب ہم تمھارے ہو چکے
عہد یہ ہین تھے یہ باہم مگر سچ ہے کہ جھوٹ

مدتون موقوف رکھا خط کتابت یک قلم
یاد آئے ہم نہ تمکو بھول کر سچ ہے کہ جھوٹ

کیا کہین خط غلامی تمنے پھر لکھا حفیظ
اُڑ رہی ہے یہ جو اک تازہ خبر سچ ہے کہ جھوٹ

تمام جرم کا دنیا مین بادشاہ ہے جھوٹ
خدا پناہ مین رکھے برا گناہ ہے جھوٹ

یہ روتے روتے لہو ہو گئی ہے آنکھ مری
خدا گواہ ہے جھوٹی کا اشتباہ ہے جھوٹ

سبق یہین سے بداخلاقیون کا ملتا ہے
برائیون کی زمانے مین [illegible] جھوٹ

عروج ہو نہین سکتا بغیر سچ ہرگز
یہ جان لو کہ ترقی کا سد راہ ہے جھوٹ

حفیظ اس سے مسلمان تک نہین [illegible]

جہان پر ہے مسلط وہ روسیاہ ہے جھوٹ

ج

چھوٹتا ہے یہ دار فانی آج
ختم ہوتی ہے زندگانی آج

کیا خبر کل زبان کھلے نہ کھلے
آکے سن لو مری کہانی آج

پھر کہان ہم کہان بہار سخن
دیکھ لو رنگ گلفشانی آج

کل یہ سامان پھر رہے نہ رہے
ہے غنیمت یہ کامرانی آج

کیون نہ آنکھون مین ہو جہان سیاہ
بجھتی ہے شمع زندگانی آج

کل نشانِ لحد رہے نہ رہے
کرلین احباب گلفشانی آج

اِس قفس سے حفیظ اُٹھے گا
شاید اپنا بھی دانہ پانی آج

آئینے سے ہے بدگمانی آج
ہو رہے ہین وہ پانی پانی آج

کل وہ بے اعتنائیان و ضدین
اور اس درجہ مہربانی آج

ہو کے بیچین کیون چلے آئے
کیا ہوئی اب وہ لن ترانی آج

اب یہ رنجش ہے عمر بھر کے لیے
کوئی جاتی ہے سرگرانی آج

کل جو ٹوٹی تھی وصل مین چوڑی
دل مین چبھتی ہے وہ نشانی آج

چشم ساغر کا یہ اشارہ ہے
لوٹ لے لطف زندگانی آج

جوہری اب کہان سخن کے حفیظ
کون پرکھے در معانی آج

ح

چلے بہار کے دن سر سر خزان کی طرح
اُجڑ رہا ہے چمن میرے آشیان کی طرح

خدا کیواسطے آستانہ سر چڑھا ہین آپ / کہ ہر نگاہ مین کھٹکین ہم آسمان کی طرح

رُلائے جو نہ لہو سرگذشت دل کیسی / وہ حال کیا جو سُنے کوئی داستان کی طرح

وہ کون ہے کہ پھرا میکدے سے جو محروم / کہان کسی مین یہ دریا دلی مغان کی طرح

اسیری اپنی اسیری کہان اب اے صیاد / قفس کی خیر مناتا ہون آشیان کی طرح

خلاف ہو گئی کیا تیر آہ کی تاثیر / کہ ملتے ملتے وہ اُٹھے کھنچے کمان کی طرح

جو انقلاب نہ اب اُس گلی مین ہو کم ہے / زمین بھی رنگ بدلتی ہے آسمان کی طرح

اسیر وہ ہون کہ زندان کو گھر سمجھتا ہون / قفس مین چہچے کرتا ہون آشیان کی طرح

تمھاری بزم مین آتے ہی آگئی آفت / رقیب ٹوٹ پڑا مجھ پر آسمان کی طرح

ٹھہرنے دیتی نہین منزل عدم کی کشش / سب آگے پیچھے روانہ ہین کاروان کی طرح

حفیظ ہو گی نہ طے تمسے راہ دوست کہ تم / قدم اُٹھاتے ہو بیمار و ناتوان کی طرح

د

سرِ عرش پہنچے ہین پائے محمد / یہ ہے اوج کسکا سوائے محمد

فلک پہ ہے اک دھوم معراج کی شب / ملک کہہ رہے ہین وہ آئے محمد

وجودِ دو عالم ظہور خدائی / برائے محمد برائے محمد

کہان ایسے فریادرس بیکسون کے / پکارین کسے ہم سوائے محمد

ظہور آپ کا مظہر ذات حق ہے / لقائے خدا ہے لقائے محمد

حبیب خدا شافع روز محشر / یہ رتبہ ہے کس کا سوائے محمد

ضرورت نہین اسکو کحل البصر کی / جسے مل گئی خاکپائے محمد

اگرے جسقدر کوئی تعریف کم ہے
خدا نے ہی خود کی ثناے محمد

گھمنڈ آپ ہی کا ہے ہم عاصیونکو
نہین کوئی حامی سواے محمد

سمجھ لو کہ ایمان کامل نہ ہوگا
نہ ہو دل مین جبتک ولاے محمد

حفیظ اور تحقیق کی کیا معرفت کی
ہمارا خدا ہے خدا ے محمد

قبلہ ہے مرا کعبۂ ابروے محمد
دل سوے محمد ہے نظر سوے محمد

محدود ہو کیا سلسلۂ بخشش عاصی
کوتاہ کچھ ایسے نہین گیسوے محمد

واعظ نہ کرے بھول تعریف جنان کی
وہ دیکھ لے آنکھونسے اگر کوے محمد

آئینۂ وحدت کی تجلی نظر آئی
اللہ رے صفاے رخ نیکوے محمد

رعنائی طوبی مری نظرونمین جچے خاک
آنکھونمین کھبا ہے قد دلجوے محمد

کافور ہوئی نامۂ عصیان کی سیاہی
آیا جو تصور مین کبھی روے محمد

مسکین حفیظ آپ سے امداد طلب ہے
اے شیر خدا قوت بازوے محمد

کس شان سے تھامے ہوے دامان محمد
داخل ہوے جنت مین غلامان محمد

کہتا ہے یہ ارمان حیات ابدی کا
ہو جائیے سو جان سے قربان محمد

اے صلی علی پنجتن پاک کے اخلاق
اے صلی علی نکہت بستان محمد

جبتک نہ سنائے گا خدا مژدۂ بخشش
چھوڑینگے نہ ہم گوشۂ دامان محمد

ہر نعمت کونین ہے حضرت کا تصدق
پھر کون نہین بندۂ احسان محمد

وصف آپکے ہین عالم ادراک سے باہر
کیا شان ہے کیا شان ہے اے شان محمد

جنت کی حفیظ آپ کو تعمیر مبارک
مانگیں گے جگہ ہم پس ایوان محمد

آنکھوں میں کھبا ہے رخ زیبائے محمد
پھرتا ہے نگاہوں میں سراپائے محمد

اعلیٰ تھی سر عرش سے بھی جائے محمد
معراج میں اللہ سے مل آئے محمد

ہم ہوں گے جہاں حشر میں یہ شور اٹھیگا
شیدا ہے محمد میں یہ شیدا ہے محمد

دیتی ہے ندا حشر میں اللہ کی رحمت
ہو آج وہی - حکم جو فرمائے محمد

صبح شب معراج حفیظ آئیں ندائیں
بگڑی ہوئی امت کی بنا آئے محمد

منائے جو دنیا منافی ہے عید
یہاں تجھ میں کب خوش آتی ہے عید

بہت غم جہاں میں ہے تھوڑی خوشی
برس روز کے بعد آتی ہے عید

نئی تیس دن تک وہ فرماشیں
حسیں لوٹتے ہیں جب آتی ہے عید

نہ دلکش ہو کیوں آج کی صبح و شام
سماں زلف و رخ کا دکھاتی ہے عید

خدا کے لیے اب تو ملیے گلے
کہ آپس میں سب کو ملاتی ہے عید

دکھاتی ہے جلوہ عروس خوشی
دلھن بن کے عالم میں آتی ہے عید

[illegible] ستے وہ عید کیا ان حفیظ
رلاتی ہے مجھکو جب آتی ہے عید

کٹ رہی ہے کسی کی عید تو عید
کیا خوشی تو خوشی ہے عید میں عید

سال بھر تک دعائیں مانگی ہیں
جب ملے ہیں وہ آ کے عید میں عید

کچھ نہ پوچھو جناب شیخ کا حال
روز ہے مجلس مرید میں عید

جب کھنچی میکدے مین پی آئے
اپنی ہوتی ہے ہر شید مین عید

میرے مرنے سے شادیین دشمن
آج ہے محفل یزید مین عید

راہ تکتے ہی دن تمام ہوا
خوب گذری امید امید مین عید

حیلہ گر ہین وہ ٹال دین گے حفیظ
ایسی ایک فرمائش جد ید مین عید

دوستی کا کہین چرچا نہ رہا میرے بعد
یون زمانے سے اُٹھی رسم وفا میرے بعد

کوئی ساقی کی نہ آنکھون مین کھبا میرے بعد
میکدے مین رہی خالی میری جا میرے بعد

روز ملتا ہے کہین قول کا سچا کوئی
یاد آئے گا مرا عہد وفا میرے بعد

کون کسکے لیے درگاہ مین چلے باندھے
گُل ہوئی شمع مزارِ شہدا میرے بعد

پھر ستم کا متحمل نہ کوئی دل ہوگا
تو سہی ہاتھ ملین اہل جفا میرے بعد

کنگھی چوٹی سے تمھین اور بھی الجھن ہوگی
آئینہ دیکھ کے دم ہوگا خفا میرے بعد

چارہ گر تجھکو مبارک ہو یہ تدبیر علاج
رنگ تاثیر دکھائے گی دوا میرے بعد

ہاتھ اُٹھا کر جو ابھی کوس رہے ہین مجکو
مغفرت کی بھی مانگینگے دعا میرے بعد

پیر میخانہ مرے غم مین مکدر ہوگا
خاک برسیگی جو برسی بھی گھٹا میرے بعد

جام پر روئے گی مُنھ رکھ کے صراحی بھی حفیظ
ہوگی بے کیف مے ہوش ربا میرے بعد

ر

رُک گیا خود خاک تازہ اُن کا توسن دیکھکر
ورنہ وہ روکے سے رُکتے میرا مدفن دیکھکر

یاد ساقی کی جو آئی صحن گلشن دیکھکر
آگ دلمین لگ گئی پھولون کا جوبن دیکھکر

دوست ناخوش ہون کہ خوش ہین اسکو دشمن دیکھکر — پھیر لینا منھ مگر تم میرا مدفن دیکھکر

اس محبت نے کہان دستِ ہوس پہونچا دیا — سوچنے کی بات تھی یوسف کا دامن دیکھکر

یون تو فیض عام ہے تیرا زمانے کیلیے — ہان مگر اتنا کہین گے دوست دشمن دیکھکر

حور کے حسن و ملاحت کا بیان واعظ درست — خاک کے پتلون کا بھی کچھ رنگ و روغن دیکھکر

قابل کعبہ نہ بتخانے ہی کے لائق ہین ہم — پھر چلے جاتے ہین کیون شیخ و برہمن دیکھکر

ایک کیا لاکھون چمن ان چار تنکون پر نثار — لوٹتی ہین بجلیان میرا نشیمن دیکھکر

مجمعِ اربابِ بینش سے الگ اپنا شمار — پوچھتا ہے کون اک دانے کو خرمن دیکھکر

دھیان جب گور و کفن کا دشت غربت مین بندھا — ہو گئی تسکین دل صحرا کا دامن دیکھکر

آسمان کا شعبدہ کہیے کہ نیرنگ زمین — رک گئے وہ رہگذر مین ایک مدفن دیکھکر

وائے حسرت زندگی اپنی ہو اُسکی دید پر — دم نکلتا ہے قضا کا جسکی چتون دیکھکر

دل کو رنگ بے ثباتی کا ہوا اتنا اثر — خون پانی ہو گیا گلہاے گلشن دیکھکر

وجہ آزادی نہین صیاد کا شکر و سپاس — یاد آتا ہے قفس اجڑا نشیمن دیکھکر

کون سے مذہب مین جائز ہے یہ اندازِ ستم — پھیر لینا منھ کسی بیکس کا مدفن دیکھکر

نکتہ چین اہل حسد ناحق الجھتے ہین حفیظ
تنگ ہین میرے سخن کو ماہر فن دیکھکر

غضب ہے کہ وہ جان پہچان ہو کر — الگ مجھ سے بیٹھے ہین انجان ہو کر

انھین یاد دلوائین کیا گذری باتین — جھکا لین گے گردن پشیمان ہو کر

یہ گھر چھوڑ کر درد جاتا کہان ہے — رہا دل مین اب یہ بھی ارمان ہو کر

بہت پارسائی کی لیتا ہے زاہد — فرشتہ بنا ہے یہ انسان ہو کر

شبِ غم کا دنیا مین ہے کون پرسان
کہان جائے یہ میری مہمان ہوکر

زرا دردِ دل جس سے کہنے لگے ہم
وہ بالین سے اُٹھا پریشان ہوکر

نہ آنا ہی تھا ایسے آنے سے بہتر
حیا ساتھ آئی نگہبان ہوکر

حفیظ اُن سے کیون دردِ دل کہہ رہے ہو
کہین رو نہ دین وہ پریشان ہوکر

ادھر دیکھ کر اور اُدھر دیکھ کر
ملانا نظر سے نظر دیکھ کر

قدم رکھ سرِ رہگذر دیکھ کر
ارے دیکھ کر فتنہ گر دیکھ کر

قفس کیا نشیمن سے کچھ دور تھا
مگر رہ گئے بال و پر دیکھ کر

تغافل بھی ظالم لگاوٹ کے ساتھ
چرانا نظر اک نظر دیکھ کر

چمن کی روش پر ٹہلتے ہین وہ
زرا چل نسیمِ سحر دیکھ کر

چھپائے سے چھپتی ہے الفت کی آنکھ
کوئی بھانپ لیگا نظر دیکھ کر

پڑے ہین بہت دل سرِ رہگذار
قدم رکھ زرا دیکھ کر دیکھ کر

بگڑ کر کوئی پھر دکھائے نہ آنکھ
بہا اشک اے چشمِ تر دیکھ کر

جو پروانہ لپٹا کوئی شمع سے
ہوا آگ بیداد گر دیکھ کر

جوانی مین پیری ہے پیشِ نظر
زمانے کی شام و سحر دیکھ کر

میرے خط مین چوری چھپے کی ہے بات
یہ موقع محل نامہ بر دیکھ کر

قفس کی حقیقت نگاہون مین ہے
تڑپتا ہے دل بال و پر دیکھ کر

ہوئے معتقد اچھے اچھے حفیظ
[illegible]رے سخن مین اثر دیکھ کر

زمانے بھر کا کیوں الزام ہے میری محبت پر
برائی کیا اگر دل آگیا اک اچھی صورت پر

گھمنڈ اتنا ہوا زاہد کو دو دن کی عبادت پر
کہ دنیا ہی میں یہ قبضہ کیے بیٹھا ہے جنت پر

تعجب ہے بگڑنا اور فرقت کی شکایت پر
عجب ہے آپکو حسرت نہ آنا میری حسرت پر

کہانی غم کی دو دن کی کان کھا کر لوگ سنتے ہیں
بگڑنا آپ ہی کا کام ہے شرح مصیبت پر

سحر تک وصل کی شب دیکھیے کیا رنگ لاتے ہیں
ابھی سے کچھ ہوائی چھوٹ رہی ہے اُنکی صورت پر

عدو کے ساتھ آئے ہو جلانے بعد مردن بھی
یہ انگارے بچھانا ہے چڑھانا پھول تربت پر

ثبات زندگانی سے بھی کم ہے عیش کی مدت
غم جاوید کو کیا چھوڑیے اتنی مسرت پر

ملائیگی کسی دن خاک مین یہ سادگی دل کی
بہت اِسکو بھروسہ ہے حسینونکی محبت پر

بنا ہے ذرہ ذرہ خاک کا چشم تماشائی
قیامت کا سماں چھایا ہوا ہے میری تربت پر

ندامت دخت رز کی مسکنے تاب ضبط مشکل ہے
چلیگی چوٹ واعظ سے کہ حرف آتا ہے عزت پر

یہاں یہ شوق کی دھن ہے کہیں جلدی نقاب اُٹھے
وہاں یہ ضد کہ یہ حسرت اُٹھا رکھو قیامت پر

سوالِ وصل پر گردن جھکا کر مسکرا دینا
یہ شرمیلی ادا طرہ ہے بھولی بھولی صورت پر

حفیظ آمدین بس یہ چند بیتین ہو گئین فی دن
زیادہ شعر کہنا زور دینا ہے طبیعت پر

کہتے ہین یہ بت ستا ستا کر
جا اپنے خدا سے التجا کر

نازک ہے یہ دل مگر کڑی بات
شیشہ نہ بچے گا ٹھیس کھا کر

دل ہی مین وہ ہوگا دیکھ زاہد
کعبے مین خدا۔ خدا خدا کر

چلتی ہے نسیم جب تری چال
رہ جاتے ہین غنچے مسکرا کر

اِس حسن کی جان ہے جوانی
آتی نہین یہ بہار جا کر

کھلتی نہ حرم کی کچھ حقیقت
آنکھین ہوئین بتکدے مین آکر

ساتھی نہ ہوا حفیظ کوئی
کیون دیکھ لیا نہ آزماکر

خواب وخیال ہوگئی زندہ دلی کی سیر
آنکھین ہین اور وادی افسردگی کی سیر

کہسار و دشت و بحر مین رکھا ہوا ہے کیا
انسان شہر شہر کرے آدمی کی سیر

جو دیکھتا ہے مجھکو وہ بنتا ہے حیرتی
اک طرفہ سیر ہے مری دیوانگی کی سیر

واعظ کیا ہے تونے جو باغ ارم کا ذکر
چل آج ہم دکھائین تجھے اک گلی کی سیر

دنیا مین ہی جو دین کی دولت ہین تو ہے
دونون جہان کی سیر ہے کوچے نبی کی سیر

آنکھون مین جان جسکی جدائی مین آگئی
اے کاش دیکھ لے وہ مری جانکنی کی سیر

یہ شہر وہ ہے دیکھیے برسون اسے حفیظ
دو دن ہوئی تو خاک ہوئی بمبئی کی سیر

لحاظ وضع پاس ضبط بھی ہو وقت مشکل پر
یہ سب کچھ ہو اگر تھوڑا سا قابو بھی رہے دل پر

نظر ہے آئینے پر چوٹ ہوتی ہے مرے دل پر
کرین کیا زور کچھ چلتا نہین مد مقابل پر

اُڑاکر خاک کانٹے بوئے اپنے حق مین مجنون نے
کہ اک پردہ پڑا اب اور بھی لیلی کے محمل پر

خدا کے واسطے کچھ انتہا بھی ناز بیجا کی
یہ کہیے تو کہان تک جبر اب کوئی کرے دل پر

مسخر اسکو کرتا ہون محبت کی نگاہون سے
وہ بسمل ہون کمندین ڈالتا ہون اپنے قاتل پر

جہان ہو شوق سا رہبر وہان کیا راہ کا کھٹکا
ہمارا قافلہ کچھ دن رہے پہونچے گا منزل پر

وہان قاصد سے سنکر حال غم اسکو صدمہ ہو
یہان جو کچھ گذرنی ہے گذر جاے مرے دل پر

خدا ہو مہربان تو ناخدا کی سعی و کوشش کیا
شکستہ ہو کے بھی کشتی پہونچ جاتی ہے ساحل پر

جوانی تک ہزارون حسرتین گھیرے ہین دل کو
گرے ہین رات بھر پروانے کیا کیا شمع محفل پر

صعوبت پر مسافت کی گرے بیساختہ آنسو
ٹپک جب آبلون کی کچھ ہوئی محسوس منزل پر

اجل سے بڑھ کے بھی ہمدرد کوئی بیکسون کا ہے
بڑا وہ دوست ہے جو کام آئے وقت مشکل پر

سوالِ وصل پر اُسنے نگاہِ گرم سے دیکھا
حسینون مین روا ہے داغ رکھنا دست سائل پر

حفیظ اب باز آؤ اُس گلی مین آنے جانے سے
زہے غیرت تم اتنا جبر اُٹھا سکتے نہین دل پر

بتخانے کی سیر اور ہے کعبے کا سفر اور
اے دیدۂ باطن ہے یہ گھر اور وہ گھر اور

او صید فگن تاک کے اک تیر نظر اور
دل جب سے نشانہ ہے تڑپتا ہے جگر اور

ایسی بھری برسات مین ساقی کی جُدائی
اُٹھی ہے گھٹا آج برس دیدۂ تر اور

گھر جا نہ سکین شرم سے چڑھ جائے دن اتنا
کچھ دیر سُلا رکھ اُنھین او بادِ سحر اور

کچھ پی بھی گئے آج کی صحبت مین زیادہ
مدہوش کیے دیتی ہے ساقی کی نظر اور

تقدیر سے تدبیر کا بس چل نہین سکتا
ہم سوچتے کچھ اور ہین ہوتا ہے مگر اور

اب لاکھ قسم کھاؤ صفائی نہین ممکن
چھپی ہوئی چتون مجھے دیتی ہے خبر اور

پینے کو تو ہر فصل مین پیتے ہی ہین میکش
برسات مین دیتی ہے مزہ آتش تر اور

غماز کے ہاتھون سے ہین تنگ اہل محبت
کمبخت لگاتے ہین اِدھر اور اُدھر اور

یون کہہ کے کیا کرتے ہین ساقی کو مخاطب
صدقے تری آنکھون کے کوئی جام اِدھر اور

خود ملتے حفیظ آپ سے بیتاب ہو کر
حضرت سے جو ہوتا کوئی دن ضبط اگر اور

سایہ ہے کاکلون کا خط روئے یار پر
گھنگھور چھا رہی ہے گھٹا سبزہ زار پر

زاہد کو ایک دن نہ ملی اعتبار پر
اوقات مدتوں سے ہی اپنی اُدھار پر

آیا نہ کوئی شمع جلانے کے واسطے
تا حشر بیکسی کا جلا دل مزار پر

میخواروں نے اچھالی ہے دستار شیخ کی
پھبتی کہی یہ لکۂ ابر بہار پر

در سے جو آنکھ ہے شب وعدہ لگی ہوئی
تقدیر ہنس رہی ہے مرے انتظار پر

کچھ دن رہا جو موسم گل کا یہی سمان
جنت بکیگی جام مے خوشگوار پر

اس سے نہ آئے گا دل صیاد کو ترس
مارے قفس میں بلبل بیکس ہزار پر

دنیا سے اُٹھ گیا ہوں جو ناکام و نامراد
اک بھیڑ حسرتوں کی ہے میرے مزار پر

قاصد نے جو کہا ہے اُسے مان تو حفیظ
ایمان کی بنا ہے فقط اعتبار پر

پریشان ہے تو دلجمعی کے کچھ سامان پیدا کر
توکل پر نہیں تکیہ تو اطمینان پیدا کر

مکدر ہو رہے ہے جو خاک اُڑانے سے وہ صحرا کیا
سمائی جس میں وحشت کی ہو وہ میدان پیدا کر

صدا گونجی ہوئی ہے دشت و در میں کوس رحلت کی
سماعت کے لیے اے بےخبر تو کان پیدا کر

بنا دل ضبط کا خوگر جو آنکھ اُس سے ملانا ہے
جگر پر زخم کھانے کے لیے اوسان پیدا کر

یہ چند آنسو لگا دیں ساحل مقصود پر تو بہ
جو لے ڈوبے مجھے ہی چشم وہ طوفان پیدا کر

اُٹھا مسند بچھا کر بوریہ آ بیٹھ گوشے میں
جو پجوانا ہو شاہوں سے گدا کی شان پیدا کر

فلک در پے ہے ہو اُسکا لے جو نام آزاد ہو کوئی
محبت کی یہ خواہش نت نیا ارمان پیدا کر

خزف ریزے بھی دیتے ہیں کبھی الماس کا دھوکا
جواہر کی اگر ہے جستجو پہچان پیدا کر

لباس فاخرہ زیبا نہیں ہے دلق پوشوں کو
فقیروں کی بنا صورت گدا کی شان پیدا کر

نہ ہو منکر تو اعجاز محبت دیکھ کر ناصح
خدا کو مان اے کمبخت اب ایمان پیدا کر

حفیظ ایجاد کا آگے مزہ تقلید مین تیری
غزل کہنے کا وہ اُسلوب وہ عنوان پیدا کر

جگہ ہر دل مین ہو وہ دلبری کی شان پیدا کر
ادا مین دلنوازی بھی ترے قربان پیدا کر

بڑھے حرص و ہوا جس سے نہ وہ رمان پیدا کر
فراغت چاہتا ہی تو فنا کا دھیان پیدا کر

کہا ہے کسنے دنیا مین فرشتہ بنکے رہنے کو
مگر انسان کی خاصیت اے انسان پیدا کر

مزہ جب ہے سمجھ لے بے کہے وہ حسرتین دل کی
خموشی مین بیان حال کا عنوان پیدا کر

وفا کا ہو رہیگا امتحان اسکی ہی جلدی کیا
کوئی دن دوست دشمن کی بھی پہچان پیدا کر

نہ کھو ہاتھون سے خود پابندی اوقات کی نعمت
زیادہ ربط دنیا سے نہ اے نادان پیدا کر

تقاضا میری وحشت کا یہ دشت یاس مین بھی ہے
جہان اے جنون کو ہول وہ میدان پیدا کر

جواب لنترانی پر ضرورت کیا اُلجھنے کی
خود اپنے حوصلہ کو دیکھ کر ارمان پیدا کر

اِدھر تو سو وہم کے نرغے مین اپنا بدگمان اک دل
اُدھر تاکید ہر وعدے پر اطمینان پیدا کر

کسی پر جوڑنا بہتان کیا اچھا ہی اے واعظ
جو اپنے کو بھی لے ڈوبے نہ وہ طوفان پیدا کر

مصور کا قلم اگر نہین تو بول جاتا ہے
الٰہی پیکر تصویر مین تو جان پیدا کر

عجب تسخیر دل ہے یہ فریب حسن کا ٹٹکا
جہانتک ہو جفا مین بھی وفا کی شان پیدا کر

کسی کھوئے ہوئے کو کون دے مکتوب ہی قاصد
اگر پھر باندھنا ہے لے ذرا اوسان پیدا کر

حفیظ اس طرز نو کی شاعری اچھی تو ہی لیکن
غزل مین میر ہی کا رنگ تا امکان پیدا کر

ادھر دیکھا و جانے والے بگڑ کر
تڑپتا ہے کوئی کلیجا پکڑ کر

بناوٹ سے وہ روٹھ جانا بگڑ کر
وہ پہرون منانا مرا پاؤن پڑ کر

اُمنگیں جوانی کی یوں کہہ رہی ہیں
مبارک ہو تم کو یہ چلنا اکڑ کر

ملے آج پھر آپ کو سے عدو میں
کہا تھا یہی ہمنے کل پاؤں پڑ کر

جو تمنے کہا ہے کرینگے وہ آخر
مگر ابتدا اُچٹ کر اُکھڑ کر

یہی تھا یہی ہاتھا پائی کا حاصل
کوئی چوم لے منہ کلائی پکڑ کر

تمھاری گلی کے جو ہیں رہنے والے
مریں گے یہیں ایڑیاں وہ رگڑ کر

کبھی آتے جاتے ملیں بھی وہ تنہا
تو پھر دو دو باتیں ہوں ان سے بگڑ کر

کہیں رند میکش کو ملتی ہے جنت
مگر ہمنے واعظ سے لی جھگڑ کر

یہ جسکے لیے تنکے چنتی ہے بلبل
بکھر جائیگا وہ نشیمن اُجڑ کر

وہ معشوق طناز ہے یہ جوانی
کسی کو نہیں چین اس سے بچھڑ کر

ہوئے چپ وہ دشنام کیا دیتے دیتے
دہن سے ابھی رہ گیا پھول جھڑ کر

الگ راہ ہے اُنکی دیر و حرم سے
جو بیٹھے ہوئے ہیں ترے در پہ اڑ کر

بتوں سے ہوئی پھر نہ کعبے کی زینت
زمانے میں بنتے رہے گھر بگڑ کر

حفیظ آہیں بھرنے سے کیا مدعا ہے
چلے آئیں گے وہ کلیجا پکڑ کر

مٹے ہیں نقش و نگار ایسے بشیتر بنکر
بگڑ گئے ہیں گھروندے کی طرح گھر بنکر

نگاہِ شوق کی زد پہ نہ آؤ گے پھر کیا
رقیب آج بچالیں تمھیں سپر بنکر

لکھا ہے خط جلی میں در تمنا پر
ہزار بار بگڑتا رہا یہ گھر بنکر

مجھے بتا کہ سزا اُسکی کیا ہے اے واعظ
کرے جو خلق کو گمراہ راہبر بنکر

مجھ ایسے مست کو کیا خوف گرمی محشر
رہیگا دامن تر سر پہ ابر تر بنکر

خدا کے واسطے حد ہے کوئی تغافل کی
ملاؤ خاک مین مجھکو نہ بے خبر بنکر

کسی کی چال کسی کی روش نصیب کہان
چلے نسیم سحر لاکھ ادھر اُدھر بنکر

بلا کی نیچی نگاہون مین اچپلاہٹ ہے
تڑپ رہی ہے حیا شوخی نظر بنکر

کہین زوال نہین ایلچی کو سنتے ہین
وہان چلین گے خود اپنے پیامبر بنکر

کوئی شریک نہین آرزوے بیحد کا
دعا بھی جان چرائی ہے بے اثر بنکر

وہی ہے صبح شب وصل جانے جانے کی ضد
بگڑ گئی مری تقدیر رات بھر بنکر

دکھا کے آنکھ محبت کی مار رکھتے ہین
حسین زہر بھی دیتے ہین چارہ گر بنکر

حفیظ پوچھ شرف اُس سے فیض صحبت کا
ہنروروں مین رہا ہو جو بے ہنر بنکر

ہو مرتے دم بھی نام اُنھین کا زبان پر
اللہ خاتمہ ہو اسی داستان پر

ٹوکا جو اُسنے آج تو کھیلین گے جان پر
ہم بھی ہین زہر کھائے ہوے پاسبان پر

جاتے ہین آپ درد کو دل سونپ کر کہان
گھر چھوڑتا نہین ہے کوئی میہمان پر

کعبے کو شیخ جائے برہمن بسائے دیر
ہم تو ڈھئی دیے ہین ترے آستان پر

آیا ضرور رات کوئی اُنکے خواب مین
یون صبح سے عتاب نہین پاسبان پر

دم بھر مین جھک پڑا ہے وہان میکشون کا غول
دو گھونٹ جسنے پی ہے کبھی جس دکان پر

آجاتے ہین ادھر بھی جلانے کیواسطے
جاتے ہین جب کبھی وہ عدو کے مکان پر

رہتا تھا دوش یار تہ سر تمام رات
اپنا بھی تھا دماغ کبھی آسمان پر

کیا کیا نہ آزمائش مہر و وفا ہوئی
روز ایک امتحان رہا امتحان پر

بیتین بلیغ زینت دیوان ہوئین حفیظ

سائے تھے جتنے شعر چڑھے وہ زبان پر

دنیا کے وضع دار طرحدار دیکھ کر
ملتے تو خوش مزاج خوش اطوار دیکھکر

رحمت کا جوش عفو کی معیار دیکھ کر
اے شان رحم سوئے گنہگار دیکھکر

اللہ رے ظرف ہادیِ راہ طریق کا
جھپکی نہ آنکھ جلوۂ دیدار دیکھکر

اُس گھر کا پاسبان سمجھتے ہین سب مجھے
در پر کبھی کبھی پسِ دیوار دیکھکر

اپنا ہی دل نہین تری چالون سے پائمال
دنیا مٹی ہے شوخی رفتار دیکھکر

عمرت دراز عشوہ فزون نرگسِ چمن
جیتے ہین مجھ کو آنکھ کے بیمار دیکھکر

بے جان کا ہی جسم مکان بھی مکین بغیر
روتی ہے بیکسی در و دیوار دیکھکر

قاتل ہم اپنی موت سے آگاہ ہو گئے
شہ رگ پھڑک اُٹھی تری تلوار دیکھکر

چشمِ کرم مین کون ہے رحمت کا مستحق
عالم پناہ سوئے گنہ گار دیکھکر

یوسف کے باب حُسن مین جائے سخن نہین
لیکن کسی کی گرمی بازار دیکھکر

بے دیکھے بک گئے کسی پردہ نشین کے ہاتھ
فارغ ہوئے جو حسن کا بازار دیکھکر

ایمان کیون نہ لائیے قاصد کی بات پر
وہ بھی حدیث وعدۂ دیدار دیکھکر

ایک وار بھی کہ زندۂ جاوید ہو رہون
جان آگئی ہے جسم مین تلوار دیکھکر

اللہ خون ہو گا نزاکت کا کس کے سر
سہما ہون دستِ ناز مین تلوار دیکھکر

داخل ہے قدر وقت بھی شکر و سپاس مین
خوش ہو رہے ہین ابر کو میخوار دیکھکر

خواہش رجوع خلق کی اس وضع پر حفیظ
پہنتے ہین لوگ جبہ و دستار دیکھکر

چشمِ پُرفن مین لگاوٹ کی نظر پیدا کر
دل مسخر ہون وہ باتون مین اثر پیدا کر

باغ مین فکر نشیمن سے عبث اے بلبل
ہو سکے تو دل صیاد مین گھر پیدا کر

دھیان اُس چاند کے ٹکڑے کی محبت کا جو ہے
داغ کھانے کے لیے پہلے جگر پیدا کر

کوئی آسان نے کیا عشق ہوس کی پہچان
دوست دشمن کے پرکھنے کو نظر پیدا کر

ہر قدم پر ہے یہی شوخی رفتار کی ضد
کوئی ہنگامہ سر راہ گذر پیدا کر

کام لے مشق تصور سے جو ہے خواہش دید
وہی ہر سو نظر آئے وہ نظر پیدا کر

مرنے جینے کا مزہ ہے کچھ انھین باتون مین
دل حسینون مین ادھر کھو تو ادھر پیدا کر

قدر دانی ہو تو پہلی سی یہ معلوم حفیظ
شعر مین میر کا انداز مگر پیدا کر

پتھر سے نہ مارو مجھے دیوانہ سمجھکر
آیا ہون ادھر کوچۂ جانانہ سمجھکر

کہتے ہین یہ رونے سے لگی دل کی بجھیگی
سمجھاتے ہین اپنا مجھے پروانہ سمجھکر

مین وہ ہون کہ سیری مجھے ہوتی نہین مے سے
دینا مرے ساقی مجھے پیمانہ سمجھکر

نخوت سے جو اک بات نہ سنتے تھے ہماری
خود چھیڑ رہے ہین ہمین دیوانہ سمجھکر

ہم اُنکے ہین دل اُنکا ہے جان اُنکی ہے لیکن
پھر منھ کو چھپاتے ہین وہ بیگانہ سمجھکر

رکھا نہ کہین کا ہمین بربادی دل نے
ارمان ٹھہرتے نہین ویرانہ سمجھکر

دیکھ آپ سے باہر ہو منصور کی صورت
کرنا ہے تو کر نعرۂ مستانہ سمجھکر

ہم اور ہی کچھ ڈھونڈھتے پھرتے ہین تو یعنی
بتخانے مین جاتے نہین بتخانہ سمجھکر

خوبان سے ٹھہرے یا نہ پٹے وصل کا سودا
دل پہلے ہی لے لیتے ہین بیعانہ سمجھکر

ساقی کی جو آنکھون کو ہوئی بزم مین گردش
ہم لوٹ گئے گردش پیمانہ سمجھکر

کہہ جاتے حفیظ اُنکو جو تم ہوش مین کیا کچھ

وہ طرح دیے جلتے ہین دیوانہ سمجھکر

ز

ہوگا ہر محفل مین چرچا چند روز
مر کے بھی ہونا ہے رسوا چند روز

لوٹ لے اس حسن دلکش کی بہار
مغتنم ہے یہ تماشا چند روز

قدردانِ جور پھر مجھ سا کہان
اور کر لو ناز بیجا چند روز

ضبط غم بھی کچھ دنون درکار ہے
[illegible] چند روز

اب سے پہلے یقین نہ یہ مجبوریان
تھا ابھی پر زور دعوا چند روز

کاٹ دین یہ کہہ کے راتین ہجر کی
[illegible] ہے تنہا چند روز

باتین چلمن سے وہ اب کرنے لگے
دیکھنے کا ہے یہ پردا چند روز

کچھ دنون تھا میرے آگے ارتبادا
کیا موافق تھا زمانہ چند روز

فکر دنیا تو بہت کی اے حفیظ
کیجیے اب فکر عقبا چند روز

اے دردرسیدون کے حامی سلطان الہند غریب نواز
اے عقدہ کشا اولاد علی سلطان الہند غریب نواز

ڈیوڑھی سے سخی داتا تیری پھرتا نہین کوئی کبھی خالی
پوری ہو مری بھی مراد دلی سلطان الہند غریب نواز

اظہار بیان سے ہے ترک ادب رہجاتے ہین وا ہوہو کر لب
کچھ آپ سے حال نہین مخفی سلطان الہند غریب نواز

اے راہ شریعت کے رہبر اے بحر حقیقت کے گوہر

اے باعثِ رونقِ دینِ نبی سلطان الہند غریب نواز
سُن لیجیے اب فریاد مری اب کیجیے آپ امداد مری
لائی ہے یہان تک دل کی لگی سلطان الہند غریب نواز
ارمان بھرا دل لایا ہون کچھ سوچ سمجھ کر آیا ہون
جانے کا یہان سے نہین خالی سلطان الہند غریب نواز
اسلام کی دل سے حمایت کی اک خلق خدا کی ہدایت کی
اے دین کے حامی ای ہادی سلطان الہند غریب نواز
دنیا پر ہے احسان ترا اک رحمت ہے عرفان ترا
اے قطبِ زمان اے فخرِ ولی سلطان الہند غریب نواز
اب ہاتھ اُٹھائیے بہر دعا روتا ہے حفیظ اس در سے لگا
جو آپ کہین گے ہوگا وہی سلطان الہند غریب نواز

ک

نکل آتی ہے حسینوں مین ادا ایک نہ ایک
ہو ہی جاتا ہے گرفتار بلا ایک نہ ایک
واہ کیا شئی ہی محبت وہ بگڑتے بھی ہین جب
نکل آتی ہی ہماری ہی خطا ایک نہ ایک
باغ مین آپ جو آتے تو شگوفے کہلتے
یون تو گل روز کھلاتی ہی صبا ایک نہ ایک
کہتے ہین قبلۂ حاجات ہم اُس چوکھٹ کو
آنکلتا ہی جہان بہر دعا ایک نہ ایک
جان بے لاگ حسینون کی ادا لیتی ہے
ڈھونڈھ لیتی ہی بہانہ یہ قضا ایک نہ ایک
حشر کے روز بھی انصاف کی امید کسے
آپ کر لین گے وہان عذر جفا ایک نہ ایک
سیر اس گلشن ہستی کی بھی ہے قابل دید
باندھ لیتا ہے یہان اپنی ہوا ایک نہ ایک

لطف کھوتے ہین مگر وسعتِ معنی کا حفیظ
شعر مین قید لگا کر شعرا ایک نہ ایک

روز کی منت التجا کب تک
کب تک اظہار مدعا کب تک

ابتو کافر بتون کی ہے فریاد
دیکھین سنتا نہین خدا کب تک

ہو چکا بس نصیب کا رونا
پھوٹی تقدیر کا گلا کب تک

نالہ منت کشِ اثر تا کے
اور کا ہاے آسرا کب تک

کہہ رہی ہے کسی کی خاموشی
شوق اظہار مدعا کب تک

جان کھونے کی آرزو تا چند
اُنسے ملنے کا حوصلا کب تک

جب انھین کو نہین نباہ کا دھیان
ہم کرین پاس وضع کا کب تک

انتہا بھی ہے کچھ ترٹپنے کی
ہجر مین صبر آئے گا کب تک

عید کا دن ہے چلکے پی لو حفیظ
ہو گا دوگانہ یہ ادا کب تک

در پر امیدوار یہ کب تک
کیجیے انتظار یہ کب تک

ملنے والون سے تا بکے کھنچنا
نخوت و کبر یار یہ کب تک

کچھ نہین صبح و شام کا وعدہ
جھوٹے قول و قرار یہ کب تک

باغ نذر خزان بھی ہوتا ہے
لطف سیر بہار یہ کب تک

انتہا کچھ نظر چرانے کی
اک دعا گو سے عار یہ کب تک

مول لینا کسی کو چھیڑ کے رنج
دلِ ناکردہ کار یہ کب تک

رائیگان جائیگی مری فریاد
او تغافل شعار یہ کب تک

اِس سے بہتر حفیظ قطع امید
روز کا انتظار یہ کب تک

چھپا کب پھوٹ نکلا جسم کا رنگ
گلابی پیرہن کا ہو گیا رنگ

رہے ہے اک رنگ پھر دنیا کا کیا رنگ
بدلتا ہے فلک ہر دم نیا رنگ

ملاحت سے ہے تری صورت کا حصہ
قیامت ڈھا رہا ہے سانولا رنگ

ضرورت کیا تجھے مہندی کی ظالم
ہمارے خون سے تو دست و پا رنگ

وہ قد بوٹا سا وہ اُٹھتی جوانی
وہ گدرایا بدن وہ سانولا رنگ

زمانے کی ہوئیں نیرنگیاں مات
کہوں کیا اُس تلون طبع کا رنگ

حقیقت چاند کی کیا چاندنی کیا
نظر میں ہے ترا نکھرا ہوا رنگ

بتوں کی جستجو میں جوگ لیں گے
پہنکر شیخ صاحب گیروا رنگ

ابھی سیکھو تمیز دوست دشمن
ابھی دیکھو زمانے کا ہی کیا رنگ

یہ عالم ہے کسی کی سادگی کا
جما سکتی نہیں اپنا حنا رنگ

یہ کہتی ہے حفیظ اب جدت طبع
کہ ہو ہر شعر میں پیدا نیا رنگ

ل

رنگ لائے نہ اُڑا کر مرے نالے بلبل
باغباں دیکھ لو نکہت نہ اُڑا لے بلبل

ایسی بیخود ہو جو سن لے مرے نالے بلبل
پھول مانگوں تو کرے باغ حوالے بلبل

اپنے نالوں سے چمن سر پہ اٹھالے بلبل
جس سے دل ملتے ہیں وہ اور ہیں نالے بلبل

جھونکے صرصر کے اِدھر تاک میں صیاد اُدھر
آپ سنبھالے کہ نشیمن کو سنبھالے بلبل

آشیان اپنا بچا پھول نہ گلشن مین رہے
برق سے لیتے ہین ٹکر مرے نالے بلبل

چھچھون سکے یہ مزے پھر کبھی آ نکلے نہین
موسم گل ہے ابھی دھوم مچا لے بلبل

کل رہے یا نہ رہے پھر یہ بہار گلشن
آج ہر گل کو کلیجے سے لگا لے بلبل

سرو کی طرح گلستان مین جما ہے صیاد
یہ بلا ٹل نہین سکتی ترے ٹالے بلبل

نکہت گل کے عوض خاک اڑائیگی صبا
دیکھ لے گل کو ہوا باغ کی کھا لے بلبل

رائگان ہون نہ چمن مین مرے نالون کے ثمر
آشیان اپنا انھین پھولون سے چھا لے بلبل

میرے نالون کی پڑی دھوم جو گلشن مین حفیظ
سن ہوئے بول گئے بولنے والے بلبل

میرے ہوتے نہ کرے باغ مین نالے بلبل
منہ کی کھائے گی ذرا چونچ سنبھالے بلبل

آج صیاد نہین ہے تو نشیمن مین نہ بھول
دیکھ گلچین نہ کہین شاخ نکالے بلبل

پھر ملا رخ محبوب سے گل کی صورت
پہلے نالے مرے نالون سے لڑا لے بلبل

باغ یہ امن کا گھر ہے نہ قفس جائے پناہ
دل تو لے دل کے کہان جا کے نکالے بلبل

چشم نرگس کی ہے پتلی یہ نشیمن اپنا
روح گل جان چمن ہین مرے نالے بلبل

کیا ہوا پر ہے ہوا ہو گی بہار گلشن
چار دن اور یہ گلچھرے اڑا لے بلبل

منہ چڑھاتا ہے یہ دینا مرے نالون کا جواب
ہوش مین آ گئے ذرا چونچ سنبھالے بلبل

جان کا روگ ہوا بڑھ کے تری آنکھ کا دھیان
ہاے کیا پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

کس مپرسی کا گلہ کر نہ دم نالہ کشی
بہت اب بھی ہین ترے جاننے والے بلبل

ایک معشوق کا پابند برا ہوتا ہے
گل سے ممکن ہی نہین دھیان ہٹا لے بلبل

خون تھوکے وہ کرے جو مری تقلید حفیظ

غیر ممکن ہے اُڑا دے مرے نالے بلبل

جگہ نہ دل سے ملیگی حجاب کے قابل
بہت ہی آنکھ کا پردہ نقاب کے قابل

جگہ جو دل مین کرے آنکھ مین سما جائے
حسین ہے وہ مرے انتخاب کے قابل

ہمارے شیشۂ دل پر کڑی نہ آنکھ پڑے
یہ آئینہ ہی نگاہ عتاب کے قابل

چڑھا کے چادر گل قبر پر وہ کہتے ہین
چمن مین پھول نہین فرش خواب کے قابل

ہماری بات ہے چپکے سے ہان نکلی
سوال غیر کا ہوگا جواب کے قابل

چھپا کے پی بھی لے حجرے مین تھوڑی سی زاہد
عجب جگہ ہے یہ شغل شراب کے قابل

کرین تو نامہ و پیغام کی ہوس قاصد
کہان دماغ سوال و جواب کے قابل

زمانے بھر کے حسین اپنے دیکھے بھالے ہین
تمھین ہو لاکھ مین ایک انتخاب کے قابل

کہان وہ پیاری جوانی کہ دن گنے کوئی
شمار عمر کہان اب حساب کے قابل

ابھی تو ہوتی ہین راز و نیاز کی باتین
یہ شرط ہے کہ وہ سمجھین خطاب کے قابل

حفیظ شوق زیارت جو ہے درود پڑھو
یہی ہے نذر رسالت مآب کے قابل

گرنا ہو منھ کے بل تو زمین پر اُچھل کے چل
رستے مین ٹھوکرین بھی ہین غافل سنبھل کے چل

اظہار یون تو حال پریشان کا ہے محال
تھوڑی سی منھ پر آئے تو وہان خاک مل کے چل

ہر ذرہ خاک کا دل حسرت نصیب ہے
اے دوست فرش اہل تمنا ہین سنبھل کے چل

مانگے پناہ نار جہنم بھی دیکھ کر
ہان آتش فراق مین اسطرح جل کے چل

وہ خوش خرام بھی روش باغ پر نہ ہو
دیکھو او نسیم صبح ذرا اب سنبھل کے چل

سایہ بہت ملیگا درختون کا راہ مین
گھر سے نکل کے دھوپ مین [illegible] کے چل

دیکھی رگِ بریدہ نہ اک قطرہ خون کا
اے تیغ ناز خشک گلے پر سنبھل کے چل

تعلیم ہے غرور کی یہ رہ گذار مین
جب سامنا کسی کا ہو چتون بدل کے چل

دوزخ مین جا پڑے گا ذرا جو قدم ڈگے
یہ میکدے کی راہ ہے زاہد سنبھل کے چل

حدِ بصر نہین در و دیوار تک حفیظ
مدنظر جو سیر ہے گھر سے نکل کے چل

م

تابکے کبتک کہان تک اے ستم پرور ستم
پھر بھی کوئی انتہا رکھتا ہے آخر ہر ستم

رو کے مجھ پر توڑتی ہے یون ہی چشم تر ستم
اور نمک پاش جراحت ڈھانا ہنس ہنسکر ستم

یاد ہے وہ پوچھنا بھی کرتے ہین کیونکر ستم
آج ہوتے ہین مجھی پر اور کرم گستر ستم

شام فرقت کی اذیت حد سے بڑھ جاتی ہے جب
یاد آتے ہین ترے بھولے ہوے اکثر ستم

ہنستے ہنستے آنکھ بھر آئی تو یہ سوجھی مجھے
ہے خوشی سے رنج اچھا لطف سے بہتر ستم

یہ سناتے ہاے وہ چلتے ہوے دشمن کے گھر
اسکو کہتے ہین ستم یون کرتے ہین کھل کر ستم

پڑ گئے ناسور دل مین کاوش مژگان نہ پوچھ
کچے پھوڑے مین بھی چھونا ہو گیا نشتر ستم

حسن دلکش کے لیے ہی حسن آرائش غضب
سادگی کے واسطے ہے زینتِ زیور ستم

اُس ستم ایجاد کو کس کس ستم کی داد دون
دل کو اک تازہ مزہ دیتا ہو جس کا ہر ستم

کون ہے اتنا جو اُس غارتگر دل سے کہے
اسقدر کرتا ہے کوئی اے ستم پرور ستم

خط کے کچھ پرزے ہین کچھ پر ہین ہوا پر اڑے ہے
کیا ہوا یارب وہان میرے کبوتر پر ستم

جانب دشمن پھری جاتی ہے مستی مین وہ آنکھ
روک ساقی ہاتھ اب ہے گردش ساغر ستم

حضرت آزاد کا ہے خوب یہ مصرع حفیظ
اے وفا جب تو سلامت ہے کرم ہے ہر ستم

کھو گئے آپکے خیال مین ہم
اب رہے بھی ہین اپنے حال مین ہم

لاکھ حاضر جواب ہو کوئی
بند کر دینگے اک سوال مین ہم

کچھ ہمارا تمھین خیال نہین
مر رہے ہین اسی خیال مین ہم

رنج مین بھی خوشی مناتے ہین
شاد رکھتے ہین دل ملال مین ہم

اپنے مطلب کی کہہ گذرتے ہین
کوئی رکھتے ہین عرض حال مین ہم

یاد کرتے ہین تم کو آٹھ پہر
دور رہتے ہین کس خیال مین ہم

مانتے ہین اُسے بغیر دلیل
جائین کیون عالم مثال مین ہم

ہائے رے سادگی محبت کی
آ گئے پھر کسی کی چال مین ہم

کچھ خطا اپنی اے حفیظ نہ تھی
پڑ گئے غیر کے وبال مین ہم

غشی سے جب ہوش مین آتے ہین ہم
اک ہجوم غم مین گھر جاتے ہین ہم

تو نے جب سے سر چڑھایا غیر کو
اپنی نظرون سے گرے جاتے ہین ہم

جھیل لین گے قبر کی تکلیف بھی
سو رہین گے نیند کے ماتے ہین ہم

المدد اے رہروان کوے دوست
تھک کے رستے مین لٹے جاتے ہین ہم

دیکھ لو جذب محبت کا اثر
اب تڑپ کر تم کو تڑپاتے ہین ہم

وہ ہمین سے گو ہین سرگرم سخن
رشک سے پھر بھی جلے جاتے ہین ہم

لطف کا بھی حد سے بڑھنا ہے ستم
بار احسان سے دبے جاتے ہین ہم

جاتے جاتے یہ تسلی دے گئے
لو پھر آنے کی قسم کھاتے ہین ہم

عمر گذری ہے گناہون مین حفیظ
سوچ کر انجام گھبراتے ہین ہم

بیخود ہوے ہین جلوۂ حسن بیان سے ہم
کھولین تو عقدہاے سخن کس زبان سے ہم

فرصت ملے تو پوچھ لین عمر روان سے ہم
جانا کہان ہے آئے ہین آخر کہان سے ہم

پرسان جو ہو کبھی کوئی حالِ خراب کا
اے بیخودی تو کہہ نہ سکین کچھ زبان سے ہم

وہ دل نہ وہ دماغ نہ وہ آرزو ہی ہاے
اے عمر رفتہ لائین تجھے اب کہان سے ہم

پائین گے گردشون سے کسیدن نجات بھی
اللہ پس گئے ستم آسمان سے ہم

آنکھون سے کچھ تو دیکھ کے دل سیر ہو گیا
کیا یون ہی سب بے نیاز ہین دو جہان سے ہم

رہنے نہ دے گا باغ مین صیاد کا خیال
اڑ کر قفس مین جائینگے خود آشیان سے ہم

اے صبر الغیاث بس ضبط المدد
گھبرا گئے ہین آپ ہی اپنی فغان سے ہم

مٹتا چلا ہے عیش گذشتہ کا بھی خیال
بہلا رہے تھے دلکو ہی داستان سے ہم

رہتے ہین کان شور جرس پر لگے ہوے
منزل سے دور چھوٹ کے ہین کاروان سے ہم

پردے سے خود وہ دیکھ کے باہر نکل پڑے
کہنے ہین حال دل جو رکے پاسبان سے ہم

آنکھ کسی کی یاد جگاتی ہے رات بھر
یہ بھی کبھی سنین گے ترے قصہ خوان سے ہم

اچھا جو کوئی شعر ہو دین داد اے حفیظ
اتنا بھی کیا کہین نہ کسی قدردان سے ہم

فغان کش ہین یا دیدۂ تر ہین ہم
کڑی چوٹ کھاے جگر پر ہین ہم

بتون کی خموشی یہ کہتی ہے صاف
جسے پوجتے ہین وہ پتھر ہین ہم

ہمین خط مین لکھ کر یہ تڑپا دیا
زیادہ کہین تم سے مضطر ہین ہم

دکھائین گے اُنکو اُنھین کی شبیہ
بہت کہتے ہین سب سے بہتر ہین ہم

محبت سے روکا تو دل نے کہا
بدل جائین گے کیا مقدر ہین ہم

بس اب مُنھ نہ کھلواو چپ ہی ہو
نہ چھیڑو کہ شکوؤن کا دفتر ہین ہم

کرین گے عدو آتے جاتے سلام
سمجھ ہی کے کچھ تیرے در پر ہین ہم

ہوس زندگی کے بڑھاتی ہو دن
اجل کہہ رہی ہے کہ سر پر ہین ہم

وہ ہوتے نہین صاف ہمسے حفیظ
یہی وجہ ہے جو مکدر ہین ہم

جو وہ مضطرب ہے تو مضطر ہین ہم
فلک پر ہے بجلی زمین پر ہین ہم

چمن سے الگ ہے ہماری بہار
نظر ہو تو اک طرفہ منظر ہین ہم

انا الحق بھی کہنا ہے حق کی دلیل
کہین حکم سے تیرے باہر ہین ہم

کل اپنی سر عرش تھی منزلت
تجھے اے زمین آج دوبھر ہین ہم

نہین دیر و کعبہ کی تخصیص کچھ
کہین بھی نہین اور گھر گھر ہین ہم

ادھر دیر اُدھر کعبہ جائین کدھر
کھڑے ابن و راہے مین ششدر ہین ہم

جُھکا ہے اُسی آستانے پہ سر
کہین ہین مگر اُسکے در پر ہین ہم

حفیظ ایسی ہستی کا حاصل ہی کیا
مٹین گے کہ حرف مکرر ہین ہم

قطعہ

شرف ساری مخلوق پر کیون نہو
زر و لعل و گوہر سے بہتر ہین ہم

مگر از سر عجز اپنے کو آپ — جو دیکھا زمانے سے بدتر ہین ہم
نہ خوبیِ قسمت نہ حسن عمل — غرض یہ کہ ادنیٰ ہین کمتر ہین ہم
حکومت کی شوکت نہ دولت کی شان — نہ راجا نہ صوبہ نہ افسر ہین ہم
گذر کیا امیرون کی مجلس مین ہو — کھری بات کہنے کے خوگر ہین ہم
خوشامد ہے اہل دول کی غرض — کوئی اہل حاجت نہ نوکر ہین ہم
طبیعت ہے اپنی قناعت پسند — کبھی تھے نہ اب بندۂ زر ہین ہم
خدا نے دیا کچھ جو علم و کمال — تو اُسمین بھی لاکھون سے کمتر ہین ہم
نہ عرفی نہ فیضی نہ سعدیِ وقت — نہ ہم پلہ اُن کے نہ ہمسر ہین ہم
ولی میر مرزا نہ غالب نہ ذوق — ان ایسے نہ ان کے برابر ہین ہم
نہ آتش نہ ناسخ نہ رشک و اسیر — جسے دیکھیے اُس سے کمتر ہین ہم
مگر کہہ رہی ہے یہ طبع رسا — یہ زیر زمین ہین فلک پر ہین ہم
اسی بحر کے سب یہ پیراک تھے — کہ اسوقت جسکے شناور ہین ہم
دلاتا ہے یہ جوش فیض امیر — وہ سب تھے جو دریا سمندر ہین ہم
تعلی نہین خود ستائی نہین — عجب بیخبر اے بندہ پرور ہین ہم
سخن مین جو اب پھونکتے تازہ روح — کہے وہ کہ فخر سخنور ہین ہم

شرف نسبت غیر کا کیا حفیظ — یہ کم فخر ہے اہل جوہر ہین ہم

بے لوث اُٹھا رہے ہین ابھی اُن کے ناز ہم — جھگڑون سے ہجر و وصل کے ہین بے نیاز ہم
پھیرے سے اُس گلی کے نہ آئین گے باز ہم — طوفِ حرم سے اور کرین احتراز ہم

دنیا کا اوج پنج ہے اپنی نگاہ مین
دیکھے ہوے ہین خوب نشیب و فراز ہم

بس بس ہوا تو عصمت و عفت کا اعتماد
دامن پر آپ کے پڑھین اب کیا نماز ہم

اب آبروے فقر قناعت کے ہاتھ ہے
پھر دیکھتے ہین حرص کا دامن دراز ہم

اُس چشم سے امید ترحم خدا کی شان
نادان ہین اجل کو کہین چارہ ساز ہم

دنیا کے عیب جسمین چھپین اے جناب شیخ
لائین کہان سے آپ سی ریش دراز ہم

مسجد تمام اہل ریا سے ہے بھر گئی
اب بتکدے مین جا کے پڑھین گے نماز ہم

اے شیخ آپ بھی تو جوان تھے خطا معاف
ایسے ہی ہو رہین گے کبھی پاکباز ہم

معراج باطنی ہے کمال فروتنی
سجدے مین سر جھکا کے ہوے سرفراز ہم

دیکھین نہ اپنی چشم کی غمازیون کو آپ
ٹھہراے جائین مورد افشاے راز ہم

مشکل تھی پھر طریق حقیقت کی معرفت
ہوتے اگر نہ محرم راز نیاز ہم

اکثر لباس خضر مین ملتے ہین راہزن
کس پھیر مین ہین اے نظر امتیاز ہم

کھلنا تھا آنکھ کا کہ زبان بند ہو گئی
دیکھا وہ کچھ کہ ہو گئے سربستہ راز ہم

آگاہ اک ہوے نہ ترے دل کے بھید سے
کہنے کو یون تو غیب کا کہتے ہین راز ہم

لطف اہل فہم کی ہے سماعت مین اے حفیظ
تحسین ناشناس سے ہین بے نیاز ہم

ردیف نون

کسی پردہ نشین کا درد پنہان ہم بھی رکھتے ہین
رہے جو دل مین گھٹ گھٹ کر وہ ارمان ہم بھی رکھتے ہین

جگر کے آبلون کو دیکھ سیر داغ دل کر لے
بغل مین اک کھلا پھولا گلستان ہم بھی رکھتے ہین

بنین یہ بت خدا لیکن خدائی کر نہین آتی
کہینگے بس خدا لگتی کہ ایمان ہم بھی رکھتے ہین

شمار اپنا بھی ہوتا ہے گنہگاران الفت مین
خیال دوستی اے دشمن جان ہم بھی رکھتے ہین

اُڑینگی فصل گل مین دھجیان جیب و گریبان کی
جنون کی نذر کو یہ ساز و سامان ہم بھی رکھتے ہین

ادھر بھی اک نگاہ ناز اپنے حسن کا صدقہ
ترے قربان جانبازی کا ارمان ہم بھی رکھتے ہین

حفیظ اتنا کوئی کہدے حرم کے جانے والون سے
تمنائے طواف کوے جانان ہم بھی رکھتے ہین

جی مین آتا ہے کہ اُس بیدرد کا شکوا کرون
پھر یہ کہتا ہون اِسے کس سے گلہ کسکا کرون

صورت آئینہ دل مین وُہ صفا پیدا کرون
وہ مجھے دیکھا کرے اور اُسکو مین دیکھا کرون

مجکو بیخود دیکھ کر بولے وہ ہو کر بے حجاب
کوئی ہو بھی تو یہان اب کس سے مین پردا کرون

کہ بھی دے دیر و حرم مین کونسا گھر ہے ترا
بے ٹھکانے کبتک آخر جا بجا ڈھونڈھا کرون

یون مخاطب ہونگے یون تو حال دل سُن لینگے وُہ
اب ارادہ ہے کہ خود اُن سے گلہ اپنا کرون

ساتھ جسکے موت کا کھٹکا لگا ہو رات دن
ہو جو ایسی زندگی اُس کی تمنا کیا کرون

خون ناحق کا عوض کس منہ سے چاہون حشر مین
اپنے قاتل کو خدا کے سامنے رسوا کرون

کیون یہی انصاف ہے بولین نہین سب آپسے
اور مین بیٹھا ہوا اک اک کا مُنھ دیکھا کرون

میر کے انداز پر کس نے غزل لکھی حفیظ
مجکو زیبا ہے اگر اس بات کا دعوا کرون

دوسرا در دوسرا حاجت روا رکھتے نہین
ہم سوا تیرے کسی کا آسرا رکھتے نہین

اے برہمن کون سے بت کو ترے سجدہ کرین
مثل جسکا ہو کوئی۔ ہم وہ خدا رکھتے نہین

ایک دل تھا جسکو پہلے کر چکے نذر ادا
اب کوئی دل دوسرا اسکے سوا رکھتے نہین

لطف ہو وہ آکے پوچھین کیا ہی تیری آرزو
ہم کہین اب دل مین کوئی مدعا رکھتے نہین

زندگی سے تنگ ہین لب پر دعا ہی موت کی
آپ کے بیمار امید شفا رکھتے نہین

ٹال جائین خود تجاہل سے تو اسکا کیا علاج
ورنہ میرے درد کی کیا دوا وہ رکھتے نہین

مان لے اِس مسئلے مین شیخ اتنا اجتہاد
وصل مین پرہیزی کا ہم روا رکھتے نہین

اُنکو تو ہر حال مین تیری رضا سے کام ہے
اور فکر ما سوا تیرے گدا رکھتے نہین

اُسکے تیور دیکھ کر خاموش بیٹھے ہین حفیظ
ورنہ ہم کیا شوق عرض مدعا رکھتے نہین

سر و تن مین اپنے ہو تفرقہ تو زبان سے اُف نہ ذرا کرون
ترے بازؤون کی سلامتی تہ تیغ بھی یہ دعا کرون

مہ و مہر ہون کہ ہون شمع و گل ترے آگے کسکو فروغ ہو
یہ ادا ہے اور حسین مین کب جسے پیار تیرے سا کرون

کبھی آنکھ اُسکے جمال پر کبھی دھیان اپنے مال پر
کبھی ہاتھ مَل کے ہون رہ گیا کبھی سوچتا ہون کہ کیا کرون

زہے بیخودی جو ہو یون بسر مجھے آپ اپنی نہ ہو خبر
نہ تو آرزوے کرم رہے نہ ستم کا اُسکے گلا کرون

نہ جفا سے پھیرون گا مُنھ کبھی یہ وفا ہے اور وفا مری
تہ تیغ اپنا گلا جو ہو ترے حق مین پھر بھی دعا کرون

مرے ناصحان شفیق کی سر و چشم پر ہین نصیحتین
دل و دیدہ پر جو چلے نہ بس وہ بتائین ایسے مین کیا کرون

کبھی بیٹھے وہ جو خموش بھی تو مین لاؤن چھیڑ کے غیظ مین
اسی بات کا ہے مزہ مجھے وہ کہا کرے مین سنا کرون

مری نبض دیکھ کے چارہ گر گئے دستِ پا ترے پھول کیون
مجھے جلد بہر خدا بتا کہ دوا کرون کہ دعا کرون

جو نہین ہے وصل نصیب مین تو ہو درد دل سے تمیزِ حِس
نہ تو قدر حسن و ادا کی ہو نہ جفا سہون نہ وفا کرون

وہ برائیان جو سنین تری تو حفیظ اس مین برا کیا ہے
جو خوشی کسی کی اسی مین ہو تو مین آپ اپنا گلا کرون

وہی تیری آنکھون کے بیمار ہین
بہت زندگی سے جو بیزار ہین

ہوا حسن و الفت کا بازار سرد
نہ یوسف نہ اب وہ خریدار ہین

رہائی کی اُن کو توقع کہان
ہماری طرح جو گرفتار ہین

کسی کو تسلی تشفی بھی دی
کہ صرف آپ کہنے کو دلدار ہین

کوئی بات خالی نہین چال سے
بڑے اپنے مطلب کے وہ یار ہین

کہان ڈھنگ ابھی آہ و فریاد کے
تڑپتے ہین تازہ گرفتار ہین

کبھی اس طرف بھی نگاہ کرم
محبت کے ہم بھی گنہگار ہین

اجازت ادب دے تو مین پوچھ لون
خفا مجھ سے کیون آپ سرکار ہین

سنورنا ہے اور آئینہ آرسی
اب اُن کے یہی ناز بردار ہین

شجاعت سخاوت صداقت وفا
شریفون کے زیور یہی چار ہین

کبھی تو جھروکے سے تم جھانک لو
ہزارون کھڑے زیر دیوار ہین

قیامت ہے اُنکے لیے انتظار | تمہارے جو مشتاق دیدار ہین
جفا کا گلہ سُن کے کہنے لگے | بڑے آپ ہی تو وفادار ہین
جوانی مین دل تاکتے ہین حسین | یہی ہین جو مستی مین ہشیار ہین
وہ ہونے کو ہین حشر مین بے نقاب | ابھی سے قیامت کے آثار ہین

حفیظ اپنی عسرت مین کیون ہو بسر
نہایت سخی میرے سرکار ہین

بظاہر گو بہت کچھ عہد و پیمان ہوتے جاتے ہین | مگر کچھ سوچ کر دل مین پشیمان ہوتے جاتے ہین
سبق عیش و طرب کے صرف نسیان ہوتے جاتے ہین | خیال مجتمع خواب پریشان ہوتے جاتے ہین
طلسم طرفہ یہ گلکاریان بھی ہین محبت کی | جگر کے داغ گلہائے گلستان ہوتے جاتے ہین
اُدھر آنکھین بھری جاتی ہین اظہار تمنا پر | ادھر اُلٹی چھری سے ذبح ارمان ہوتے جاتے ہین
پڑین چھینٹین لہو کی تو کہا جھنجھلا کے قاتل نے | خزان دیدہ بھی گل کچھ زیب دامان ہوتے جاتے ہین
یہ کیسی صبح محشر ہو رہی ہے بزم آرائی | کھلے میدان مین کیون جمع مہمان ہوتے جاتے ہین
ہوئی ہے باعث مشق تصور اپنی تنہائی | بہت کچھ بیکسی کے مجھ پر احسان ہوتے جاتے ہین
بناوٹ کی ادائین آئینے مین دیکھتے جاؤ | سنورتے جاتے ہو تم ہم پریشان ہوتے جاتے ہین
شب تربت سے بڑھکر ہے بھیانک رات فرقت کی | ستارون پر مصیبت ہے کہ پنہان ہوتے جاتے ہین
نظر نیچی جھکی گردن ہے شرمائی ہوئی چتون | ہم اُنکی عذر خواہی سے پشیمان ہوتے جاتے ہین

حفیظ اب بھی تو حاسد باز آئین نکتہ چینی سے
خموش اس عہد مین یون ہی سخندان ہوتے جاتے ہین

جب وہ باہین گلے کا ہار نہین | دور کا پیار کوئی پیار نہین

وصل ہو یا وصال ہو جائے
اب یہان تاب انتظار نہین

کثرت رائے بھی کوئی شے ہے
پینے والون کا اب شمار نہین

دیکھیے کھیلتے ہین یون جی پر
کیا کہا ہین وفا شعار نہین

لیتے ہی دل بدل گئی چتون
حسن والون کا اعتبار نہین

آسرا اک جہان کو ہے ترا
کون ہے جو امیدوار نہین

آج مل بیٹھنا غنیمت جان
زندگی کا کچھ اعتبار نہین

ہاتھ اُٹھا بیٹھے فاتحے سے جو
کچھ بھی ربِ وفی مزار نہین

آپ نازان ہین کیا جوانی پر
رہنے والی کوئی بہار نہین

بیکسی رو رہی ہے میت پر
کیا ہوا وہ جو سوگوار نہین

واہ کیا نشہ سخن ہے حفیظ
چکرا سہین نہین خمار نہین

منہ پر آثار محبت کے جھلک جاتے ہین
خشک لب دیکھ کر احباب کھٹک جاتے ہین

نالے جانے کو تو یون تا بہ فلک جاتے ہین
بام تک اُڑ سکے پہونچے ہوئے تھک جاتے ہین

روک سکتا ہے کوئی حضرت ناصح کی زبان
آپ کے مُنھ مین جو آتا ہے وہ بک جاتے ہین

آبلے ہین جگر و دل نہ ہمین چھیڑیے آپ
پھوٹ بہتے ہین وہی پھوڑے جو پک جاتے ہین

خم چڑھا کر بھی نہین ہوتی زبان کو لغزش
اور ہین پیکے جو تھوڑی سی بہک جاتے ہین

حسن کی آن نکلتی ہین دم آرائش
آئینہ دیکھنے والے بھی بھڑک جاتے ہین

دھیان جب عیش گذشتہ کا کچھ آجاتا ہے
چند آنسو مری آنکھون سے [illegible] جاتے ہین

وہم ہے سلہ مین ہمراہ نہ ہو لے کوئی
اپنے سائے سے بھی [illegible] جاتے ہین

جاگ کر رات مری طرح گزاری کس نے
صبح تک دیدۂ انجم بھی جھپک جاتے ہین

کوچۂ عشق ہے ظلمات کی منزل سے الگ
آگے اس راہ مین رہبر بھی بھٹک جاتے ہین

اُن کو گنیے نہ خرابات نشینون مین حفیظ
نشہ مین جانب توبہ جو بہک جاتے ہین

جدھر دیکھو خوف اجل کی ہین باتین
غم آلود سب آج کل کی ہین باتین

کبھی ذکر کوثر کبھی وصف جنت
یہ زاہد کے حسنِ عمل کی ہین باتین

کہان تم کہان حور اے شیخ صاحب
یہ ساری دماغی خلل کی ہین باتین

کوئی مست پی کر بہکتا ہو جیسے
کچھ ایسی ہی اہل دول کی ہین باتین

زمانہ گزرتے نہین دیر ہوتی
فسانے جو ہین آج کل کی ہین باتین

عجب ایمن و طور کے بھی ہین قصے
مزیدار دشت و جبل کی ہین باتین

حفیظ اپنے مضمون ہین یا دُرِ مکنون
سخن ہین کہ موتی محل کی ہین باتین

کچھ نہین یہ مہربانی کچھ نہین
جب نہو دل سے زبانی کچھ نہین

دو بدو ہے بات کرنے کا مزہ
دور سے یہ لنترانی کچھ نہین

کیون سنین کیا پند دو جبھی انھین
دردمندون کی کہانی کچھ نہین

عہدنامہ اب کے لکھوائین گے ہم
آپ کا وعدہ زبانی کچھ نہین

تربتون کی چار دن تک ہے نمود
اب نشانون کی نشانی کچھ نہین

میری آنکھ داستان سننے کی ہے
[illegible] کی کہانی کچھ نہین

اور ہی کچھ ہے ترا رنگ شباب
یہ شراب ارغوانی کچھ نہین

خوف نالون سے نہ گریہ سے ہراس — مانتا وہ آگ پانی کچھ نہین
سرگذشت خضر ہے طول امل — یہ حیات جاودانی کچھ نہین
قحط اس سن مین ہے معشوق کا — مفلسون کی بھی جوانی کچھ نہین

دل مسخر ہون نہ جبتک اے حفیظ
آپ کی جادو بیانی کچھ نہین

دم جو اُس بیوفا کا بھرتے ہین — موت کی آرزو مین مرتے ہین
ہم تو اس بانکپن پہ مرتے ہین — بے چھری آپ ذبح کرتے ہین
ہم ہین مجبور دل کے ہاتھون سے — وہ جو کہتے ہین کر گزرتے ہین
حال میرا بھی جائے عبرت ہے — اب سفارش رقیب کرتے ہین
جو قفس ہی کو آشیان جانے — ایسے طائر کا پر کترتے ہین
دل کو ہر چند تاب ضبط نہو — کون مُنھ سے کہے کہ مرتے ہین
حُسن والون کی ہے جگہ دل مین — خوبصورت کو پیار کرتے ہین
دل پھرے کیون نہ میری جانب سے — کان ہر دم رقیب بھرتے ہین
توڑتے ہین چمن مین غنچون کو — دل بلبل کا خون کرتے ہین
اُن کی باتون کا اعتبار ہو کیا — بات کی بات مین مکرتے ہین

اُف نہ کرنا حفیظ دل دے کر
جبر سہتے ہین صبر کرتے ہین

ہمارے دل سے حسین آئنہ ملا کر لین — پھر امتحان نظر انتخاب کا کر لین
خدا کو چھوڑ کے بندون کا آسرا کر لین — دل حریص تری ضد ترا کہا کر لین

کیا ہے کون سا وعدہ وفا بتائین تو
اب اعتبار جو ہم اُنکے قول کا کرلین

خوشی ہو موت کی کیا جب لگا ہو یہ دھڑکا
کہ امتحان وفا پھر نہ وہ جلا کرلین

مثال آئینہ پہردن سے تک رہے ہین مُنھ
ملے مزاج تو اظہار مدعا کرلین

بس اتنی ہی تو غرض ہی چھپا کے پیتے ہے
یہ عام لوگ نہ اپنے لیے روا کرلین

بنی ہے آج زیارت گہ جنون یہ زمین
طواف خضر ہمارے مزار کا کرلین

خلاف مین تو بہت کرچکے ہین اپنی سی
ہمارے دل کی بھی کچھ اب دوا کرلین

حفیظ مین نے بھی دیکھی ہین خضر کی آنکھین
جو نابلد ہون وہ رہزن کو رہنما کرلین

جبر یون اختیار کرتے ہین
کہہ چکے ہین کہ پیار کرتے ہین

مہر لب ہو رہی ہے خاموشی
نالے بے اختیار کرتے ہین

ہم سے رند اور توبہ اے توبہ
انتظار بہار کرتے ہین

آپ وعدے یون ہی کیے جائین
ہم کوئی اعتبار کرتے ہین

ذکر اغیار پر وہ کہنا ہاے
سب کو تم پر نثار کرتے ہین

لب ہلانا ہے جرم میرے لیے
خود گلہ بار بار کرتے ہین

وصل مین ہیچ جو ہی کی ایک ہوئی
وہ مرا انتظار کرتے ہین

کی جو ترک وفا تو ہین طعنے
ہان یہی وضعدار کرتے ہین

ایک دل دین حفیظ کس کس کو
سو حسین اسکو پیار کرتے ہین

بیٹھے ہین اُس کی رہگذر مین
دنیا اب ہیچ ہے نظر مین

شوخی سے جو رہ سکے نہ گھر مین
ٹھہرے گا کیا مری نظر مین

یہ بات تو ہے تری نظر مین
چٹکی لے لیتی ہے جگر مین

کہتی ہے یہ اُسنے خود نمائی
رکھ لیجیے آئینہ نظر مین

ارمان کے ساتھ دل مین آئے
تنہا نہ ملے کبھی وہ گھر مین

ہستی مین عدم سے آ پھنسا ہون
کٹتی ہے زندگی سفر مین

صبح شب وصل کہ رہے ہین
کیا ہو گئی شکل رات بھر مین

آنسو نے بھی عاقبت کمی کی
اُڑتی ہے خاک چشم تر مین

اب آنکھ مین کیا کوئی سمائے
تم تو ہو بسے ہوے نظر مین

پہلو مین آ کے وہ جو بیٹھے
چلنے لگی چوٹ دل جگر مین

تھک تھک کے سو گئی ہین آخر
آہین مری دامن اثر مین

چٹکی پھر تیری یاد نے لی
پھر ٹیس اُٹھی دل و جگر مین

کچھ عیش حفیظ کا نہ پوچھو
رہتے ہین محفل ظفر مین

ہجر مین موت کے آنے کی ہمین آس نہین
اور دینے کو تسلی بھی کوئی پاس نہین

ذبح کر مجھ کو مری آنکھ بچا کر قاتل
دیکھ یہ چلتی چھری ہے نگہ یاس نہین

دل دیا جسکو وہی جان کا خواہان نکلا
سچ تو یہ ہے کہ ہمین رسم وفا راس نہین

رہ کے دنیا مین کوئی کام نہ عقبیٰ کا کیا
یون سفر مین ہین کہ کچھ زاد سفر پاس نہین

شوق کہتا ہے کلیجے مین چمن کو رکھ لون
کون سا پھول ہے جسمین تری بو باس نہین

قید خلوت کی ہے اظہار محبت کے لیے
راز کی بات ہے اغیار کی بکواس نہین

کام کچھ سعی و سفارش کا نہین محشر مین کوئی دنیا کے تو حاکم کا وہ اجلاس نہین

خم کوئی لا کے مرے منھ سے لگا دے ساقی ایک دو جام سے بجھنے کی مری پیاس نہین

فصل گل آئی مرے وحشت نوردی کو اٹھا سبز مخمل کا بچھا فرش ہے یہ گھاس نہین

وہ جو بدظن ہین تو اظہار محبت مین حفیظ یہ بھی کہتے ہوے ڈرتا ہون کہ دل پاس نہین

نالے جو پر اثر ہین وہ گھبرا لئے جاتے ہین پھولے ہوے نہال مین پھل آئے جاتے ہین

الجھے جو بال رات کے سلجھائے جاتے ہین منھ آرسی مین دیکھ کے شرمائے جاتے ہین

کتنا گھمنڈ پرسش روز جزا کا تھا پیش خدا بھی وہ مجھے جھٹلائے جاتے ہین

کن شوخیون سے ٹال رہے ہین سوال وصل ہنس ہنس کے میری بات کو دہرائے جاتے ہین

اللہ رے ان کے پھول سے گالون کی تازگی دھوپ آئینے کی دیکھ کے کمھلائے جاتے ہین

ناصح مزاج دیکھ کے کرتے ہین گفتگو ہم بار بار آپ کو سمجھائے جاتے ہین

جاتے ہین جب ادھر سے تو پھر پھر کے دیکھ کر حسرت نصیب دل کو وہ تڑپائے جاتے ہین

اس بھولے پن سے اور بھی دل بدگمان ہے ذکر رقیب پر وہ قسم کھائے جاتے ہین

وحشت سے میری ایک زمانے کو ہے جنون جو ہین وہ آپ آپ کو بہکائے جاتے ہین

پژمردہ ہار دیکھ کے صبح شب وصال کچھ دل ہی دل مین سیج پہ شرمائے جاتے ہین

آئے کبھی جو یاد تو خط بھیجنا ضرور اپنا پتا ہم آپ کو لکھوائے جاتے ہین

جس باغ مین ہے اپنی گل افشانیون کا فیض پھولون سے آشیانہ وہان چھائے جاتے ہین

واعظ بہت نہ بادہ کوثر کا وصف کر سن سن کے لوگ بزم مین للچائے جاتے ہین

لبریز جام دیکھ کے ساقی کے ہاتھ مین ہم کو توبہ پہ بھی مزے آئے جاتے ہین

پھبتی ہے شان حسن محبت حفیظ کی
دل کیا گیا ہے جب سے وہ اترائے جاتے ہین

یہان وہ نہین یا وہان وہ نہین
جو بینا ہون آنکھین کہان وہ نہین

مرے درد کی داستان وہ نہین
جو ہو بے اثر یہ فغان وہ نہین

وہ پہلی سی کیفیت سے کہان
وہی ہے کہ پیر مغان وہ نہین

جدھر دیکھو چھائی ہے افسردگی
زمین وہ نہین آسمان وہ نہین

یہ قیدین ہین دیر و حرم کی عبث
اگر دیکھیے تو کہان وہ نہین

یہ کہنا بھی کفران نعمت نہ ہو
مرے حال پر مہربان وہ نہین

دکھائین کسے انقلاب جہان
مکین وہ نہین ہین مکان وہ نہین

جہان ہو کسی کا نہ سجدہ قبول
الٰہی ترا آستان وہ نہین

مبدل جو ہو خلد مین عیش سے
ہمارا غم جاودان وہ نہین

وہ رونق تھی سب انکے دم تک حفیظ
نہین وہ تو گھر کا سمان وہ نہین

خیال حسن پرستی مرے سخن مین نہین
یہ عاشقی گل آرائش اس چمن مین نہین

عزیز جان سے بڑھ کر لحد نے رکھا ہے
کہ روز حشر کوئی داغ تک کفن مین نہین

ہجوم عام مین دیکھا اسے تو کیا دیکھا
جو لطف خاص ہے خلوت مین انجمن مین نہین

فلک کی چال اڑائی ہے کجکلاہون نے
قیام مثل ہلال انکے بانکپن مین نہین

ق

ادا و ناز کرشمہ متانت و شوخی
وہ بات کون سی ہے جو مرے سخن مین نہین

بنا لیتی ہے گھر دل مین سادگی کی پھبن
بناؤ یہ کسی آراستہ دلھن مین نہین

کمال سے نہین بڑھ کر عزیز اہل دیار
کہین تو کیا کہین قدر سخن وطن مین نہین

عروس عمر کا جوبن رہا جوانی تک
نہین بہار تو کوئی فضا چمن مین نہین

بہار عالم امکان ہے نطق کا جلوہ
یہ ایک شمع ہے روشن زبان دہن مین نہین

بغیر سرمہ تری آنکھ نے کیا ستھراؤ
مزہ ہے تیغ ابھی دست تیغ زن مین نہین

یہ مختصر ہے گلہ نام کیون کسی کا لون
بہار مین بھی نشیمن مرا چمن مین نہین

چلا ہے تخت روان بنکے دوش پر تابوت
ہوا کی موج ہے مردہ مرا کفن مین نہین

امیر و داغ کے دم تک بھی ایک ھوم حفیظ
وہ رونق آج کہین محفل سخن مین نہین

حفیظ پھر بھی دعا گو ہون شاہ آصف کا
اگرچہ کوئی وسیلہ مراد کن مین نہین

کہنے کو یون تو حد کوئی ادراک کی نہین
جو چاہیے وہ کچھ بھی ہمین آگہی نہین

ساقی کے فیض عام مین کوئی کمی نہین
نیت وہ ہے حریص کی بھرتی کبھی نہین

وابستۂ فنا کو بقا کا ہو لطف کیا
کھٹکے کی زندگی بھی کوئی زندگی نہین

کیفیت شراب کو مستون سے پوچھیے
کیا جانے اس مزے کو کبھی جسنے پی نہین

کچھ بھی نہین ہے جلوۂ ہستی کے ماسوا
کیا چیز تو ہے ہاے تجھے آگہی نہین

مانے نہ مانے کوئی یہ اپنا ہے تجربہ
دنیا مین بے غرض کی کہین دوستی نہین

اک تیری تمکنت کا گلہ ہو تو کیجیے
کچھ منھ سے بولتی تری تصویر بھی نہین

واعظ کو کیا مذمت مے کا جواب دون
حسرت اسی قدر ہے کبھی اسنے پی نہین

کہتا گیا ہے کوئی تری جلوہ گاہ سے
آجاے پھر حواس تو وہ بیخودی نہین

حاضر ہوا ہے خدمت پیر مغان مین شیخ
کوئی بھی اب کہے گا کہ یہ جنتی نہین

بخشش بھی اک سزا ہوئی اعمال زشت کی / دوزخ سے کم مجھے مری شرمندگی نہین

آج آپ یون نگاہ چراتے ہین کیا کہون / گویا کبھی کی مجھ سے ملاقات ہی نہین

لکھی ہے بعد میر غزل تو نے اے حفیظ / لڑکون کا کھیل یار تری پیروی نہین

تھکے بیٹھے ہین یہ انداز کوشش کے نرالے ہین / ہمارے کام جتنے ہین مقدر کے حوالے ہین

حقیقت کوثر و جنت کی کیا معلوم واعظ کو / یہ اُنسے پوچھیے جو میکدے کے رہنے والے ہین

اثر کی کیا کمی تھی خون سے دل ضبط کے ہاتھون / نہین تو یہ دکھا دیتے کہ اتنے اپنے نالے ہین

خلوص و سادگی کا رنگ ہی کچھ اپنی محفل مین / بجائے جام جم گردش مین مٹی کے پیالے ہین

ابھی کرنا تھا کچھ اور انتظار اُن کا دم آخر / ہماری آرزو مین اے اجل تیرے حوالے ہین

گھٹا دیتا ہے قدر دل بتون کی یاد کا رکھنا / خدا لگتی سے ہے کہنا یہ کہ مسجد مین شوالے ہین

یہ بحث کفر و دین ہے کسلیے شیخ و برہمن مین / اُسی سے اسکو پوچھین تفرقے یہ جسنے ڈالے ہین

ہم ایسے مست کو حس ہو چکی کیفیت مے کی / یہ اُنسے پوچھیے جو فصل گل تک پینے والے ہین

حفیظ اچھے جہان تک ہین امیر و داغ کے پیرو / کہین ہون لکھنؤ والے ہین وہ دِلّی والے ہین

کہین وہ بن سنور کر آج مہمان جانے والے ہین / تمنا مین مری اے جذب دل تیرے حوالے ہین

اجل رکھ لے ہماری شرم دیکھا جائیگا کس سے / عیادت کو وہ ہمراہ عدو آج آنے والے ہین

زمانے بھر کی چالین آ گئی ہین انکے ناخن مین / بظاہر دیکھنے مین یہ حسین کیا بھولے بھالے ہین

گلے مین بانہین باتین پیار کی تیور خوشامد کے / بغیر از دل لیے پہلو سے وہ کب اُٹھنے والے ہین

نہ ہے انصاف لڑ بیٹھے طرفدار عدو ہوکر / کہا تھا کچھ کسی کی ہم شکایت کرنے والے ہین

اثر جاتا کہاں ہے بیکسون کی گرم آہون کا
ستارے بنکے پھوٹے سینۂ گردون کے چھالے ہین

ہماری جوشِ وحشت کا تقاضا اوہی کچھ ہے
ترے کوہ و بیابان اے جنون سب دیکھے بھالے ہین

کبھی شبنم کبھی آکر گھٹا آنسو بہاتی ہے
ہماری قبر پر غربت مین وہی رونے والے ہین

ہماری بیقراری کا وہی کچھ حال سمجھین گے
کسی حسرت بھرے دلکو جو ہاتھون نے سنبھالے ہین

بڑی ہے کشمکش مین جان بیتاب اے حفیظ اپنی
ادھر آمد اجل کی ہے ادھر وہ آنے والے ہین

ہم تو اے قاصد بتا تجھکو بتا سکتے نہین
ڈھونڈھنے والے جو ہین اُسکو پا سکتے نہین

میکدے مین زاہدانِ خشک آ سکتے نہین
بلکہ یون کہیے کہ جنت مین بیجا سکتے نہین

جب تمھین تم ہو تو پھر کیسا ہمارا امتحان
تم سوا اپنے کسی کو آزما سکتے نہین

سخت جانی کا بھلا ہو ہجر کی شب کٹ گئی
کون سی آفت ہے جسکو ہم اُٹھا سکتے نہین

بے حجابانہ وہ کیونکر دیکھ لینگے کل اُسے
آج دل مین راز اُس کا جو چھپا سکتے نہین

اے فصاحت تیری مٹھی مین ہے اُنکی آبرو
شرم سے بہر دعا جو ہاتھ اُٹھا سکتے نہین

اُنکو کیا برسے نہ برسے اسطرف ابر کرم
قبر پر میری جو دو آنسو بہا سکتے نہین

شرم کی ہے بات تمنے منہ لگایا ہے جنھین
آنکھ بھی محفل مین مجھ سے وہ ملا سکتے نہین

وائے حسرت جان اپنی ہمنے دی جنکے لیے
آکے مٹی بھی ٹھکانے وہ لگا سکتے نہین

دل کو ٹھہرایا ہے دیدیکر تسلی اس طرح
آنکھ والے تجھکو آنکھون سے گرا سکتے نہین

ہے گدائی مین بھی شاہانہ مزاج اپنا حفیظ
منعمون کا ناز بیجا ہم اُٹھا سکتے نہین

ڈگین گے لاکھ جگہ نشۂ شراب مین پاؤن
ٹھکنے پڑ نہین سکتے کبھی شباب مین پاؤن

نہ ضد سے شیشہ و ساغر کو محتسب ٹھکرا
خدا کو مان نہ کر مبتلا عذاب مین پاؤن

ہزار بار کی روندی ہے میکدے کی گلی
کچھ آج ہی نہین رکھا رہ ثواب مین پاؤن

کرین جو عالم رویا مین وہ قدم رنجہ
لگا مین اُٹھ کے ہم آنکھو نسے عین خواب مین پاؤن

بگڑ کے تیغ کے قبضے پر اُسنے رکھا ہاتھ
ذرا جو چوم لیا نشۂ شراب مین پاؤن

ہمین دکھا کے جو آئینہ اُسنے ٹھکرایا
غرض یہ ہے کہ پھرے دیدۂ پرآب مین پاؤن

ہماری چال نہ اُنکی روش مین فرق آیا
اُکھڑ گیا ہے زمانے کا انقلاب مین پاؤن

سراب زمین پر اُن کا ہی ضعف پیری سے
جو فرش خاک پہ رکھتے نہ تھے شباب مین پاؤن

لیے ہے مہر کو آغوش مین ہلال اپنے
کہ اُس حسین کا ہے حلقۂ رکاب مین پاؤن

چھڑا کے ہاتھ سے دامن جو وہ بگڑ کے چلے
بجھٹ کے تھام لیا ہمنے اضطراب مین پاؤن

رواروی مین کچھ ایسی بہار ہستی ہے
شمیم گل کا بھی جمتا نہین گلاب مین پاؤن

حفیظ خاطر صفدر سے کہ رہا ہون غزل
کوئی زمین ہے ورنہ یہ آفتاب مین پاؤن

اپنی ہستی کی شان ہین دونون
ہم زمین آسمان ہین دونون

آزماتے ہین ہم انھین وہ ہمین
دل مین کچھ بدگمان ہین دونون

حسن کا رعب عشق کے آثار
وصل کے پاسبان ہین دونون

دل مین بسئے کہ آنکھ مین رہیے
آپ ہی کے مکان ہین دونون

گنبد قصر قبۂ مدفن
چارون کے نشان ہین دونون

دیدہ و دل کی کیا کہین وسعت
دیکھ لو دو جہان ہین دونون

کوئی سید ہو یا ہو شیخ قریش
ایک ہی خاندان ہین دونون

خواہش خلد خوف دوزخ کیا
جب اُسی کے مکان ہین دونون

ملک برباد اہل ملک تباہ
جان بلب نیمجان ہین دونون

پرسش حشر عالم برزخ
یہ کڑے امتحان ہین دونون

جلوۂ حُسن عشق کا نیرنگ
دونون عالم کی شان ہین دونون

سُرمگین چشم تمکنت کی ادا
حُسن کی آن بان ہین دونون

کعبہ گھر کسکا بتکدے مین ہو کون
کس کے یہ آستان ہین دونون

آرسی محرم آئینہ سے ہے مشیر
بے دہن بے زبان ہین دونون

کہیے کیا حال حسن و عشق حفیظ
طرفہ تر داستان ہین دونون

پہلو مین روز کوئی حسین مہ جبین کہان
راتین شباب کی وہ نشاط آفرین کہان

کانون مین آرہی ہے جو لبیک کی ندا
اے ذوق عجز ناک گئی اپنی جبین کہان

پوچھے گئے ہین اشک یہ کس خوش نصیب کے
فرمائیے تو تم یہ ہوئی آستین کہان

دین اُس گلی سے دور کی نسبت ارم کو خاک
مسجود خلق ایسی کوئی سرزمین کہان

دلدار دلنواز یہ کہنے کی بات ہے
ناز آفرین بہت ہین نیاز آفرین کہان

کیا کہیے کیا نہ کہیے اب اِس تنگ وقت مین
جمعیت خیال دم واپسین کہان

یون دلفریب چاند بھی ہو شمع و گل بھی ہون
کر لے جو چشم و دل مین جگہ وہ حسین کہان

آوازہ مار کر مجھے مارا ہے جان سے
ایسا ستم ظریف ستم آفرین کہان

ہوتی ہے ایک جام مین دونون جہان کی سیر
اب ہم کہان مباحثۂ کفر و دین کہان

وہ دن گئے کہ طوق گلو دست شوق تھا
ہوتی ہے دور ہاتھ سے اب آستین کہان

اب شیخ دھن مین بادۂ کوثر کی مست ہے
جاتی ہے دل سے حرص نہ انگبین کہان

دنیا کے انقلاب کو روتے ہو کیا حفیظ
اورون کا ذکر ایک طرف وہ ہمین کہان

ہو کے کسیکا مبتلا رو دیے ہاے ہاے کیون
جسکو نہ تاب ضبط ہو دل وہ کہین لگاے کیون

خود ہی بلا کے پوچھنا آئے ہو بے بلائے کیون
ایسے مرنے کی چھیڑ پر ٹوٹکے دل نہ آے کیون

اُس سے نظر ملا کے اب فکرِ علاج بیخودی
ہو رہے محو جلوہ جو آپ مین پھر وہ آئے کیون

مانگیے موت بھی اگر کہتے ہین پھیر کر نظر
یاس ہی جب اثر سے ہو دستِ دعا اُٹھاے کیون

سچ ہے کسی کی کیا خطا اپنے کیے کی ہے سزا
ابتو یہی ہے جھیکنا اُنسے ملے تھے ہاے کیون

شرط نیاز و ناز کے دونون ہین جبکہ کار بند
جسکو نہ آزمائین ہم ہم کو وہ آزماے کیون

گردش بخت کا گلہ پڑھ کے جواب خط یہ تھا
دور جو میرے در سے ہو اُسکو قرار آے کیون

میری نگاہ شوق پر جس کو کچھ اعتراض ہو
بنکے ادائے دلفریب وہ بر دیکھے آئے کیون

گر کے کسی نگاہ سے خود ہی غبار دل جو ہو
اُسکو فلک مٹاے کیون اُسکو زمین دباے کیون

جسکو غرور حسن سے صرفہ ہو اک نگاہ کا
دل مین وہ کیون جگہ کرے آنکھ مین وہ سماے کیون

چارۂ درد دل حفیظ اپنے لیے تو ہو گیا
ہنسکے کسیکا پوچھنا کرتے ہو ہاے ہاے کیون

ہمین سے سب ترقی و تنزل کی نشانی ہین
گذشتہ واقعات اپنے فسانے ہین کہانی ہین

دیارِ حسن مین جو کچھ نہ ہو اندھیر تھوڑا ہے
ادائین زلف و کاکل کی بلاے ناگہانی ہین

کدھر رہتا ہے میدان محبت دیکھیے کیا ہو
ہمارا سادہ دل ہے اور وہ آنکھین سیانی ہین

خدائی جنکے قبضے مین رہی ہے اے تری قدرت
اب اُنکے تذکرے عالم مین عبرت کی کہانی ہین

ہمارا کام کب کا ہو چکا تھا یاس کے ہاتھون
بھلا ہو اُن امیدون کا جو وجہ زندگانی ہین

عبث ناداں کتبے کندہ کرتے ہین مزارون پر
یہ نقش لوح و گنبد سب نشان بے نشانی ہین

ترد دکیون ہنو پینے لگے زاہد چھپ چھپ کر
بکیگی آگ کے مولون یہ آثار گرانی ہین

نہ ہمکو صبر آتا ہے نہ اُنکو رحم کیا کہیے
اکارت کوششین ہین کشمکش مین درمیانی ہین

لڑاتے ہین وہ پہرون آئینے سے آنکھ خلوت مین
حیا منہ دیکھتی ہے رازدان حسن جوانی ہین

سخن فہمی حفیظ اس عہد مین ہوتی تو کیا ہوتا
ترے ہر لفظ مین پنہان ہزارون ہی معانی ہین

میرے گھر آتے ہین یا غیر کے گھر جاتے ہین
کس بتیہ مین وہ نکلے ہین کدھر جاتے ہین

کل جو وحشت کا ہوا انجام خدا کو معلوم
آج ایک خاک سی اڑتی ہے جدھر جاتے ہین

جو نہ سنوا سکے یہ مجبوری دل وہ کم ہے
جب وہ آتے ہین اک الزام ہی دھر جاتے ہین

دیکھ کر شیخ کو یاد آتی ہے قدرت اُس کی
ابتدا مین جو بگڑتے ہین سنور جاتے ہین

یاد رکھیے گا مرے قول کو لکھ رکھیے گا
اور ہوتے ہین جو کچھ کہکے مکر جاتے ہین

تو نہ بھول اپنے کو وہ لاکھ سرافراز کرین
سر جو چڑھتے ہین بہت جی سے اُتر جاتے ہین

حُسن والون سے تغافل کی شکایت بیکار
یہ وہ ہین دیدہ و دانستہ مکر جاتے ہین

جذب دل سے کشش حسن کی کبتک مڈبھیر
ابتو ہم ان سے ملانے کو نظر جاتے ہین

آج پھر شوق کے ہاتھون کسی محفل مین حفیظ
بار رہا تا تو بہت دشوار مگر جاتے ہین

دل اہل وفا وہ اک نظر پر مول لیتے ہین
یہ قیمت اور سو مین چھانٹ چھانٹ کر مول لیتے ہین

زمین کوے قاتل بیجا سر مول لیتے ہین
جنون کی نذر کو سامان محشر مول لیتے ہین

شب وصل ادا کرنے سے ان بن ہو ہی جاتی ہے
خوشی مین چھیڑ کر ہم رنج اکثر مول لیتے ہین

ان ابنائے زمانہ سے ہو کیا امید ہمدردی
نہایت شوق سے ہمسایہ کا گھر مول لیتے ہین

وہی ہے قدر و قیمت مٹکے بھی میخانے والون کی
ہماری خاک کا مینوش ساغر مول لیتے ہین

مسخر دل کو کرتا ہے صفائے قلب کا جوہر
جبھی تو جوہری زر دیکے پتھر مول لیتے ہین

مجھے دینے کو زک شاید خریدینگے وہ دل میرا
کہ اکثر ضد سے صیدی کا کبوتر مول لیتے ہین

طواف اسکی گلی کا ساتھ میرے اے صبا کر لے
تہیدستون سے اکثر حج تونگر مول لیتے ہین

کوئی مانے نہ لوہا یون کسی کی سخت جانی کا
کہ وہ بازار جب جاتے ہین خنجر مول لیتے ہین

حفیظ اسمین جو چھپتا ہے کلام حضرت آصف
یہ گلدستہ زیادہ تر سخنور مول لیتے ہین

گلا حسرت نے گھونٹا یاس کے چرکونکا بسمل ہون
نصیب ایسے کہان جو کشتۂ انداز قاتل ہون

طریق اہل حق یا فرقۂ باطل مین شامل ہون
خدا کو علم ہے اسکا وہان کس مین داخل ہون

کہین مجنون کا مسکن ہون کہین لیلی کا محمل ہون
کبھی ہون دامن صحرا کبھی اک گوشۂ دل ہون

برابر دوست و دشمن ہین مجھے وہ آئینہ دل ہون
اسیکا نقش اسیکا عکس ہون جسکے مقابل ہون

پڑا رہتا ہون اک گوشہ مین چپکے جیسے سل ہون
رہا ہی مجھ مین اب کیا جو شریک اہل محفل ہون

خطا انکی نہ کچھ الزام ہے حسن و محبت پر
مین اپنا آپ دشمن ہون مین اپنا آپ قاتل ہون

مجھی سے امتیاز کفر و ایمان ہے زمانے مین
حقیقت کی کسوٹی ہون تمیز حق و باطل ہون

گذر اپنا ہوا اس انجمن مین کس خرابی سے
تھکا یہ کہتے کہتے منہ دعا دیتا ہون سائل ہون

ابھی سب کچھ ابھی کچھ بھی نہین یہ اپنی ہستی ہے
نفس کی آمد و شد سے تماشا گاہ منزل ہون

ادھر محمل نشین وحشت مین مجنون وار پھرتی ہے
ادھر مجنون کو یہ سودا کہ مین لیلی محمل ہون

خمار آنکھوں میں دل افسردہ سست و مضمحل اعضا
جوانی کی شب آخر ہوں اکھڑا رنگ محفل ہوں

اسی پر ختم کر اب قہر و رحمت کا بیان واعظ
لیے تو لاکھوں جنت سے میں دوزخ کے قابل ہوں

مجھے مایوس کیوں جانا مجھے مجبور کیوں سمجھا
نہ میں اٹکا ہوا دم ہوں نہ میں بیٹھا ہوا دل ہوں

لٹک اُن گیسوؤں کی دیکھکر میری تو کیا ہستی
فرشتوں کو یہ سودا ہے کہ پابند سلاسل ہوں

دم سرد اور چشم تر کی طرفہ سیر ہے دیکھو
بہار موج دریا ہوں ہوائے سرو ساحل ہوں

حفیظ اُس انجمن میں ساتھ مجکو تم نہ لیجاؤ
تمناؤں کی میں اک پوٹ ہوں حسرت بھرا ہوا ہوں

بغیر جبہ حسینوں سے اجتناب نہیں
اگر وہ مین شیخ کے اب وقت شباب نہیں

جوان ہوتے ہی آنکھوں میں حجاب نہیں
مگر شراب سے کم مستی شباب نہیں

یہ مانتا ہوں کہ واعظ روا شراب نہیں
مگر کسی کی مذمت بھی تو ثواب نہیں

ادا ادا میں وہ انداز دلفریب کہاں
بہار حسن خزاں ہے اگر شباب نہیں

مرے سوال کو کن پہلوؤں سے ٹال دیا
یہ کہہ دیا کہ تری بات کا جواب نہیں

کمر جھکی ہے فلک کی بھی اُف رے بار الم
وہ کون پیر ہے جسکو غم شباب نہیں

دماغ ہو گیا روشن چڑھا جو نشۂ علم
خواص سے ہون دلیل یہ وہ شراب نہیں

کوئی گرے نہ کسی کی نگاہ پر چڑھ کر
اس انقلاب سے بڑھکر کچھ انقلاب نہیں

لٹا کیا تری درگاہ میں اثر یا رب
ہماری ایک دعا ہے کہ مستجاب نہیں

کچھ اپنے دل کا گلہ فلک کا شکوہ ہے
عدو سے بحث نہیں آپ سے خطاب نہیں

بلا سے خون ہو گھٹ گھٹ کے حسرت دیدار
سنے یہ کون تجھے دیکھنے کی تاب نہیں

دکھا کے منہ بھری آنکھیں کہا یہ ساقی نے
حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں

نگاہ پھر گئی جس سے کہین کا وہ نرہا
خدا کا قہر ہے ظالم ترا عتاب نہین

مآل وصل جدائی ہی ہائے کیا کہیے
جو کامیاب ہے وہ بھی کامیاب نہین

بہار حسن نہین ہے بہار گل غافل
سمجھ لے جاکے پلٹنے کا پھر شباب نہین

سب اہل دید پر اک بیخودی سی چھائی ہے
ہٹا ہوا تو کہین گوشۂ نقاب نہین

ہوا جو ذکر حفیظ اُس نے ہاتھ ملکے کہا
کہ آج بزم مین وہ خانما خراب نہین

وہ رنگ روپ وہ عارض کی آب و تاب نہین
چراغ حسن مین اب روغن شباب نہین

نہین اُسے کسی مشتاق سے حجاب نہین
نگاہ شوق تجھے دیکھنے کی تاب نہین

سُرور قلب کا کیا ذکر اب شباب نہین
نہین بہار تو کیفیت شراب نہین

لٹی سی آج تو ہے بزم میکشی ساقی
شراب جم مین نہین قاب مین کباب نہین

بناوٹین تھین وہ منہ دیکھنے کی محبت تھی
ہمارے خط کا بھی دیتے وہ اب جواب نہین

لگاؤ دل کا کسی سے ہی تم کہو نہ کہو
کچھ اور اسکے سوا وجہ اضطراب نہین

ہمین کو دیکھکے بل ابروون پر آتا ہے
کسی پر اور یہ غصہ نہین عتاب نہین

وہان ہی رنگ تلون بھی حسن مین داخل
یہان پسند زمانے کا انقلاب نہین

نظر فریب ہے انداز منہ چھپانے کا
ادا یہ طرفہ لگاوٹ کی ہی حجاب نہین

بہک بہک کے نہ کر ذکر بادہ اے واعظ
یہ بزم وعظ کی ہی محفل شراب نہین

اُبھار دیکھ نے غنچون کا اوچھا او اے
چھپا کے رکھنے کی شئے دولت شباب نہین

ادھر یہ عجز اُدھر وہ غرور کا عالم
سمجھ رہے ہین کوئی لائق خطاب نہین

عجیب توبہ شکن دور دور ساقی ہے
کوئی جہان مین اب تارک شباب نہین

جہان ملینگے وہ لاکھون انکو چن ہین گے
یہ چونکنے کی کہین چشم انتخاب نہین

حفیظ ایسے مین کیا لطف عام بادہ کشی
کہین ہے بارش رحمت کہین سحاب نہین

بے اعتباریان جو نہ ہون اعتبار مین
پھر تو ہین لاکھ مرے انتظار مین

ملتے ہی آنکھ دل نہ رہا اختیار مین
جادو بھرا تھا کیا نگہ شرمسار مین

جاتے ہین ہاتھ ابھی سے گریبان کیطرف
کیا حال ہوگا جوش جنون کا بہار مین

یون آدمی کے قبضۂ قدرت مین کیا نہین
اک اپنی موت و زیست نہین اختیار مین

ترغیب زہد اور وہ مجھ ایسے رند کو
سو بار تو یہ ٹوٹ چکی ہے بہار مین

اتنا تو اپنے جذب محبت مین ہو اثر
آکر کہین وہ دل نہین اب اختیار مین

توبہ کے توڑنے مین کسے باک ہے مگر
ساقی کا بھی مزاج ملے جب بہار مین

آنے کا وعدہ کر گئے وہ کیا ہنسی ہنسی
رو رو کے اپنی رات کٹی انتظار مین

ممکن ہے تاب ضبط نہ یار اے عرض حال
دل اختیار مین نہ زبان اختیار مین

دیکھین وہ کڑوی آنکھ سے اسکا گلہ نہین
تلخی تو لازمی ہے مے خوشگوار مین

اللہ رے بیکسی یہ سمان دیکھنے کا ہے
تنہا پڑا ہون گھر مین کہ کنج مزار مین

جو مجکو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے ملکے ہاتھ
یارب کوئی کسی کے نہ ہو اختیار مین

ساقی رکے نہ ہاتھ لگاتار جام دے
نشہ اکھڑ نہ جائے کہین انتظار مین

کیا تم سے سرگذشت جوانی کہون حفیظ
کیفیت سرور نہ پوچھو خمار مین

کسیکی وہ نہین سنتے یہ سب کہنے کی باتین ہین
نہ سننے کے جو قابل ہون وہ سب کہنے کی باتین ہین

تڑپ کر جان دیدینا یہ سب کہنے کی باتین ہین
جو عاشق کر گذرتے ہین وہ کب کہنے کی باتین ہین

نہ پوچھو دوستو کچھ حال آغاز محبت کا
چھپایا آج تک جنکو وہ اب کہنے کی باتین ہین

بڑا احسان ہو جو اک نظر صورت دکھا جاین
مرے مہمان ہین وہ روز و شب کہنے کی باتین ہین

در میخانہ پر یہ کہہ رہا ہے فیض ساقی کا
ادھر سے کوئی گذرے تشنہ لب کہنے کی باتین ہین

کسی کا وصل مین کھل کھلنا وہ مست مے ہو کر
معاذ اللہ ایسے ہین ادب کہنے کی باتین ہین

لحاظ غیر آتنا - ہو نہو کچھ بھید ہے اس مین
دبے کوئی کسی سے بے سبب کہنے کی باتین ہین

جوانی کی امنگون مین خبر اپنی نہ ہو جس کو
ہماری یاد اسکو روز و شب کہنے کی باتین ہین

کشش جذب محبت کی اثر اپنا دکھائیگی
چلے آؤ نہ تم خود بے طلب کہنے کی باتین ہین

حفیظ اک روز یونہی بڑھتے بڑھتے رنجش بیجا
نہ ہو ترک تعلق کا سبب کہنے کی باتین ہین

کسی نے پیکے توبہ مے سے کی کہنے کی باتین ہین
ارے میکش سے چھوٹے میکشی کہنے کی باتین ہین

لحاظ توبہ کا دشمن ہے یہ برسات کا موسم
گھٹا ہو اور للچائے نہ جی کہنے کی باتین ہین

محبت کی نظر کا دیکھنا کچھ اور ہوتا ہے
مری آنکھون سے دیکھے آرسی کہنے کی باتین ہین

ہمین تو اپنے رونے پر ہنسی آجاتی ہے اکثر
ترے غم مین ہنسی ہوتی خوشی کہنے کی باتین ہین

ترے چھینٹون مین اے ناصح کبھی ہم آ نہین سکتے
بجھا دے کوئی اس دل کی لگی کہنے کی باتین ہین

جب آئینگے مرے گھر آگ ہی برسا کے جائینگے
بھلا وہ چھوڑ دین طعنہ زنی کہنے کی باتین ہین

جسے تم سن نہین سکتے جسے ہم کہہ نہین سکتے
وہی سننے کی باتین ہین وہی کہنے کی باتین ہین

نبھی جاتی ہے جو ابتک اپنی وضعداری سے
نباہو تم کسی سے دوستی کہنے کی باتین ہین

مزہ جینے کا ہے بس ساقی گلفام کے دم سے
بغیر اس کے بہار زندگی کہنے کی باتین ہین

محال عقل ہے کہتے ہین فطرت کا بدل جانا
ترے جلوے کے آگے آپ مین رہنا کچھ آسان ہے
ہزارون صاحب دیوان ہین فیض طبع رنگین سے
گلے ملتے کسی سے انکو ان آنکھون سے دیکھین گے

عدو سے اور چھوٹے دشمنی کہنے کی باتین ہین
سنبھلنے دے کسی کو بیخودی کہنے کی باتین ہین
لٹائے یون چمن اپنا کوئی کہنے کی باتین ہین
ہمین ہو عید کے دن بھی خوشی کہنے کی باتین ہین

حفیظ اپنا یہ حصہ ہے یہ ہین خاص اپنی ترکیبین
غزل اس رنگ مین کہدے کوئی کہنے کی باتین ہین

اُڑا لے رنگ میرا مدعی کہنے کی باتین ہین
نہ ہنسوائے تمھین ایسی ہنسی کہنے کی باتین ہین
کسی کا نام کیون لین خود غرض جتنے ہین دنیا مین
جو ہین کج خلق ٹیڑھے کیون نہ ہون وہ سیدھی باتون سے
نہو دل صاف جسکا حق و باطل اُسکو کیا سوجھے
اُٹھا اُکتا کے جب دامن پکڑ کے عرض کی مین نے
ہمارے دل کے ہوتے چشم دشمن پر نظر کیسی
مرے پہلو مین بھی منھ کو تبسم چوم لیتا ہے
تمھین پر منحصر کیا اب تو اپنا ہے یہ کلیہ
کسی کو پہلے دل دے پھر مرا غمخوار ہو ناصح
حفیظ اپنی غزل سنکر جلین گے حشر تک دشمن

اُٹھائے صوت بلبل گلچھڑی کہنے کی باتین ہین
رُلا کر بیکسون کو ہو خوشی کہنے کی باتین ہین
بنا ہین وہ کسی سے دوستی کہنے کی باتین ہین
خوش آئے کاذبون کو راستی کہنے کی باتین ہین
شب تیرہ مین دن کی روشنی کہنے کی باتین ہین
مرے قاصد ابھی کچھ اور بھی کہنے کی باتین ہین
اس آئینے سے بہتر آرسی کہنے کی باتین ہین
کوئی دم ضبط ہو اُنسے ہنسی کہنے کی باتین ہین
حسینون کو لحاظ دوستی کہنے کی باتین ہین
بغیر اسکے شعور دلبری کہنے کی باتین ہین
حسد کی آگ بجھ جائے کبھی کہنے کی باتین ہین

کہنے کی باتین ہین

جسے اسلام کہتے ہین ہوا ہے کفر سے بدتر
مسلمانو! حرارت دین کی کہنے کی باتین ہین

لڑا دیگی مٹا دیگی تمھین یہ پھوٹ آپس کی
نفاق و بغض مین ہونگی کہنے کی باتین ہین

بڑھی تکرار مذہب کی سوا ہے خانہ جنگی بھی
پڑے ترکون سے جھگڑے ہین کمی کہنے کی باتین ہین

تعلی واعظون کی اک طرف یہ غل مچاتی ہے
کسی سے ہو ہماری پیروی کہنے کی باتین ہین

کسی کو لعنتی کہنا کسی کو دوزخی کہنا
کوئی حضرت سے یہ پوچھے کیا یہی کہنے کی باتین ہین

تعصب چھوڑ کر ہوتے نہین سب ایکدل جبتک
ترقی اس جماعت کی ابھی کہنے کی باتین ہین

پڑے ہین جو عقل پر پردے کھڑی ہے سر پہ رسوائی
لے ہے پردہ ہو بے پردگی کہنے کی باتین ہین

امیرون کو جو دیکھو مست ہین اپنی امارت مین
اُنھین غم دین و مذہب کا کبھی کہنے کی باتین ہین

غریبون کی جو سنیے رو رہے ہین فکر روزی مین
انھین اس عہد مین کچھ خوشی کہنے کی باتین ہین

بڑھا جاتا ہے آئے دن یہ جھگڑا شاعرون مین بھی
بری ہو اب عزت سے کوئی کہنے کی باتین ہین

کوئی کہتا ہے ہم موجد ہین اس مضمون بندش کے
کوئی کہتا ہے اب باتین نئی کہنے کی باتین ہین

کوئی کہتا ہے دیکھو نیچرل ہے شاعری اپنی
سخن مین اس سے بڑھکر سلوگی کہنے کی باتین ہین

کوئی کہتا ہے بنکر ایشیائی نظم کا دشمن
نہ پھیلے اب مذاق مغربی کہنے کی باتین ہین

ادھر پنجاب والے دھجیان کیا کیا اڑاتے ہین
زبان کا اس سے بڑھکر مدعی کہنے کی باتین ہین

اسی کا کر رہے ہین چند پٹنے والے بھی غوغا
رہین ہو کر مقلد یو.پی کہنے کی باتین ہین

ادھر یہ لکھنؤ والون کا دعویٰ حق بجانب ہے
فقط مالک زبان کے دہلوی کہنے کی باتین ہین

متانت مین فصاحت مین لطافت مین بلاغت مین
بڑھے کوئی گھٹین ہم لکھنوی کہنے کی باتین ہین

مسلسل اپنی تقریرین ہین یا موتی کی لڑیان ہین
زبان کی ہے اسے بڑھکر شستگی کہنے کی باتین ہین

غرض جو ہین جھگڑتے ہین سگِ یو الکی صورت
بھلا ایسون کو کہنا آدمی کہنے کی باتین ہین

وہ باتین کم ہین جنکو صاحبِ انصاف بھی سُن لین
ہزارون مین کھری دو چار ہی کہنے کی باتین ہین

حفیظ ایسی ہی باتین گوہر نایاب ہین سچ ہی
جواہر اور انسے قیمتی کہنے کی باتین ہین

وفا ڈھونڈھیے تو کسی مین نہین
مزہ کچھ بھی اب دوستی مین نہین

یہ ہے کون جس سے لڑاتے ہو آنکھ
کوئی دوسرا آدمی مین نہین

حسینون کے وعدے کی یہ شان ہے
زبان پر ہی ہان اور جی مین نہین

غنیمت ہین غافل جوانی کے دن
کوئی لطف پھر زندگی مین نہین

انھین نے کے ڈل یہ کیا تجربہ
جو لذت ہی غم مین خوشی مین نہین

کوئی ہو کے بے چین منہ چومے
ادا یہ گلون کی ہنسی مین نہین

جگر دوز تھے جس کے نالے حفیظ
وہ دیوانہ آج اُس گلی مین نہین

جام بھر بھر کے عدد پیتے ہین
چلو ؤن ہم بھی لہو پیتے ہین

ابر چھایا ہے بہار آئی ہے
مست بیٹھے لب جو پیتے ہین

توبہ کی جان کو رونا کب تک
پارسائی کا لہو پیتے ہین

کیا مقدر کا اُلٹ پھیر ہوا
میرے حصے کی عدو پیتے ہین

آبرو ڈوب گئی زہد کی آج
شیخ صاحب لب جو پیتے ہین

لہر کوثر کی رہا کرتی ہے
بیٹھکر جب لب جو پیتے ہین

صرف ست اب وہ حفیظ آج کہان
صرف روز ایک سبو پیتے ہین

شیخ برسات مین جا کر لب جو پیتے ہین
قبلہ رو بیٹھتے ہین کرکے وضو پیتے ہین

مے کہان سے ہو میسر در میخانہ ہے بند　　اب کئی روز سے قاضی کا لہو پیتے ہین
ظرف جمشید کو کیا ظرف سے اپنے نسبت　　کم بھی ہونے پر ابھی ایک سبو پیتے ہین
میری چھوٹی ہوئی لٹجاتی ہے میخانے مین　　اتنی رغبت سے کہان آب وضو پیتے ہین
بھیڑ مستون کی کسی دن سر کوثر ہو گی　　اس تمنا مین ابھی سے لب جو پیتے ہین
آپ سے آپ حسینون کو چڑھی رہتی ہے　　کیا تماشا ہے کہ بے جام و سبو پیتے ہین
ایک محرومی قسمت کا گلا ہو تو کہون　　یہ بھی ہے رشک ترے ساتھ عدو پیتے ہین

میکشی دے گئی برسات مین وہ لطف حفیظ
موسم گل مین بھی اکثر لب جو پیتے ہین

یہ سچ کہا ہے زمانے کو اعتدال نہین　　کہ ایک حال پہ رہتا کسی کا حال نہین
جو دل ہے صاف تو بیجا مرا سوال نہین　　اٹھو گلے سے لگا لو اگر ملال نہین
فلک مٹائے گا کیا اوج خاکساری کا　　یہ وہ کمال ہے جسکو کبھی زوال نہین
تری شبیہ سے اکثر ملا کے دیکھ لیا　　کسی حسین مین یہ خوبی نہین جمال نہین
قضا کے ہاتھ مین کنجی متاع عمر کی ہے　　جو ساتھ لائے ہین قبضے مین وہ بھی مال نہین
ٹپک رہی ہین نگاہون سے حسرتین دل کی　　کسی کے سامنے گو تاب عرض حال نہین
خدا کے سامنے انصاف ہوگا محشر مین　　مرے قضیہ کا دنیا مین انفصال نہین
یہ کہہ رہا ہے امیدون کا گھر کے رہجانا　　کوئی طلسم تو یہ عالم خیال نہین
زبان غیر مین کی گفتگو ہمین چوکے　　وہ کہہ اٹھے یہ شریفون کی بول چال نہین
بہت سنا ہے مصیبت کی داستانون کو　　کسی کا حال مگر اپنے حسب حال نہین
ملا کے دیکھ لی اس سے شبیہ یوسف بھی　　یہ رنگ روپ نہین ہے یہ خط و خال نہین

لکھا ہے آج کچھ اسکو جو ماجرائے فراق
کہین بھی لفظ و معانی مین اتصال نہین

وہان سکوت بھی اک شان لنترانی ہے
یہان یہ رعب کہ کھلتا لب سوال نہین

چھپائے سے کبھی چھپتا نہین ہے رنج دلی
ہزار منھ سے کہے جائین وہ ملال نہین

خفیف ہو کے اُٹھا غیر اُن کی محفل سے
ہمارے سامنے گلتی کسی کی دال نہین

بنائے بنتی نہین اور وجہ خاموشی
مگر جواب کے قابل مرا سوال نہین

بہت وہ شاکی تقدیر پائے جاتے ہین
کیے پر اپنے کبھی جن کو انفعال نہین

اُنھین سے پوچھیے تدبیر اُنکے ملنے کی
کہا جو کرتے ہین تسخیر دل محال نہین

حفیظ کہتی سے ہے کچھ اور اپنی وسعت فکر
زمین شعر مین گنجائش خیال نہین

ہم جو رہ رہ کے دم سرد بھرے جاتے ہین
وہ کلیجے پر ادھر ہاتھ دھرے جاتے ہین

کیسی سبکی ہوئی بیتابی دل کے ہاتھون
لے تری بزم سے جاتے ہین ارے جاتے ہین

شوخ چشمون کو وہی خاک ہوئے پر بھی ہے ضد
گھاس آہو مری تربت کی چرے جاتے ہین

آج یہ عرس ہے کس رند صفا مشرب کا
یہان گر بادہ و پیالے جو بھرے جاتے ہین

مٹنے والون کی لحد کا بھی نشان تک نہین ہائے
توسن ناز ترا لے ہی بھرے جاتے ہین

درد مندون کی خبر لینے لگی اُن کی بلا
مرنے والے اسی حسرت مین مرے جاتے ہین

نزع کے وقت یہ صحت کی دعائین کیسی
آپ کاہے کو یہ احسان دھرے جاتے ہین

کیون وہ ملتے نہین ہون بدظن کہ مری جانب سے
غیر کمبخت ابھی کان بھرے جاتے ہین

التجا کی جو پئے وصل تو اُف رے شوخی
ہنسکے فرماتے ہین کیون آپ مرے جاتے ہین

اُنکی آنکھون کے کرشمون کی خبر کس کو حفیظ

جو ہین وہ دل ہی پر الزام دھرے جاتے ہین

یہ بادل جو میخانے پر چھا رہے ہین
جو پیتے نہین وہ بھی للچا رہے ہین

وہان سادگی سے تھا زیور بڑھانا
یہان ٹلین سو سگان آ رہے ہین

سر شام تھی جن سے رونق چمن کی
سحر کو وہی پھول مرجھا رہے ہین

فرشتے بھی کاندھون کو تا جھک کے پی لین
ہم اتنے لیے جام چھلکا رہے ہین

جو رکھتے روا ہین دل آزاریون کو
وہ کعبہ کی بنیاد کو ڈھا رہے ہین

کہان کس کے ماتم مین رات گذری
کلائی کے گجرے جو مرجھا رہے ہین

نظر مین ہین ساقی کی متوالی آنکھین
ہمین بے پیے ہی مزے آ رہے ہین

بڑا ابتو رونا ہے اُنکی سمجھ کا
جو بیٹھے ہوے ہمکو سمجھا رہے ہین

نہ کر شمع پروانون پر ظلم اتنا
غریب آپ ہی جلنے جا رہے ہین

ہوئین کس سے باتین تصور مین یارب
جو وہ آپ ہی آپ شرما رہے ہین

حفیظ اس قدر بھی ہے کیا بدگمانی
ادھر دیکھیے وہ قسم کھا رہے ہین

مژدہ اے دل ترے نالے کچھ اثر کرتے ہین
حال پر میرے وہ حسرت سے نظر کرتے ہین

خواب غفلت سے ذرا چونک کے تو آخر شب
سن تو کیا ذکر یہ مرغان سحر کرتے ہین

ان در اندازون کو اللہ سلامت رکھے
میری اُن کو تو انھین میری خبر کرتے ہین

رات کہہ کہکے یہی شمع کے آنسو پونچھے
ہم بھی رو رو کے تری طرح سحر کرتے ہین

ہم بھی ہین غیر بھی ہین بزم مین اے جذبۂ دل
دیکھنا یہ ہے توجہ وہ کدھر کرتے ہین

لطف کچھ شام و سحر کا ہے اُنھین کو حاصل
اُس گلی مین جو شب و روز بسر کرتے ہین

کچھ تو ہے بھید جواب ضبط کی تاکیدین ہین
کس کو باور ہے کہ نالے بھی اثر کرتے ہین

ہو کے مجبور جو آخر کو کیا ترک وفا
اب ہمارا وہ گلہ آٹھ پہر کرتے ہین

بت ہون بیزار کہ ناراض برہمن ہون حفیظ
اب تو بتخانے سے کعبے کا سفر کرتے ہین

چشم جانان کی ہے [illegible] اس مین
اک بڑی بات ہے یہ نرگس مین

ہوگی رسوائی آپ [illegible] مین
ہم کو بلوائیے نہ مجلس مین

گم وہی خط ہوا [illegible] قسمت
وعدۂ وصل تھا لکھا جس مین

خیر مجھ مین وفا نہین نہ سہی
یہ تو فرمائیے کہ ہے کس مین

چڑھ گیا [illegible] آنکھ [illegible] پر
چشمکین ہین جو اہل مجلس مین

[illegible] حیرت ہون
نور آجائے چشم نرگس مین

[illegible] سخن سے آج حفیظ
شعر پڑھیے تو کس کی مجلس مین

ردیف و

اٹھے نہ حشر مین کوئی مری صفائی کو
بجائے پرسش اعمال سے خدائی کو

تھکا پکار کے یارب تری خدائی کو
مگر سنا نہ کسی نے مری دہائی کو

لیے ہو دل مین جو اپنے کدورتون [illegible] بوٹ
خدا کی شان وہ آئے مری صفائی کو

بیان کیجیے کیا اتحاد سابق کو
وہ اب بھی سن نہین سکتے مری [illegible] کو

گلے پر انکے چھری جلد پھیر [illegible]
ترس رہے ہین اسیر قفس رہائی کو

تمہاری بزم مین ہم دل سی چیز کھو کے چلے
لٹائے جاتے ہین اک عمر کی کمائی کو

کہین جو کہتے ہین اِس جرم پر ہمین کیا کچھ
مگر کرین گے نہ باور سُنی سُنائی کو

بتون مین کون ہے ہم کسکو سجدہ کرتے ہین
صدا آفرین ہے تری شان کبریائی کو

حفیظ شعر مرے کان کھول کر وہ سنین
جو ہیچ سمجھے ہوے ہین غزل سرائی کو

نکلتا ہے مُنہ سے گلا کچھ نہ پوچھو
ہوئی ہے جو مجھ پر جفا کچھ نہ پوچھو

کہین گے جو پیش خدا کچھ نہ پوچھو
جو ہونا ہے روز جزا کچھ نہ پوچھو

شب وصل اُنکی حیا کچھ نہ پوچھو
مری عاجزی التجا کچھ نہ پوچھو

یہ کس جرم کی ہی سزا کچھ نہ پوچھو
نہ پوچھو ہماری خطا کچھ نہ پوچھو

مری چشم مشتاق اور اُسکا جلوہ
قیامت کا ہے سامنا کچھ نہ پوچھو

دیا دست رنگین سے ساقی نے ساغر
سرور خمار آج کا کچھ نہ پوچھو

تم اپنا شباب - اپنی صورت کو دیکھو
مری آرزو مدعا کچھ نہ پوچھو

ذرا بھیڑ میخانے کی چھٹ چلی تھی
پھر آئی جو گھر کر گھٹا کچھ نہ پوچھو

بزرگون سے برسون سہی اک ندامت
جوانی کا وہ ولولا کچھ نہ پوچھو

جبین پر شکن آکے بل ابروؤن مین
دکھاتا ہے کیا آئنا کچھ نہ پوچھو

محبت مین کھویا مرے دل نے مجکو
کہان لے گیا رہنما کچھ نہ پوچھو

قضا کی تمنا مین مرنا پڑا ہے
ستم ڈھا گئی کیا ادا کچھ نہ پوچھو

گیا جی سے جس سے جتائی محبت
حسینون کی رسم وفا کچھ نہ پوچھو

نشانہ اثر اک اسی تیر کا ہے
شکستہ دلون کی دعا کچھ نہ پوچھو

حفیظ ایک نشان ہے درویش سیرت
وہ ہے رند یا پارسا کچھ نہ پوچھو

وہ ماہتاب تو ہے آفتاب ہو کہ نہو ۔ سرور یوں بھی ہے دور شراب ہو کہ نہو
کمی نہیں تری درگاہ میں یہ ہے ایمان ۔ بلا سے میری دعا مستجاب ہو کہ نہو
فقیر مست کسی فصل کے نہیں پابند ۔ پئیں گے تان کے کمل سحاب ہو کہ نہو
ابھی سے سوچ سمجھ لو نہیں تو حشر کے دن ۔ مرے سوال کا تم سے جواب ہو کہ نہو
گرا دو جسکو نگاہوں سے سر چڑھا کر تم ۔ پھر اس غریب کی مٹی خراب ہو کہ نہو
کسی حسین کا کریں ذکر ہم بھی تم سے اگر ۔ تمہیں بتاؤ تمہیں پیچ و تاب ہو کہ نہو
جو اپنے دل کی امنگوں سے تنگ ہو یونہی ۔ وبال جان لئے جوش شباب ہو کہ نہو
مری بغل میں تمہیں اختلاج کیا معنی ۔ یہ وسوسے ہوں جہاں اضطراب ہو کہ نہو
ہماری طرح جو بھوکے ہیں لطف صحبت کے ۔ پلا کے دو کو پئیں گے ثواب ہو کہ نہو
گزک کی چاٹ ہے ساقی یہ نوشکوں کیلیے ۔ شراب تلخ پلا دے کباب ہو کہ نہو

وہ کہتے ہیں پی لو حفیظ تھوڑی سی
پھر ان کی بھوک یہ شراب ہو کہ نہو

غیر سے آپ نہ سنیے شب افسانے کو ۔ محرم راز بناتے نہیں بیگانے کو
خط میں لکھتے ہیں کہ موجود ہیں ہم آنے کو ۔ چال یہ خوب ہی سوجھی مرے تڑپانے کو
ہم ہیں وہ مست کہ جاتے نہیں میخانے کو ۔ دیکھ لیتے ہیں کسی آنکھ کے پیمانے کو
جان ہاروں تو یہ کہہ سکتے ابھارا اسنے ۔ کہیں سمجھے نہ کوئی جی سے گذر جانے کو
جو بہار آج ہے کل اسکو خزاں ہونا ہے ۔ پھول گلشن میں کھلا کرتے ہیں مرجھانے کو

کفر مین بھی کبھی ایمان چھپا ہوتا ہے
ہم کو کعبے کی ہوس لے گئی بتخانے کو

غیر کا ذکر کسی بزم مین آنا کیسا
دیکھ سکتی نہین غیرت مری پروانے کو

مے ساقی پڑے جاتے ہین زبان مین کانٹے
خیر میخانے کی بھر دے مرے پیمانے کو

اپنے دل سے جو کبھی حال محبت نہ کہے
راز دان خاک بنائے کسی بیگانے کو

بت کے پردے مین ہے اصل پرستش تیری
توڑتے کعبہ ہین ڈھاتے ہین جو بتخانے کو

جب ستاتا ہے تری رس بھری آنکھون کا خیال
دیکھ لیتے ہین چھلکتے ہوے پیمانے کو

آج بھاگا ہے گریبان چھڑا کر ناصح
شامت اسکی ہے تو پھر آئیگا سمجھانے کو

غیر کی آگ مین ہم کو دبڑا کرتے ہین
پھونک اے شمع نہین پھونک نہ پروانے کو

شرم سے آنکھ کسی مست کی جھک جاتی ہے
چوم لیتا ہے جو شیشہ کوئی پیمانے کو

فصل گل آتے ہی پر لگ گئے وحشت کو مری
تخت پر لے اڑین پریان ترے دیوانے کو

دوست کی دوست کبھی مان لیا کرتے ہین
آج کہدو تجھے سینے سے لپٹ جانے کو

اب نہ وہ ہم ہین نہ وہ دل ہے نہ وہ حسرتین ہین
ہاے کیا کیجیے زمانے کے بدلجانے کو

کہین اک ساتھ جو ہو لیلی و مجنون کی شبیہ
تجھے مول دکھا کر انھین شرمانے کو

دین و دنیا کو فراموش کیے بیٹھا ہے
اک ترے نام کی رٹ ہے ترے دیوانے کو

ابھی کیا - حال وفا بعد مرے سنیے گا
مر تو لون لوگ کہین گے مرے افسانے کو

پہلے سوچا نہ کچھ انجام محبت کا حفیظ
کھو کے دل ہاتھ سے اب بیٹھے ہو پچھتانے کو

اے دل گزر کے آپ سے یون مست حال ہو
اپنا خیال ہو نہ پرایا خیال ہو

مرنا پسند - پاس محبت سے ہے بعید
میری خوشی کے واسطے تم کو ملال ہو

گھر جاکے خط لکھو گے یہ کہنے کی بات ہے
تم کو کبھی جو قول و قسم کا خیال ہو

الطاف عام کیا جو رہا امتیاز کچھ
مطلب یہ ہے کہ رو نہ کسی کا سوال ہو

گل آئے زر بکف تو گران قدر ہی رہے
گر دیدہ ہو جہان جو مٹھی مین مال ہو

موسیٰ ہوے جو غش یہ سبق ہم کو مل گیا
کیا لطف جو بساط سے باہر سوال ہو

نیرنگ دل بھی حسن تلون سے کم نہین
پھولون کا حال کیون نہ مرے حسب حال ہو

اورون کو جو سنوار دے قائل ہین اسکے ہم
بے فیض کوئی لاکھ فرشتہ خصال ہو

کون ایسا ہے جو حسن کے پتلے مین بے تیا
ظاہر ترا وجود ہے۔ یون احتمال ہو

قد سرو۔ گل عذار۔ دہن غنچہ۔ نرگس آنکھ
پھولے چمن جہان وہ مرا نونہال ہو

دل سے یہ بیخودی مین بھی تاکید شوق ہے
سدھ اپنی ہو نہ ہو مگر اُس کا خیال ہو

تمثیل و استعارہ و تشبیہ سب درست
اُس کی مثال کیا جو عدیم المثال ہو

سچ ہے کسی ہنر مین تو کامل ہو آدمی
ہر فن کے قدردان ہین لیکن کمال ہو

حسرت ہے نزع مین ہو خط شوق آنکھ پر
بالین ہو اور قاصد فرخندہ فال ہو

دولت نے مجھے مگر ایسا غنی بنا
بے مدعا ہو دل تو زباں بے سوال ہو

کافی ہے دو جہان کی رحمت کیلیے حفیظ
اتنا کہ تھوڑی دیر انھین انفعال ہو

کوئی وحید عصر ہو یا ذی کمال ہو
کیتا ہو بے بدل ہو عدیم المثال ہو

اپنے لیے جو آپ سے ممتاز کچھ نہین
دل اسکو ڈھونڈھتا ہی جو پریشان حال ہو

زخمی جگر ہے ناخن غم سے فگار دل
بے چارہ ساز زخم کا کیا اندمال ہو

کیسا یہ ہیر پھیر جو اپنے نہ دن پھرین
دن جائے رات آئے یونہی ماہ و سال ہو

اب گردشِ فلک سے یہ امید ہی نہین
آئے وہ دن خوشی سے بسر ماہ و سال ہو

دینے مین رائے نیک کے خست نہ چاہیے
لیکن اگر جواب کے قابل سوال ہو

میری وہ تھوڑی سمع خراشی کرے معاف
دیکھے ہوے جو خوب عروج و زوال ہو

یعنی کچھ اپنے دل سے یہان پر خطاب ہے
کا ہے کو دوسرون سے عبث قیل و قال ہو

بندش کا لطف خوبی مضمون کو دیکھیے
ہر بیت کہ رہی ہے کہ نازک خیال ہو

لب چاٹتے عدو بھی ہین ہنگام گفتگو
سحرالبیان ہو طوطی شیرین مقال ہو

اُگلے ہین لعل مُنہ سے کہے شعر تر نہین
کھولے کوئی دہن تو زبان اُسکی لال ہو

تقریر مین بیان کی اللہ ری شستگی
حل ہو جو امر سخت اہم ہو محال ہو

یہ سب سہی حفیظ مگر بخت بد کے ہاتھ
میری طرح نہ مٹ کے کوئی پائمال ہو

ترا جلوہ ہے ہر سو رونقِ بزمِ جہان ہے تو
اِدھر ہے تو اُدھر ہے تو یہین ہے تو وہان ہے تو

نہ مجھ سا ہیچ دنا کارہ نہ تجھ سا افضل و اعلا
اگر ننگ زمین ہون مین تو فخر آسمان ہے تو

تجھی کو ہر جگہ دیکھا تجھی کو ہر جگہ پایا
یہان ہے تو وہان ہے تو نہان ہے تو عیان ہے تو

ترے خوانِ کرم سے کون ہے محروم عالم مین
بھلون کا قدردان ہے تو بُرون پر مہربان ہے تو

حفیظ بینوا بھی ہے انھین افراد عالم مین
کبھی تو پوچھ اُس سے کیون یہ گرم فغان ہے تو

گر کدر ہے جو بات واجب ہو
تب کیجیے وہ کہ جو مناسب ہو

ہم تو کرتے ہین بات چیت اُس سے
خلق کے ساتھ جو مخاطب ہو

تو سمایا ہو جس کی آنکھون مین
حور پر کس طرح وہ راغب ہو

فقر کی زندگی بہت اچھی — حرص شہرت اگر نہ غالب ہو

وصل کے بعد پھر ہی ہجر کا ڈر — یون ملو ایک جان و قالب ہو

کچھ ہمین عرض حال کرنا ہے — اس طرف بھی ذرا مخاطب ہو

آفرین اے حفیظ کیا کہنا
فخر سودا ہو رشک غالب ہو

۵

جھوٹے وعدون کا عوض لیتے ہین ہم کیا کیا کچھ — قول پر قول قسم پر ہے قسم کیا کیا کچھ

قبر کو دیکھ کے گھٹتا نہین دم کیا کیا کچھ — سختیان جھیلتے ہین اہل عدم کیا کیا کچھ

صبحدم کچھ نہین محفل مین اداسی کے سوا — رات عشرت کے تھے سامان بہم کیا کیا کچھ

آادھر تجھکو کلیجے سے لگا لون قاصد — مجھکو تھے وہم ترے سر کی قسم کیا کیا کچھ

میہمان ہون جو ترے گھر مین زہے انکے نصیب — نعمتین لوٹتے ہین اہل حرم کیا کیا کچھ

ایک چھینٹے کو ترستی رہی تربت میری — تجھسے امید تھی اے ابر کرم کیا کیا کچھ

آدمی کے لیے امید ہے اک باغ طلسم — دم مین کر دیتی ہے سامان بہم کیا کیا کچھ

خاک لُٹھے لطف ملاقات ابھی سے ہی یہ فکر — آپ جائینگے تو گھبرائے گا دم کیا کیا کچھ

ہاے کس درجہ سکون بخش ہے امید کا خوب — اس سے ہوتی ہے تسلی کوئی دم کیا کیا کچھ

آج اس ترک ملاقات نے دل توڑ دیا — یون تو ہوتے ہی رہے رود رسم کیا کیا کچھ

اپنی حالت ہی سفارش کے لیے کافی ہے — اُنسے کہتی ہے مری صورت غم کیا کیا کچھ

پھر بھی پوری کبھی اُتری نہ تمھاری تصویر — صرف مانی نے کیے زور قلم کیا کیا کچھ

قہر ہی قہر نہ تو اُسکا بیان کر واعظ
اُس سے رکھتے ہین ہم امید کرم کیا کیا کچھ

اہل ہستی کو ملا ہی نہین گوش شنوا
مٹ کے دیتا ہے خبر نقش قدم کیا کیا کچھ

اپنی دُھن مین کبھی سنتا ہے کسیکی بھی حفیظ
اُسکو سمجھا کے تھکے آج بھی ہم کیا کیا کچھ

خاک سے میری جو بنتا اے سکندر آئنہ
حُسن والے دیکھتے ہر صبح اُٹھ کر آئنہ

کیون کہا تھا دیکھ لو دل سے ملا کر آئنہ
کوچ ڈالا ہے اُسنے لے کے پتھر آئنہ

کیا بہار حُسن سے ہے طرفہ منظر آئنہ
دیکھیے لایا نئی ڈالی لگا کر آئنہ

لے گئی دل چھین کر کسکی ادائے دلفریب
دیکھیے ہوتا چلا آپے سے باہر آئنہ

رشک نے پھونکا کلیجا پھر گئی دل پر چھری
پیار سے دیکھا جو اُس نے مسکرا کر آئنہ

ذرے ذرے پر گمان گذرا دل گم گشتہ کا
دشت وحشت نے دکھایا ہر قدم پر آئنہ

رفتہ رفتہ اسکو زانو پر جگہ ملنے لگی
دل مین گھر کرتا چلا اے بندہ پرور آئنہ

حُسن یوسف کا جو آیا ذکر اللہ رے دماغ
دیر تک دیکھا کیے تیوری چڑھا کر آئنہ

ایک تصویر خیالی پر مٹے جاتے ہین آپ
حال واعظ کا ہوا بالاے منبر آئنہ

اب بھری محفل مین وہ آنکھین لڑاے غیر سے
دیکھتا تھا جو نظر میری بچا کر آئنہ

دولت دیدار سے ہر وقت مالامال ہے
حُسن والون کی بدولت ہے تونگر آئنہ

کونسی وہ آنکھ ہے جسکو نہین زینت پسند
بارہا دیکھا ہے تم نے بھی سنور کر آئنہ

موج کی خاطر سے کی فکر اس زمین مین اے حفیظ
طرح یہ اپنے تو کہنے کی نہ تھی ہر آئنہ

کہہ رہا ہے دیکھتا ہر صبح اُٹھ کر آئنہ
تم ہو آئینے سے بہتر تم سے بہتر آئنہ

باتون باتون مین صفائے دل کا جو ذکر آگیا
غیظ مین دیکھا کف پا سے ملا کر آئینہ

دیکھتے آنکھون سے میری تم اگر اعجاز حسن
پھر نہ یہ کہتے کہ بول اٹھتا ہے کیونکر آئینہ

دیکھنا شوخی پڑی تھی اپنی عارض پر نگاہ
رکھدیا اسنے اٹھا کر میرے منھ پر آئینہ

رنگ لائے گی کسیدن سیر باغ حسن کی
جان کو روئے گا اپنی زندگی بھر آئینہ

یہ نہ کہیے مین نے کسدن منھ دکھایا غیر کو
کیا رقیب اپنا نہین اے بندہ پرور آئینہ

اللہ اللہ کیا ترقی حسن روز افزون کی ہے
اسکی صورت دیکھکر حیرت مین ہے ہر آئینہ

دست گیا، کہ مزہ صبح شب وصل اے حفیظ
دیکھکر فوراً ہی رکھنا مسکرا کر آئینہ

جو رکھتی اثر اپنی فریاد کچھ
ہماری بھی ہوتی وہان یاد کچھ

گلا کس سے عہد گزشتہ کا ہو
انھین اگلی باتین ہی ہون یاد کچھ

ترے لطف پر جی سے جو مٹ گیا
نہ پوچھ اس ستم کش کی روداد کچھ

مرے ذکر سے کیا غرض یہ کہو
تمہین اپنی باتین بھی ہین یاد کچھ

مرا حال غم سن کے کہنے لگے
نئے ڈھنگ کی ہے یہ روداد کچھ

انھین کہدیا کیون تلون مزاج
بدلتا چلا رنگ بیداد کچھ

جلاؤ ستاؤ مٹاؤ ہمین
تمہاری نہین داد فریاد کچھ

نصیحت مین ناصح حسینون کا ذکر
ہمین یہ سمجھتے ہین استاد کچھ

سعادت سے کیا یہ پوچھے حفیظ
کہ ہے آپ پر حق استاد کچھ

تا زندگی ہین اک بت ناآشنا کے ساتھ
پھر تو معاملہ ہے ہمارا خدا کے ساتھ

آنکھون مین یون اُجاٹ ہے شوخی حیا کے ساتھ
جس طرح آشنا کوئی نا آشنا کے ساتھ

اُف رے لگاوٹون کی نگاہین حیا کے ساتھ
دل کو لبھا رہے ہین وہ کس کس ادا کے ساتھ

بچپن کی ساتھ کھیلی جوانی کی ہمنشین
پیدائش قضا ہے تمھاری ادا کے ساتھ

جنت نصیب کہہ کے وہ کرتے ہین دلکو یاد
دیتے ہین بددعا بھی اب اکثر دعا کے ساتھ

جب ہم چلے ہین گھر سے نکل کر میان راہ
ہولی ہے نارسائی بخت ادبدا کے ساتھ

راہِ وفا مین ہو نہ کوئی دل کا ہم طریق
کھوئے گئے ہم اور بھی اس رہنما کے ساتھ

کچھ رنگ اور محفلِ ماتم کا ہو گیا
بیٹھے وہ تھوڑی دیر جو اہل عزا کے ساتھ

بیباک مین ہوا تو ہوے وہ بھی بے حجاب
عقدے دلون کے کھل گئے بند قبا کے ساتھ

یہ بھی تو ایک چیز ہے آنکھون کیواسطے
رہنے دے تھوڑی سی مروت حیا کے ساتھ

تردامنون کو نار جہنم سے کیا ہراس
بجلی کا زور چل نہین سکتا گھٹا کے ساتھ

کوئی مُصر ہو عذر کسی ہوا سے حفیظ
پینے پلانے کا ہے مزہ پارسا کے ساتھ

عجب پر فضا ہے دیار مدینہ
بہار جنان سے ہے نثار مدینہ

مہاجر کی تقدیر لاؤن کہان سے
کہین سب کو ملتے ہین یار مدینہ

تمنا نہین مجکو خلد برین کی
دکھا دے الٰہی دیار مدینہ

ابھی تو مٹے روسیاہی کا دھبہ
جو ہو غازہ رُخ غبار مدینہ

مثال انکی عالم مین ممکن نہین ہے
جو ہین واقعے یادگار مدینہ

اُسیطرح پروانے ہین شمع دین کے
وہ ہین زندہ دل جان نثار مدینہ

خزان سے ہے محفوظ گلزار جنت
رہے گی ابد تک بہار مدینہ

قدم اسکے ہو جسکے فیض قدم سے | بنا کان رحمت دیار مدینہ
زمانہ کا ہادی خدائی کا والی | امیر عرب تاجدار مدینہ
خدا انسے خوش ہو رسول انسے راضی | عجب چیز ہین دیندار مدینہ
مدینہ کے ساکن کی پرسش نہو گی | ہراسان نہون دوستدار مدینہ
برستی ہے دن رات رحمت خدا کی | بہت ہے بہت افتخار مدینہ

سلام حفیظ اے صبا اُس سے کہنا
جو تجھ کو ملے شہسوار مدینہ

ے

مشتاق دید سے مجھے پردا نہ چاہیے | ایسا نہ چاہیے ارے ایسا نہ چاہیے
کچھ اور ذوق وشوق ہے کچھ اور آرزو | تیرے گدا کو دولت دنیا نہ چاہیے
انسان کا شرف ہے کہ ہمت سے کام لے | اپنے سوا کسی کا بھروسا نہ چاہیے
کوے مجاز مین ہے حقیقت کی جستجو | کعبے کی آرزو ہے کلیسا نہ چاہیے
نظارہ ہو نصیب کسی چشم مست کا | ہم بے خودون کو ساغر صہبا نہ چاہیے
معشوق کی جفا ہو کہ افلاک کے ستم | کہتا ہے ضبط ایک کا شکوا نہ چاہیے
پردہ ہمارے عیب کا روز جزا نہ کھول | اے دامن کرم مجھے ایسا نہ چاہیے
پھیکا ہو جسکے سامنے خون شہید ناز | اتنا بھی شوخ رنگ حنا کا نہ چاہیے
یہ کہہ کے اپنے در سے اُٹھاتے ہین وہ مجھے | ٹکرا کے سر یہان تمھین مرنا نہ چاہیے
دل مین جو گھر کیا ہے تو اب دور بھی ہو | آنکھون کا درمیان مین پردا نہ چاہیے

بالفرض بیوفا وہ سہی لیکن اے حفیظ
تم کو خیال ترک وفا کا نہ چاہیے

بہم الزام سے عہدہ برائی ہوتی جاتی ہے
کدورت مٹتی جاتی ہے صفائی ہوتی جاتی ہے

الٰہی کیا محافظ اب نہین تو دین وایمان کا
بتون کی کلمہ گو ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

کچھ اب اسطرح کی آمادگی ہے دل کے لینے
نمایان ہر ادا سے دلربائی ہوتی جاتی ہے

مدد اے ضبط کہتا ہے کلیجا تھام کر کوئی
کہان کمبخت نالون کی رسائی ہوتی جاتی ہے

اُٹھاتا ہے کوئی تلوار ظالم اس اکڑ پر
لچکتی ہے کمر دُہری کلائی ہوتی جاتی ہے

زوالِ حسن ہے شام جوانی کی سحر آئی
گرفتاران گیسو کی رہائی ہوتی جاتی ہے

حفیظ ان حسن والون نے نہین کچھ اک نہین لوٹا
انہین کی نذر اپنی بھی کمائی ہوتی جاتی ہے

حالت بدل گئی جو دلِ ناصبور کی
کچھ تو تری نظر نے لگاوٹ ضرور کی

کہتی ہے دل کی آنکھ سے کثرت ظہور کی
ہر ذرے مین ہے سیر یہان کوہ طور کی

ہم کو تو کچھ کلام نہین وصف غیر مین
تم کو اگر پسند ہے تعریف حور کی

ساقی جو اپنے ہاتھ سے دے ساغر شراب
پھر تو خمار مین بھی ہو لذت سرور کی

گھبرا کے روز حشر کسی کا یہ پوچھنا
اب میری چاہ ہے کہ تمنا ہے حور کی

گھر ہوگا صبح و شام مین واعظ کا میکدہ
ایسی ہی رٹ رہی جو شراب طہور کی

وہ حضرت کلیم کے حصے کی بات تھی
کیا سب کو راس ہوگئی ہوا کوہ طور کی

پینے کو ہم نے پی ہے مگر امتیاز سے
جب فصل گل گذر گئی توبہ ضرور کی

ایسی شراب کے لیے کیا مسئلہ ہے شیخ
کوثر کی موج لہر ہو جس کے سرور کی

موسیٰ تھے ہر طرح ترے جلوے کے مستحق
تقدیر پر ہے رشک ہمیں کوہ طور کی

متوالے اُس نگاہ کے ہیں ایک حال میں
چکر خمار کا ہے نہ غفلت سرور کی

مشتاق سے نگاہ ملانا بھی عار ہے
کچھ انتہا نہیں ہے کسی کے غرور کی

کیا حُسن و عشق کی بھی ہے دلچسپ داستان
ازبر ہے اک جہان کو روداد طور کی

نالے ہمارے سُن کے یہ بولا ستم ظریف
کانوں میں آرہی ہے صدا آج صور کی

پابند وضع ناصح مشفق سا کون ہے
جب آپ مل گئے تو نصیحت ضرور کی

ایک دن قریب بیٹھ کے اتنا بتا تو دو
کس طرح تم نے دل سے مری یاد دور کی

بن ٹھن کے آپ بام پر آئے جو بے نقاب
اپنی نظر میں کوند گئی برق طور کی

ہنستے جو زاہدوں کے چڑھی خمار میں حفیظ
مٹی خراب ہوگی شراب طہور کی

غش میں کلیم آگ بھڑک اُٹھی طور کی
ہنگامہ زا جھلک یہ تری وہ بھی دور کی

سن لو ابھی نہ حشر کا واعظ سے فیصلہ
تجویز ہو چکی ہے سزا ہر قصور کی

دل کو مسل مسل کے یہ شوخی سے پوچھنا
فرمائیے اسی میں تمنا ہے حور کی

واعظ نے اک جہان کو میکش بنا دیا
تعریف کرتے کرتے شراب طہور کی

اس دل میں رہ کے آنکھ سے پنہاں تمہیں ہو ایک
کوئی قریب ہو کے بھی لیتا ہے دور کی

بینا اگر ہے چشم۔ وہ جلوہ ہے ہر جگہ
ایمن کی کوئی قید نہ تخصیص طور کی

چپکے سے ہم نے سامنے آئینہ رکھ دیا
تصویر جب بنے وہ سراپا غرور کی

اب کوئی دم میں ختم ہے ہنگامہ حشر کا
نالوں سے میرے دب گئی آواز صور کی

مستی ہے کیا شراب سخن کی بھی اے حفیظ

اک نو بنو ترنگ ہے اپنے سرور کی

ساتھ رہتے اتنی مدت ہو گئی
درد کو دل سے محبت ہو گئی

کیا جوانی جلد رخصت ہو گئی
اک چھلاوا تھی کہ چپت ہو گئی

دل کی گاہک اچھی صورت ہو گئی
آنکھ ملتے ہی محبت ہو گئی

فاتحہ پڑھنے وہ آئے آج کیا
ٹھوکروں کی نذر تربت ہو گئی

لاکھ بیماری ہے اک پرہیز سے
جان ہو نہ ہو آج عادت ہو گئی

تفرقہ ڈالا فلک نے۔ بارہا
دو دلوں میں جب محبت ہو گئی

وہ گلہ سنکر ہوئے یوں منفعل
عائد اپنے سر شکایت ہو گئی

دوستی کیا اُس تلون طبع کی
چار دن صاحب سلامت ہو گئی

واہ رے عالم کمال عشق کا
میری اُنکی ایک صورت ہو گئی

اُنکے جاتے ہی ہوئی کایا پلٹ
غم مسرت۔ یاس حسرت ہو گئی

پی کے یوں تم کب بہکتے تھے حفیظ
رات کیا بے لطف صحبت ہو گئی

اُف رے جلوہ نگاہ خیرہ ہے
[illegible] بخت تیرہ ہے

کیجیے سیر دیدۂ و دل کی
یہ سمندر ہے یہ جزیرہ ہے

بندۂ عشق ہوں گناہ نہ پوچھ
ہر صغیرہ یہاں کبیرہ ہے

عمر بھر حسرتوں کا خون ہوا
دلمیں کشتوں کا اک ذخیرہ ہے

زوف ہے اے مری سیہ بختی
سر چڑھی اُنکے زلف تیرہ ہے

درہم داغ کی کمی۔ دل میں
اک دفینہ ہے اک ذخیرہ ہے

دل لگاتے ہو ہر حسین سے حفیظ
خود ہی سوچو یہ کیا وطیرہ ہے

مدتون جب دیکھی بھالی جائیگی — تب کہین جنس وفا لی جائیگی
پھانس دل کی کیا نکالی جائیگی — ہان گرہ رنجش کی ڈالی جائیگی
یہ ہمارا خون ہے مہندی نہین — اب نہ ان ہاتھون کی لالی جائیگی
بلبلو جس پر نشیمن ہے مرا — شاخ طوبیٰ تک وہ ڈالی جائیگی
شوخ چشمی بد زبانی کی ہے جڑ — شرم آئی اور گالی جائیگی
توڑ ساقی مُہر خم۔ نوروز ہے — رنگ کی چوکھی اُچھالی جائیگی
ہم عدم کو لے چلے حسرت تری — اک خدائی ہاتھ خالی جائیگی
دل کا آنا موت کا آنا نہین — سر سے یہ آفت نہ ٹالی جائیگی
وہ نگاہ شوخ کسکے بس کی ہے — گرتی بجلی کیا سنبھالی جائیگی
آدمی لے کام استقلال سے — ہر مصیبت آنے والی جائیگی
منہدم جب ہوگی کوئی خانقاہ — میکدے کی نیو ڈالی جائیگی
دل کے آنے کی یہ لکھ رکھیے شناخت — پہلے چہرے کی بحالی جائیگی
قحط مے ساقی بھری برسات مین — یہ برستی رُت بھی خالی جائیگی
ابر اُٹھا اور سوے میکدہ — ایک ٹکری پینے والی جائیگی

شاعری نے رنگ بدلا اے حفیظ
اب تری نازک خیالی جائیگی

تھوڑی تھوڑی پہلے ڈھالی جائیگی — خم کی خم پھر تو چڑھالی جائے گی

آنکھوں آنکھوں مین جو پالی جائیگی
دل سے وہ حسرت نکالی جائیگی

یہ رہا غیرون کی صحبت کا اثر
آپ کے منھ کی نہ گالی جائیگی

بولین تو شیخ صاحب صاف کین
کیا صراحی بھی کھنگالی جائیگی

نام رخصت کا زبان پر آتے ہی
اپنے چہرے کی بحالی جائیگی

کاگ اڑا اور توبہ دیر سے دھری
یہ بندھی گولی نہ خالی جائیگی

ہوتے ہوتے ہوگا پھر سرسبز ملک
جاتے جاتے قحط سالی جائیگی

جان کا درپے نہ اے صیاد ہو
تجھ سے یہ بلبل نہ پالی جائیگی

جام بھرا اے ساقی توبہ شکن
یہ گھٹا کیا خالی خالی جائیگی

دل مین کھلین خوب داغ آرزو
عید کے دن انگوڈالی جائیگی

سامنا اُن کا ہوا جس دن حفیظ
پھر طبیعت کیا سنبھالی جائیگی

رولاے جو ابد تک اشک حسرت یہ وہ رونا ہے
بڑی دولت کا کھونا وقت کا ہاتھوں سے کھونا ہے

خیال نو بنو گلہاے رنگا رنگ ہین گویا
بہار گلشن ہستی قفس کا ایک کونا ہے

مدد اے جوش گریہ آبرو رہجاے محشر مین
اسی پانی سے مجکو فرد عصیان آج دھونا ہے

مرے ناصح حسینون کی مژہ کا ذکر کرتا جا
اگر کشت عمل مین نیکیون کا بیج بونا ہے

بگڑ کر اُٹھ گئے یہ کہہ کے وہ ذکر زلیخا پر
ہمین بھی کیا کسی کے واسطے بدنام ہونا ہے

کسی کا ہاے یہ کہنا گلہ سُنکر جدائی کا
عروس قبر کے پہلو مین اب انکو بھی سونا ہے

وہ جب آتے ہین ہوجاتا ہے دل کا اور ہی عالم
کسیدن اس خوشی مین ہمکو شادی مرگ ہونا ہے

قیام اہل ہستی کیا ہے دم لینا ہی منزل پہ
ہوا جو آج پیدا کل اُسے ناپید ہونا ہے

سمجھتے موشگافان سخن مین اے حفیظ اسکو
کہ ایسے شعر کہنا بال مین موتی پرونا ہے

اہل ہستی کو عدم کا مرحلہ درپیش ہے
موت کو نزدیک جو سمجھے وہ دور اندیش ہے

میکدے مین عمر گذرے اور دامن تر نہ ہو
میکشو پیر مغان پہونچا ہوا درویش ہے

کچھ نہ کچھ حسرت زدون کے ہی ستانے مین مزہ
در پے اُسکے جان کا دشمن ہی جو دلریش ہے

آخر سن مین ہوئی ہی شیخ کو عقبیٰ کی فکر
آدمی سیدھا ہی لیکن عاقبت اندیش ہے

آنکھ کی پتلی سے دنیا دیکھ کر آنکھین کھلین
کوئی ہو کتنا ہی کم پھر بھی وہ ہم سے بیش ہے

مین نے جب پھبتی سی کہدی اُسنے جھنجھلا کر کہا
بات بھی کمبخت کی عقرب کا گویا نیش ہے

کچھ ریاضت کی بھی ہی کشکول مین پونجی حفیظ
یا دکھانے کو گلے مین خرقۂ درویش ہے

دیکھ لینا تھا نگاہ ناز سے
مارنا تھا تیر اس انداز سے

کان بھرلے نغمہ ہاے راز سے
آرہی ہے یہ صدا ہر ساز سے

بات کرنا تھا کہ پردہ اُٹھ گیا
آپ پہچانے گئے آواز سے

اُسکے لب پر لگ گئی مہر سکوت
جو ہوا آگاہ تیرے راز سے

لوگ سمجھین میرے ذمے قرض ہے
مانگنا دل اور اس انداز سے

سبزہ بیگانہ صبا نا آشنا
کون واقف ہے چمن کے راز سے

آنکھ والون کے لیے تاثیر حسن
کم نہین ہی سحر سے اعجاز سے

روکیے اے حضرتِ ناصح زبان
دونون کی مجھ رند شاہد باز سے

عشق ازل سے حسن کا پابند ہے
یہ کھلا عقدہ نیاز و ناز سے

کچھ نہین قید قفس بار قفس | کام ہے تو ہمت پرواز سے

حال دل ہم سے چھپانا اے حفیظ
پردہ داری محرمانِ راز سے

خدا جانے کشش کیا رنگ لاتی شوق باہم کی | چلو اچھا ہوا پہلے محبت آپ نے کم کی
ہمیشہ میکدے مین بھیڑ ہو رندان عالم کی | مناتی ہو خدائی خیر اے ساقی ترے دم کی
خدا ہے منصف و عادل جو کہیے تو یہ کہتے ہین | وہ پہلے ہو چکا مجرم کسی کو جس نے دی دھمکی
کیا ہی دشمنون نے کسکے غم مین ترک آرائش | ہمارے جیتے جی کیون مٹ رہی ہے مشق ماتم کی
یہ چشم انتخاب اپنی پڑی بھی تو کہان جاکر | ہم اسپر مرتے ہین جان ہے جو دونون عالم کی
نہ کچھ مطلب کھلا پہلے بڑھا یا ربط کیون اتنا | یہ پھر کیا سوچکر یون آمد و رفت آپ نے کم کی
نشان باقی رہے ہے بعد فنا کچھ سینہ کوبی کا | ہماری قبر پر شاخین لگانا نخل ماتم کی
تری بزم طرب مین کسنے چھیڑا ذکر دشمن کا | کہان سے آگئی جنت مین چنگاری جہنم کی

حفیظ آئی ہنسی جب اشک بھر آئے ہین آنکھون مین
کوئی ایسی خوشی بھی ہے جھلک جسمین ہو غم کی

یہ آج آتے ہی جانے کی تمنے خوب کہی | ہنسے نہ تھے کہ رلانے کی تمنے خوب کہی
جفائین جس سے نہ اٹھین وہ کیون لگائے دل | یہ ایک بات ٹھکانے کی تمنے خوب کہی
ہوا جو بزم مین رخصت طلب تو فرمایا | یہان گلے سے لگانے کی تمنے خوب کہی
یہ شرم صبح شب وصل رنگ لائے گی | مچل کے شمع بجھانے کی تمنے خوب کہی
اب آگئے ہو تو رہجاؤ آج رات کی رات | چراغ جلتے ہی جانے کی تمنے خوب کہی
جواب جذب محبت کے ذکر پر یہ ملا | کسی کو کھینچ بلانے کی تمنے خوب کہی

جو آئی بھی شب وعدہ خدا خدا کر کے
یہ آج مہندی لگانے کی تمنے خوب کہی

کہانی ٹھہری ہے روداد دل خدا کی شان
بیانِ غم کو فسانے کی تمنے خوب کہی

کہاں بہشت کہاں شغل دور جام حفیظ
وہاں بھی پینے پلانے کی تمنے خوب کہی

نہ پوچھو کٹی کسطرح رات کل کی
سحر تک زبان پر دعا تھی اجل کی

مناسب نہین ہر گھڑی ذکر دشمن
نہ وہ بات کر جس سے ہو بات ہلکی

مرے سامنے آج باتین بنانا
زبان کو تھی لکنت یہی بات کل کی

مجھے یاد ہے وصل مین شرم اُنکی
نہ بھولے گی وہ بات پہلے پہل کی

ارے پی بھی لے گھونٹ دو گھونٹ واعظ
یہ اچھی دوا ہے دماغی خلل کی

خدا ہے جو محشر مین وعدہ وفا ہو
کہ بھولی تھین آج ہی بات کل کی

سنوارا بنایا ہے آنکھون سے برسون
تری زلف کیا ہمسے لیتی ہے بل کی

اناڑی ہے زاہد خبردار ساقی
پلانا ابھی اسکو ہلکی سے ہلکی

جلا ہے کچھ اس طرح نخلِ تمنا
کہ امید جاتی رہی پھول پھل کی

عبث ہے یہ شیخ و برہمن کا جھگڑا
ملیگی جزا سب کو حُسنِ عمل کی

خدا جسکو بخشے قناعت کی دولت
خوشامد کرے کیون وہ اہلِ دول کی

ہوئی آج کیا حسرتِ دید پیدا
یہ آنکھین بھکاری ہین روزِ ازل کی

حفیظ اب کہان اپنی شہرت نہین ہے
دکن سے بھی فرمائش آئی غزل کی

مئے بغیر اُس کے پی نہین جاتی
ہائے توبہ بھی کی نہین جاتی

وصل مین کہہ اٹھے کچھ ایسی بات — جس کی شرمندگی نہین جاتی
گھورنا آئینے مین شکل اپنی — ہم سے چپ، آنکھ کی نہین جاتی
جل کے کرتے ہین ہجوِ مے واعظ — تجھ کو جنت ملی نہین جاتی
ساتھ اپنے مجھے پلاتا تھا — چیز تنہا یہ پی نہین جاتی
جس مصیبت کو ہم اٹھاتے ہین — وہ کسی سے سُنی نہین جاتی
ایک جلوہ نظر مین چھایا ہے — جب تو وارفتگی نہین جاتی
کو سکر کیا جتا گئے احسان — یہ دعا سب کو دی نہین جاتی
کاش اک دن وہ بھول کر آتا — یاد جس کی کبھی نہین جاتی
کیا وہ رکھین گے میرے دل پہ ہاتھ — منہ سے تسکین دی نہین جاتی
توبہ سو بار کر کے دیکھ چکے — خواہش میکشی نہین جاتی

خاک بھولے پھلے حفیظ غزل
جم کے اب فکر کی نہین جاتی

اپنی قسمت جو راہ پر ہوگی — آپ سیدھی تری نظر ہوگی
خلد مین سے کشی اگر ہوگی — تو بڑے عیش مین بسر ہوگی
شام سے تذکرہ ہے دشمن کا — آج تکرار رات بھر ہوگی
دل مرا ایک بے بہا شے ہے — اسکو لے گا جسے نظر ہوگی
قید ہستی کو رنج و راحت کیا — زندگی ہر طرح بسر ہوگی
تم شبِ وصل کھول دو گیسو — دیکھ لین گے جو پھر سحر ہوگی
خوب ہے ضبط کا بھرم اے دل — رائیگان آہ بے اثر ہوگی

آپ سے مل کے خوب بھر پایا
یہ خطا اب نہ عمر بھر ہو گی

رات کا وقت بیکسی کی موت
ہوتے ہوتے کہیں خبر ہو گی
ق۲

صبحدم کر چکے وہ شرکت دفن
آتے آتے بھی دوپہر ہو گی

یاس روئے گی ساتھ میت کے
بیکسی آگے نوحہ گر ہو گی
ق۲

خاک سر پر اڑائے گی حسرت
خوب پٹیں مزار پر ہو گی

رنگ لائے گی اپنی موت حفیظ
اک نئی عید ان کے گھر ہو گی

لینا ہو دل تو لیجیے حسرت نکال کے
چبھتی سی پھانس ہے یہ ذرا دیکھ بھال کے

شہرے ہی شہرے آج ہیں اہل کمال کے
عنقا صفت ہیں لوگ ہمارے خیال کے

شرح حدیث دوست کی اللہ رے صفا
قدسی بھی معترف ہیں مری بول چال کے

ڈرتا ہوں دشمنوں کو کہیں ہول دل نہ ہو
سنیے گا میری بات کلیجہ سنبھال کے

مضمون آبدار کہاں غیر کو نصیب
پھینکا ہے میں نے سیپ کو موتی نکال کے

اللہ عیب کون سا ایسا نکل پڑا
واپس جو اس نے دل کو کیا دیکھ بھال کے

مجکو جتا جتا کے محبت نہ لوٹیے
دل چھینیے نہ ہاتھ کلیجے میں ڈال کے

سب کچھ ہے آپ ہی کا اگر بات مانیے
دل لیجیے مگر مری حسرت نکال کے

گذرے حریم جلوہ گہ ناز سے اگر
جل جائیں بال طائر بیک خیال کے

کہتے ہیں غیر سے بھی کدورت نہ چاہیے
یہ بھی عجیب عذر ہیں رفع ملال کے

پردے میں ہی غزل کے حفیظ اپنی سرگذشت
یہ نظم کیا۔ فسانے ہیں ماضی و حال کے

ٹکسالی ہے زبان سند مان لین جسے
دعویٰ قوی ہے اہل خرد مان لین جسے

اچھا وہ ہے جو ہم سے برون کو سنوار دے
نیکی کی وہ صفت ہے کہ بد مان لین جسے

کہتے مین جیتے جی نہین ہوتا وصال دوست
وہ زیست کیا فراق کی عد مان لین جسے

دل کسکی جلوہ گاہ ہے آنکھین جو ہون تو دیکھ
کعبے مین وہ صنم ہے صمد مان لین جسے

اے رشک آنکھ بھر کے اُسے دیکھنے تو دے
اتنا بھی وہم کیا کہ حسد مان لین جسے

تا حشر اُس زمین کی مٹی خراب ہو
وہ ہم سے بیکسون کی لحد مان لین جسے

اتنی بھی کامیابیِ دُنیا حفیظ کیا
انسان آپ اپنی مدد مان لین جسے

ہر زبان مین اُسکی باتون کا وہی انداز ہے
خاص اک لہجہ ہے گویا نور کی آواز ہے

دل کو ملکِ حُسن کی آب و ہوا ناساز ہے
دشمنِ جان حُسن کے تیلون کا ہر انداز ہے

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری
لیجیے یہ دل ہمارا مایۂ صد ناز ہے

دلمین بے رہنا بھی مشکل کہہ گذرنا بھی محال
راز داران محبت کا بھی طرفہ راز ہے

آشیان جب یاد آتا ہے تڑپ جاتا ہے دل
جان کی دشمن قفس مین حسرت پرواز ہے

کیون نہ آنکھون سے لگالون چوم کر وہ آستان
سنگ اسود کا تو کعبے مین بڑا اعزاز ہے

اُڑ گیا دل کا نشانہ اُٹھ گئی جس رخ وہ آنکھ
جسکو تاکا مار رکھا کیا قدر انداز ہے

دور آنکھون سے رہے وہ جس کی ہو دل مین جگہ
کسقدر یہ آسمان بھی تفرقہ پرداز ہے

وہ جو پہلی ہی نظر مین جا چکی تھی ہاتھ سے
آج تک اپنی طبیعت کا وہی انداز ہے

دور سے سُنکر مرے نالے تڑپ کر کہہ اُٹھے
تیر سی دل کو لگی کس درد کی آواز ہے

بزم مین دشمن کو ہم تو مُنھ لگا سکتے نہین
آپ باتین کیجیے وہ آپ کا ہمراز ہے

جنکے کی تھی حضرتِ موسیٰ سے باتین طور پر
وہ ہمین ہو میری پہچانی ہوئی آواز ہے

تانتے ہین مجکو محفل مین وہ یہ کہہ کر حفیظ
کیسے پروانون سے بڑھکر بھی کوئی جانباز ہے

اللہ رے شان کبریائی
مٹھی مین بتون کی ہے خدائی

چھوٹا نہ در میکدہ تا عمر
اچھی ساقی نے مے پلائی

کوسون ہے خار زار صحرا
اب دے گئی مزہ برہنہ پائی

باطن مین ہون ایک جان و قالب
ظاہر کی فقط ہے یہ جدائی

بیٹھا ہون کہان نہ ہے مقدر
شاہی اس در کی ہے گدائی

آئینے سے یون نظر ملانا
اللہ رے دیدے کی صفائی

برساتی ہے آگ حشر کی دھوپ
اے ابر کرم تری دہائی

یون قبر پر آکے کہہ رہے ہین
کیون ؟ مجھ سے بچھڑکے نیند آئی

نالے پہونچے جو عرش تک کیا
اُس کے دل تک نہ کی رسائی

ساقی کی اِدھر نہین توجہ
اتنی ہی لیے ہے پارسائی

دیکھا ہمین دیکھ کر عدو کو
آنکھون کو بھی کچھ حیا نہ آئی

انکار حفیظ آج مے سے
کب سے حضرت یہ پارسائی

دل صاف نہ ہو تو کیا صفائی
اس میل سے خوب تھی لڑائی

پھر اُس سے لگاؤ کیا [illegible]
اک چوٹ پر چوٹ اور کھائی

ہین جمع کدورتین دلوان مین
یعنے اب ہو چکی صفائی

کہتے تھے دغا کروگے اک دن کیون جی وہی بات آگے آئی
انصاف کی اب کہان توقع برہم تم - منحرف خدائی
ساقی ہی کے ہاتھ سے پئین گے بہہ جائے گی ضد مین پارسائی
دشمن نہ ہو آبرو کی اے چشم رونا ایسا ہے جگ ہنسائی
نیکی نیکی بدی بدی ہے کچھ سوچ کے کیجیے بُرائی
بگڑا انہین اب بھی کچھ ہے ملجاؤ ہے بات ابھی بنی بنائی
فوراً ہی ملی ہے داد چپ کی کوسا تو اُتر گئی کلائی

پہونچے ہین حفیظ اب وہان ہم
نالون کی جہان نہ تھی رسائی

دم بھر جو چین جی کو دل بیقرار دے یاد اُسکی ضد سے درد جگر کو اُبھار دے
زر میکشون کو غیب سے پروردگار دے بیچارہ میفروش کہان تک اُدھار دے
پابند وضع کیا - وہ فرشتہ خصال ہے دنیا مین ایک طرح جو رہ کر گذار دے
دل ہی تو ہے جو سختی منزل سے بیٹھ جائے رستے مین راہبر کہین ہمت نہ ہار دے
ہوتا ہے مجرمان محبت کا فیصلہ میدان حشر مین کوئی بڑھ کر پکار دے
کن پہلوؤن سے کر گئے پروانون کی ثنا مطلب یہ ہے کہ جان کوئی جان نثار دے
یا رب دبا ہوا ہون گناہون کے بوجھ سے کوئی نہین کہ سر سے یہ گٹھڑی اُتار دے
موجود ہون تلافی مافات کے لیے پھر سے جو عمر رفتہ خدا مستعار دے
شکوون کے بدلے شکر جفا ہو زبان پر اللہ جبر پر یہ مجھے اختیار دے
محشر کا دن نہین ہے کہ پرسش مین ختم ہو یہ رات ہجر کی کوئی کیونکر گذار دے

دل مانگنے کی طرفہ ادا ہے یہ دیکھنا — کہتے ہین کچھ تو اپنی مجھے یادگار دے

رخصت ہوا چراغ سا دلسوز بھی حفیظ
بیکس کا ساتھ کون شب انتظار دے

کچھ خیال خاطر ناشاد بھی — ہان کبھی بھولے سے مجنون کی یاد بھی
آج آخر تھی یہ تدبیر پیام — رہ گئی ٹکرا کے سر فریاد بھی
ہاے وقت ذبح میری بیکسی — پھیر کر منھ رو دیا جلاد بھی
میرے منھ پر مجھکو کہتے ہین برا — چاہتے ہین یہ مجھسے داد بھی
میرے اڑتے ہی اُڑا رنگ چمن — باغبان بھی دنگ ہے صیاد بھی
مرگ دشمن کا انھین لکھتا ہون خط — تعزیت بھی ہے مبارکباد بھی
تھی کسی کی دیدہ و دلمین جگہ — اُجڑے گھر تھے یہ کبھی آباد بھی
ایک نے تڑپا دیا ہے ایک کو — لوٹتا ہے صید بھی صیاد بھی
اسکے ہاتھون بن گئی ہے جان پر — ہو کہین کمبخت دل برباد بھی
ضبط ہے گو پردہ دار راز دل — خامشی کرتی ہے کچھ ارشاد بھی
دیکھ کر اُجڑا ہوا اک آشیان — ہاتھ مل کر رہ گیا صیاد بھی
وقت رخصت اُنسے یہ کہدے کوئی — ساتھ لیتے جائین اپنی یاد بھی

بھرتے ہین وہ موتیون سے منھ حفیظ
اب جو دیتے ہین سخن کی داد بھی

ہم جو ہین ترک محبت کی قسم کھاے ہوے — ہاتھ سینے پر ہی رکھتے ہین وہ گھبراے ہوے
ہاے ظالم رشک نے بے موت مارا مجھے — محفل دشمن مین بیٹھے ہین وہ شرماے ہوے

رات کی باتون کا پردہ رکھ چکی نیچی نگاہ
کہہ رہے ہین کچھ پتے کی ہار مرجھاے ہوے

حسن سے ہے بے قدر جبتک چاہنے والا ہو
مہر و مہ کس غم پر پھرتے ہین اترا ے ہوے

دیکھیے صبح شب وصل اب وہ کیا لاتے ہین تنگ
خشمگین تیور ہین گیسو بھی ہین بل کھاے ہوے

یہ کہان بیوقت تھے تم آج اب تک ھو بے ہین
ہونٹ ہین خشک لب عارض ہین کملاے ہوے

ہاتھ رکھے کون دل پر اب تسلی کون دے
وہ تو ہم سے بھی زیادہ خود ہین گھبراے ہوے

آہین بھرنا دونون ہاتھون سے کلیجہ تھام کر
سیکھیے اُنسے جو دل پر چوٹ ہین کھاے ہوے

بال بکھرے ہونٹھ سوکھے چہرہ اترا دم خفا
یون کہان سے آرہے ہین آپ گھبراے ہوے

آج کیون حد سے زیادہ ہی پریشان اپنی روح
کون آیا ہے لحد پر بال بکھراے ہوے

ابتو چوتھے آسمان پر ہے دماغ اُنکا حفیظ
دور مجھ سے کھنچ رہے ہین میرے چمکاے ہوے

گھٹنے لگا شوق نہ کم ہوگئی آرزو میری
یہ رنگ رنگ ہے میرا یہ بو ہے بو میری

ہونی ہی اب تو خموشی بھی گفتگو میری
ٹپک رہی ہے نگاہون سے آرزو میری

تمھاری طرح [illegible] وگ
کبھی سنینگے وہ بے لوث گفتگو میری

کسیکا ہاے وہ اظہار شوق کہنا
خدا کی شان نہین اب وہ آرزو میری

یہ کسکو ڈھونڈھ نکالا ہی چن لیا ہو کسے
پسند میری نظر میری جستجو میری

بڑھیگی بات نہ چھیڑو مجھے خدا کیلیے
بھری ہوئی ہے شکایت سے گفتگو میری

گراؤ اپنی نظر سے کہ سرفراز کرو
تمھارے ہاتھ مین اب تو ہے آبرو میری

زمانے کو اُس الٹ پھیر سے عجب کیا ہو
وہ دن بھی آئین کہ تمکو ہو آرزو میری

ذرا سی پی کے جو ہوتے ہین سیر اور ہین وہ

حفیظ پیاس بجھاتا نہین سبو میری

حسینان جہان سنتے ہین بہ رنگ داستان میری
بیان ہو کہ یہ ہیرا نہ میرا زبان ہے یہ زبان میری

ابھی سے سُننے والے جب کلیجہ تھام لیتے ہین
خدا جانے کہ آگے کیا کریگی یہ فغان میری

گران ہون چشم نرگس پہ کہ بارِ خاطرِ گل ہون
زمین پر کیون جھکی پڑتی ہی شاخِ آشیان میری

تمھین جس بات کی چڑھ ہی وہی پیش آنیوالی ہی
کہ میرے بعد ہوگی ہر زبان پر داستان میری

بہم اہل مصیبت مین بھی ہو جاتی ہی ہمدردی
عجب کیا ہی کہ کچھ گردش بٹالے آسمان میری

انھین باتون کو حسن و عشق کا نیرنگ کہتے ہین
تماشا ہے زمانے کو بہار ان کی خزان میری

اشارون مین دلی جذبات کا اظہار مشکل ہے
بہت کچھ مجھے کہنا تھا اگر کھلتی زبان میری

بتون کی یاد دل سے دور ہو تو جاؤن کعبے کو
اگر ایسا نہوگا۔ ہوگی محنت رائیگان میری

حفیظ اول جگہ لینی ہے ارباب محبت مین
کتابِ عشق کا دیباچہ ہے داستان میری

عرصۂ حشر مین کیا اپنی صفائی ہوگی
ہم جیدھر ہونگے اُدھر ساری خدائی ہوگی

اس تمنا سے کہین ترک تمنا بہتر
وصل کے بعد بھی سنتے ہین جدائی ہوگی

بیٹھ پیچھے جو تمھین غیر کہا کرتے ہین
ہم جو دوچار ہین گے منھ پر تو لڑائی ہوگی

عالم یاس مین گھبرا کے یہ کہ اُٹھتا ہون
وہ بھی ہین جنکی کچھ امید برآئی ہوگی

سر کے کٹنے کا کسے غم ہی مجھے فکر یہ ہے
ہاتھ دُکھ جائیگا دُہری کلائی ہوگی

ہوگی صبحِ شبِ وصل انکی ادا قابل دید
کاکلین بکھری ہوئی آنکھ لجائی ہوگی

بام پر آج وہ گھبرائے ہوئے پھرتے ہین
متہم اب مرے نالون کی رسائی ہوگی

وہ بھی دن ہونگے کہ پھر سیر چمن ہوگی نصیب
ہم اسیرون کی بھی اللہ رہائی ہوگی

جب گذرتا ہون اُدھر کہتی ہی تقدیر حفیظ
اُسکی محفل مین تمھاری ہی رسائی ہوگی

گرہ جب پڑ گئی دل مین تو پھر کیا دل سے نکلیگی
جو نکلیگی تو اتنا جان تو مشکل سے نکلیگی

ملا کر خاک مین مجکو محبت دل سے نکلیگی
غم مجنون مین لیلی پردہ محمل سے نکلیگی

نہ بھولے گا دم آخر یہ کہنا تیرے بسمل کا
یہ حسرت نہین جو خنجر قاتل سے نکلیگی

ہماری طرح دلکو تھام کر آہین بھرا ے مجنون
تڑپ کر آپ لیلی پردہ محمل سے نکلیگی

کف افسوس اک عالم ملیگا لاش پر میری
خدائی پیٹتی سر کوچہ قاتل سے نکلیگی

ستانے سے شکستہ خاطرون کے باز آ ظالم
غضب ہوگا جو کوئی آہ ٹوٹے دل سے نکلیگی

قضا کا سامنا ہے دیکھنا نیچی نگاہون کا
کلیجے مین چبھی یہ پھانس تو مشکل سے نکلیگی

خبر ہے وقت آخر آئیگا کوئی عیادت کو
دم آنکھون مین رکیگا جب حسرت دل سے نکلیگی

ہمارے دم قدم تک ہین یہ عشق و حسن کے جھگڑے
ہمارے ساتھ ہی رونق تری محفل سے نکلیگی

تمھارے سامنے ہو خاتمہ اپنا تو بہتر ہے
نہین تو بیکسی مین جان بھی مشکل سے نکلیگی

یہین تم دیکھ لو بیٹھے نتیجہ دل جلانے کا
سحر کو شمع جل بجھکر اسی محفل سے نکلیگی

طریق معرفت کی جستجو تجکو جو ہے زاہد
تو اسکی راہ سیدھی عشق کی منزل سے نکلیگی

حفیظ اپنی غزل کے قدردان یون تو ہزارون ہین
مگر اشعار سن کر آہ اُن کے دل سے نکلیگی

بادہ وحدت پلایا یار نے
خوب متوالا بنایا یار نے

جب مجھے مشتاق پایا یار نے
اور بھی منھ کو چھپایا یار نے

شکر لازم ہے شکایت کے عوض
اے زہے قسمت ستایا یار نے

دیکھنا اب برش تیغ نظر — سرمہ آنکھون مین لگایا یار نے
امتحان میری وفا کا ہو گیا — جب کسی کو آزمایا یار نے
اُسکی قسمت پہ ہوا کعبے کو رشک — جسکے دل مین گھر بنایا یار نے
طور ہی مین پر نہین کچھ منحصر — ہر جگہ جلوہ دکھایا یار نے
اپنی ہستی کچھ گھروندا تو نہ تھی — کیا بگاڑا کیا بنایا یار نے
پھر نگاہون سے گرے ہم آیا نصیب — پھر عدو کو سر چڑھایا یار نے
دونون عالم سے ہوا وہ بے نیاز — جس کو دیوانہ بنایا یار نے

آدمی بہر جناب آیا حفیظ
لو مبارک ہو بلایا یار نے

کرو پردہ نہ دیوانہ بنا کے — ستم ہے منھ چھپانا منھ دکھا کے
چلے جب میکدے کو منھ چھپا کے — ملے کچھ پارسا بھی ادبدا کے
دیا داغ اور کی اُس پہ تاکید — اسے رکھنا کلیجے سے لگا کے
کہان ڈھلتی رہی جا کے کہان رات — ذرا باتین کرو آنکھین ملا کے
حسینون کے لیے ہے دل لگی کھیل — گرا دینا نظر سے سر چڑھا کے
محبت چھوٹ ہی نکلیگی دل سے — کہان غنچے نے رکھی بو چھپا کے
مرا دل لیکے مجکو دے رہے ہین — مگر احسان بھی لاکھون جتا کے
کڑھی مے شیخ کو ہرگز نہ دینا — پلا ساقی ابھی پانی ملا کے
مثل ہے اُسکے دینے کے ہین ہاتھ — خدا سے مانگ اے بندے خدا کے
ادا ہو گا دوگانہ عید کا پھر — ابھی فارغ تو ہو لین پی پلا کے

اُبھارا شوخیون پر اُس حسین کو
ہماری قبر پر برسا گئے پھول

ہماری آرزو نے گڑگڑا کے
جب آئے باغ سے جھونکے ہوا کے

حفیظ اب جھریان چہرے پر آئین
جوان بنتے ہو کیا ڈاڑھی منڈا کے

خموشی تمکنت - افشائے غم نالہ کشی ٹھہری
بری الزام سے اپنی نہ کوئی بات بھی ٹھہری

جگہ رسوائیون کی حُسن والون کی گلی ٹھہری
مری وارفتگی بھی موردِ آوارگی ٹھہری

عبث ترک وفا کا آج یہ الزام ہے مجھ پر
یہ کہیے ابتدا اُس کس طرف سے بے رُخی ٹھہری

دل اپنا ہو گیا بشاش رونق آ گئی منہ پر
کسی نے ہنس کے جب پوچھا طبیعت آپکی ٹھہری

ہوا دیوانہ وہ جس کو نگاہ لطف سے دیکھا
عنایت حُسن والون کی نہ ٹھہری دشمنی ٹھہری

کسی کا کیا گلہ ہے یہ کمی جذب محبت کی
مری بیتابی فرقت وہان اک دل لگی ٹھہری

ملانا ہے ہمین ہر پھول سے داغ محبت کو
چمن مین ساتھ اُنکے جو کسی دن سیر کی ٹھہری

ہوئی ہے جان آرائش ادا بیساختہ پن کی
ہزارون رنگ پر بالا تمہاری سادگی ٹھہری

رہے خلوت مین بھی مجبور ہاتھ اُنکو لگانے سے
نگہبان رعب ٹھہرا تو محافظ نازکی ٹھہری

فنا جبتک نہو لطف بقا حاصل نہین ہوتا
ہمارے مار ڈالے کی مخل یہ زندگی ٹھہری

صلہ کہتے ہین جسکو ہے یہ اک امید موہومہ
اطاعت ان بتون کی بھی خدا کی بندگی ٹھہری

حفیظ اکثر تلون طبع پایا حُسن والون کو
شکایت کیا جو پابندی نہ اُنسے وضع کی ٹھہری

ہٹا بھی آئینہ گیسو سنوارنیوالے
ہجوم عام مین کہدے نہ کوئی عہد شکن

بلائین رخ کی بھی لین لگے وارنیوالے
سمجھ کے آج مکر قول ہارنے والے

مجھ ایسے طائرِ بے پر کو ذبح کر صیاد
خرید تے نہین صدقہ اُتارنیوالے

کسیکی بزمِ عزا مین شریک ہوتا ہے
سنو بھی چاک کہین گیسو سنوارنیوالے

ملی نظر بھی اشارون مین گفتگو بھی ہوئی
بہت تھے بزم مین گو آنکھ مارنیوالے

وہ انتہا کا ہے نازک دماغ عجز پسند
لحاظ ادب کا رہے او پکارنیوالے

عروسِ قبر جگہ دے بشوق پہلو مین
سنوار دین مجھے ایسا سنوارنیوالے

وہان تو شیخ و برہمن سبھی کی سُن لینا
یہ کیون۔ کہ آس توڑین پکارنیوالے

نصیب ہو کہین دربارِ یار کا ملبوس
اُتار جامۂ ہستی اُتارنیوالے

حفیظ آختر و آہ و جلیل بعد امیر
عروسِ نظم یہی ہین سنوارنیوالے

تصویرِ غم ہون چھیڑ نہ شوقِ فغان مجھے
ظالم دل و دماغ اب اتنا کہان مجھے

راہی ہوئی عدم کو پھنسا کر کہان مجھے
رستہ بتا گئی مری عمرِ روان مجھے

ابتک پڑا ہون عیشِ گذشتہ کے دھیان مین
خوابِ سحر ہے بھولی ہوئی داستان مجھے

منزل کا پھیر ہو نہ یہ گم گشتگی مری
خود ڈھونڈھتا پھرے نہ کہین کاروان مجھے

آخر کچھ انتہا بھی ہے ذکرِ رقیب کی
کب تک سُنائی جائے گی یہ داستان مجھے

کُتّے بھی اُس گلی کے شناسا ہین کیا کہون
پہچانتا نہین ہے مگر پاسبان مجھے

دل کے سوا کسے مری باتون کا دھیان ہے
قسمت سے ملگیا ہو یہ اک رازدان مجھے

نازک مزاج سُن نہین سکتے خلافِ شان
پچھتاے ٹوک کر نہ ترا پاسبان مجھے

اے صبر خوش نہو جو یہان بات رہ گئی
دینا ہے حشر مین بھی ابھی امتحان مجھے

میخانے مین حفیظ یہ عزت کسے نصیب

دیتا ہے اپنے جام کی پیر مغان مجھے

جی بھر کے خوب پیس لے او آسمان مجھے
منظور اپنے ضبط کا ہے امتحان مجھے

دنیا مین رہ کے ایک ہے سود و زیان مجھے
سوچون مآل کار یہ فرصت کہان مجھے

چوکھٹ ہے جسکی پست سے رفعت کا حوصلہ
قسمت سے مل گیا ہی وہی آستان مجھے

اتنا نہ سر چڑھا کہ چڑھون ہر نگاہ پر
کھٹکون نظر مین وہ نہ بنا آسمان مجھے

کون و مکان کی سیر رہی اضطراب مین
پھینکا ہے آج دل نے کہانسے کہان مجھے

اک دھن بندھی ہی حالت واماندگی مین بھی
منزل کی جستجو ہے پس کاروان مجھے

موج ہوا ہے زینۂ معراج بیخودی
کیا لے اڑی ہے بیعت پیر مغان مجھے

کچھ کم نہین یہ فخر و مباہات کے لیے
اس نے طلب کیا ہے پے امتحان مجھے

اپنا ادھر سے ہو کے گذرنا بھی سیر ہے
لیتا ہے دور ہی سے ترا پاسبان مجھے

کیا جانے اضطراب مین کیا منھ سے کہدیا
آنکھین دکھا رہا ہے مرا رازدان مجھے

دل مین قفس ہے آنکھ مین صیاد کا جمال
اب تو یہی چمن ہے یہی آشیان مجھے

کیا آدمی کی بنکے بگڑتی نہین ہے بات
اکثر مکر گئے ہین وہ دے کر زبان مجھے

کہتا ہے خط شوق فسانہ بنا وہان
قاصد سنا رہا ہے نئی داستان مجھے

اچھا یہ جوڑ ہے ترے عیش دوام کا
اللہ نے دیا ہے غم جاودان مجھے

شرط غزل تو صرف تغزل تھا اے حفیظ
اسکے سوا اب اور ہین پابندیان مجھے

منھ کیا جو میرے آگے لب کھل سکین عدو کے
اس رنگ مین کہے تو کمبخت خون تھو کے

ملے بھی کہین ہون جھگڑے ارمان آرزو کے
وہ ہاتھ یا الٰہی پھر طوق ہون گلو کے

مطلب ہے ایک لاکھون ادا گفتگو کے
اظہار تو نہین دو حرف آرزو کے

عالم ہے شام کا کچھ کیفیت سحر کچھ
آکر چمن مین دیکھو نیرنگ رنگ و بو کے

لے دیکے رہ گیا ہے سامان غم یہ باقی
پہلو مین دل جگر اب دو قطرے ہین لہو کے

زاہد فرشتہ بن تو دنیا سے ہاتھ دھو کر
ہم پاک مشربون کو چھینٹے نہ دے وضو کے

اس قول اس قسم پر جب مجھسے پھر گئے یون
کہنے کی ہین یہ باتین تم ہو چکے عدو کے

اے محتسب جو ٹوٹا مینا تو کیا نہ ہوگا
کمبخت بحث کبتک ساغر ہی دیکھ چھو کے

اظہار شوق دل کا موقع ملے تو پھر کیا
دفتر بھرے پڑے ہین ارمان و آرزو کے

دل پر وہ ہاتھ رکھنا لطف ستم اثر تھا
زخم جگر یہ ابھرا ٹانکے نہ تھے رفو کے

گھٹنا حفیظ اب تو بڑھنا بھی عمر کا ہے
جب جا چکی جوانی پھر دن کہان نمو کے

دوست دشمن کو سمجھنا بھی تو نادانی ہے
دل کی کرتوت سے اب سخت پشیمانی ہے

صرف زینت نہوئی چند نفس کی ہستی
شمع فانوس مین شرمندۂ عریانی ہے

دیکھ کر سیر جہان کہتی ہے چشم عبرت
قابل دید یہ عالم تھا مگر فانی ہے

جا کے اُس زلف کا سودا بھی ہا جی کا زوال
ترک عادت بھی تو اک وجہ پریشانی ہے

آنکھ ملتے ہی محبت کا تقاضا یہ ہوا
دل کے دینے مین پس و پیش بھی نادانی ہے

دن کو آتا ہے نظر ماہ دو ہفتہ کا فروغ
ہائے کیا اُسکی چمکتی ہوئی پیشانی ہے

آنکھ کیا مجھ سے چراتے ہو اجی یہ صورت
مری دیکھی مری جانی مری پہچانی ہے

موت گھبرا کے جو مانگی تو اثر بول اُٹھا
خواہش مرگ محبت مین تن آسانی ہے

بھیجے دیتا ہون تجھے دور کا تحفہ زاہد
دیکھ کیا چیز یہ لندن کا بنا پانی ہے

سننے والے اسے کیون سنکے نہ گھبرائین حفیظ
مختصر ہو کے بھی قصہ مرا طولانی ہے

نہ بھی میکشی فیض ساقی سے اچھی
بہت پی حفیظ اور اچھی سے اچھی

سراپا ہین تصویر اظہار غم کی
بنی بات اپنی خموشی سے اچھی

لگی کا مزہ ہے لگی ہو جو دل سے
محبت نہین اوپری جی سے اچھی

گنا دس عوض اک کے ساقی مگر دے
جو جو کھی سے چوکھی ہو چھی سے اچھی

کھری ہے ہر سے ہی عدو کی خوشامد
کھری بات اس چاپلوسی سے اچھی

وہ چل نکلے کچھ اور بیباک ہو کر
حیا حسن والون کی شوخی سے اچھی

دکھا دے سمان محفل جم کا ساقی
پلا دے مجھے آج اچھی سے اچھی

غضب رنگ لایا ہی خون تمنا
کھلی یہ حنا اسکی مہندی سے اچھی

حفیظ انتہا ہو چکی مے کشی کی
بہت پی چکے آپ اچھی سے اچھی

بہار دو عالم اسی سے ہے اچھی
کوئی شے نہین میکشی سے ہی اچھی

لحد ہجر کی بیکسی سے ہے اچھی
ارے موت اس زندگی سے ہی اچھی

کہین دوستی دشمنی سے ہے بدتر
کہین دشمنی دوستی سے ہی اچھی

ملی جاے جو تیرے تلوون سے دم بھر
وہ آنکھ آئینے آرسی سے ہی اچھی

بھلائی کے آگے پھلے کیا برائی
سمجھ لو کہ نیکی بدی سے ہی اچھی

حسینون کی تقلید کرتی ہے دنیا
کسی سے بری ہو کسی سے ہی اچھی

وہ کیا۔ اسکی تصویر بھی کہہ رہی ہے
ادا ہی نہین خاموشی سے ہی اچھی

حسینون کا زیور ہی یہ بے نیازی
تری تمکنت عاجزی سے ہی اچھی

وہ آنے کو ہین شب کو بہر عیادت
طبیعت ہماری ابھی سے ہی اچھی

لُٹا دیتی ہے دلکو آواز دلکش
سُریلی صدا بانسری سے ہی اچھی

حفیظ ایک دل دیتے ہو ہر حسین کو
اجی چال یہ ہر کسی سے ہے اچھی

گذر تی اگر تنگدستی سے اچھی
تو مستی نہ تھی فاقہ مستی سے اچھی

کرے زہد کو اپنے بدنام زاہد
یہان تو نہیں مے پرستی سے اچھی

نظر اُٹھتے ہی صاف ہوتی صفین ہین
یہ تلوار تیغ دو دستی سے اچھی

دیے جا مجھے بے حساب آج ساقی
کہ ہو قرض کی ہنگی ستی سے اچھی

بڑے اوج پر ہے مری خاکساری
بلندی کہان اپنی پستی سے اچھی

جوانی کی یہ کہہ رہی ہین اُمنگین
مری موج ہو مے کی مستی سے اچھی

حفیظ آسمان ہیں ڈالے مٹا دے
کہ ہے نیستی ایسی ہستی سے اچھی

کانون مین جب کسیکی بھی فریاد آگئی
جنت نصیب دل کی مجھے یاد آگئی

دھیان اُجڑے آشیان کا گلا گھونٹنے لگا
سوئے قفس جو نکہت برباد آگئی

اللہ آپ۔ آج یہ نکلا کدھر کا چاند
بھولے سے کیا وہ رسم وفا یاد آگئی

دنیا کا نیک و بد یہ حسین جانتے نہین
اللہ کس طرح انہین بیداد آگئی

پھر وہی انفعال ہی ناصح کی بات پر
غیرت کہان کی او دل ناشاد آگئی

آیا نہ کچھ ہمین کو محبت مین اے حفیظ

بیداد کرنیوالون کو بیداد آگئی

جو محبت ہے غرض کی وہ ہوس ناکی ہے / بو الہوسونکی جفاؤن کا عبث شاکی ہے

صورت عرض لیے ہے پردۂ خاموشی مین / لب ہلانا بھی وہان داخل بیباکی ہے

شیخ کے جبۂ و دستار مین رکھا ہے کیا / مے اُڑانے مین فقط ہاتھ کی چالاکی ہے

اک زمانے کو یون ہی مار کھپایا تو نے / مل کے کھنچنا یہ عجب طرح کی سفاکی ہے

کچھ کہین یا نہ کہین تجھ سے ترے اہل نیاز / بے نیازی کا تری ایک جہان شاکی ہے

لامکان تک ہو رسائی جو بشر کی تو کیا / پھر اُسے خاک مین ملنا ہے کہ وہ خاکی ہے

واہ کیا چیز ہے قسام ازل کی تقسیم / کون ہے وہ جو مقدر مین نہین شاکی ہے

وہ رحیم اور گناہون کا ہے اقرار مجھے / بحث ملکی نہ قضیئہ کوئی املاکی ہے

شہسوارانِ سخن گرد کو پہونچے نہ حفیظ / توسن فکر کی ادنیٰ سی یہ چالاکی ہے

چارۂ دل چارہ گر کا کام ہے / یہ عنایت کی نظر کا کام ہے

کیا گلہ ہو اُس تغافل کیش کا / بھولنا جس بے خبر کا کام ہے

مرنے والون کا جگر کیا جان کیا / ایک اوچھی سی نظر کا کام ہے

اور غماز محبت کون تھا / ہو نہ ہو یہ چشم تر کا کام ہے

جاؤ کیا لوگے پرکھکر جنس دل / حسن والو یہ نظر کا کام ہے

ضعف مین نالے تو دے بیٹھے جواب / اب دعاؤن کے اثر کا کام ہے

موت ہے درد محبت کا علاج / مار رکھنا چارہ گر کا کام ہے

میری طول عمر کو اے شمع دیکھ / کیا یہ رونا رات بھر کا کام ہے

آفتاب حشر کا منھ پھیرنا
ہر گل داغ جگر کا کام ہے

تو بھی کچھ مژدہ سنا دے اے اجل
دل وہی پیغامبر کا کام ہے

اے حفیظ آپ۔ اور تقلید امیر
یہ جلیل نامور کا کام ہے

جب جوانی گئی سمجھ آئی
روئیے یہ کہکے ہائے رسوائی

ضعف سے جان تا بلب آئی
اب کہان طاقت شکیبائی

قابل دید ہے یہ رسوائی
ہم تماشا ہین وہ تماشائی

نامہ بر کا یہ انتظار رہا
آگئی جان جب ہوا آئی

کس کے جلوے کا یہ کرشمہ ہے
اک جہان ہے مرا تماشائی

ساری باتین فسانہ ہوتی ہین
مٹتے مٹتے مٹے گی رسوائی

آستین سے ٹپک رہا ہے لہو
آج کس کی امید برآئی

اسکے یہ جوش گل کا عالم ہے
ہو رہی ہے بہار سودائی

ہین کسی کے خیال سے باتین
یون پسند آگئی ہے تنہائی

ہے یہ فیض بہار جوش نمو
جم گئی سطح آب پر کائی

قابل داد شعر اپنے حفیظ
لوگ کرتے ہین عزت افزائی

تمھین بھول کر جب نہ ہم یاد آئے
ہمین کیا تمھارا کرم یاد آئے

جہان کوئی جھرمٹ حسینونکا دیکھا
وہان تم خدا کی قسم یاد آئے

گلا رکھ دیا دوڑ کر زیر خنجر
ترے ابروؤن کے جو خم یاد آئے

ہمین یاد رکھنا ہمین یاد کرنا
کلیجے کی ہی پھانس کانٹا ہی دل کا
چلو ہوگیا خاتمہ ہچکیون پر

اگر کوئی تازہ ستم یاد آئے
وہ سامان جو مرتے دم یاد آئے
اُنھین ہاے کسوقت ہم یاد آئے

حفیظ اُسکو کافر کہین یا مسلمان
حرم مین جسے وہ صنم یاد آئے

غیرون کی بھی رسم و راہ دیکھی
دیکھی دو دن کی چاہ دیکھی

آئے کہین وہ بھی دن - کہو تم
تا صبح کسی کی راہ دیکھی

کہتا ہے کسی گلی مین کوئی
بے جرمون کی قتل گاہ دیکھی

وہ پیار کی آنکھ اب کہان ہے
ہان زہر بھری نگاہ دیکھی

منظور اُسی کو تھی جدائی
اپنی سی بہت بناہ دیکھی

کچھ اور ہے میکدے مین رونق
زاہد تری خانقاہ دیکھی

اللہ رے آپ کی ڈھٹائی
نیچی نہ کبھی نگاہ دیکھی

مرتے ہین اجل کی آرزو مین
یون آپ کی کس نے راہ دیکھی

کیا حشر مین ایک وتھے ہم سے
اک خلق وہان تباہ دیکھی

اللہ رقیب کی یہ خاطر
کہتے ہین کہ سب کی چاہ دیکھی

وہ اُٹھ کے حفیظ گھر سدھارے
بیکار کی آہ آہ دیکھی

کہا دل نے ہدف ہو کے اُسکے پیکان سے
بڑھا دیا ہے کہین مرتبے مین رضوان سے

عزیز جان کسے ہوگی ایسے مہمان سے
سنو ہماری خوشامد کا حال دربان سے

غضب ہے تن سے نکلتی ہی جان رک رک کر
کسی کو اتنی محبت بھی ہو نہ زندان سے

غرض تھی یہ کہ وہ گھبرا کے باہر آئین کہین
تمام رات اُلجھتے کٹی ہے دربان سے

لہو پلا کے بجھائی ہے پیاس خنجر کی
اُٹھا سکے گا نہ اب سر یہ بار احسان سے

ملے گا ہاتھ نشیمن اُجاڑ کر صیاد
عجب بہار ہوا ہو گی اِس گلستان سے

لحد پر آکے جو احباب ہاتھ اُٹھاتے ہین
دبا رہے ہین مری خاک بار احسان سے

اگر پسند ہو عذر گناہ کی تعزیر
ہمارے ہاتھ کو باندھین وہ اپنے دامان سے

نصیب ہو بھی کسی طرح دولت دیدار
ملے تو آنکھ بدل لیجیے نگہبان سے

ہوا ہے مخزن عالم یہ خاک کا پتلا
شرف مین کوئی بھی آگے بڑھا نہ انسان سے

ازل سے زیر نگین ہے قلمرو معنی
کبھی قلم کا اُٹھے گا قدم نہ میدان سے

مزہ ہے جوش جوانی مین پارسائی کا
وہ ناخدا ہے جو کشتی بچا لے طوفان سے

کسی جبین کی جو پوری اُتر گئی تصویر
تو روز عید ملا لین گے صبح خندان سے

وہ آرہا ہے کبوتر جواب خط لے کر
عقاب جیت کے بازی پھرا ہے میدان سے

وہ جا رہے ہین اُداسی سی چھائی جاتی ہے
بہار ہوتی ہے رخصت مرے گلستان سے

ادائے شکر کو جھکتی ہین بارور شاخین
وہ کوئی ہو گا کہ دبتا نہ ہو جو احسان سے

بجھی ہے اوس کہین پیاس وہی ہی مثل
لگی وہ دل کی بجھاتے ہین آب پیکان سے

مزہ جہان کا کھو یا لگا کے قید حیات
اسی لیے تو ہے تعبیر دہر زندان سے

عدم کی راہ مین لینا ہے کام مشعل کا
بڑی غرض تو یہی ہے فروغ ایمان سے

حفیظ ہین جو محبت کی چوٹ کھائے ہوے
وہ لطف خاص اُٹھائین گے میرے دیوان سے

دونون جہان مین حُسن و محبت کی دھوم ہے
جلوہ جہان جہان سے ہے ترا اک ہجوم ہے

میری جگہ رقیب کو موزون ہے کس قدر
بے شبہہ آشیانۂ بلبل مین بوم ہے

بلوائیے نہ بزم مین گھیرے ہین حسرتین
تنہا نہین ہون ساتھ مرے اک ہجوم ہے

سیرِ چمن سے اور بھی افسردگی بڑھی
جھونکا نسیم کا ہے کہ بادِ سموم ہے

سائل کو جو سوال سے پہلے جواب دے
اک طرح کے سخی سے تو اچھا وہ شوم ہے

دیوانگی مین شان حکومت کا ہے مزہ
میرے جنون کی آج زمانے مین دھوم ہے

دل آئینہ حفیظ ہے ماضی و حال کا
یہ شاعری کا علم بھی علمِ نجوم ہے

عنایت کی نظر کیا اُس نے کم کی
چبھی جاتی ہے دل مین پھانس غم کی

اِدھر بھی جامِ ساقی - خیر دم کی
جہان مین دھوم ہے تیرے کرم کی

بجا ہے جتنی ہو حرمت حرم کی
کبھی تصویر تھی اِس مین صنم کی

جُدائی تک رہی نالون کی گرمی
دمِ سرداب ہوا ہے صبحدم کی

جو بیٹھے چُپ کہا یہ مُنہ بنا کر
نئی صورت ہے یہ اظہارِ غم کی

جلیگی دھوپ مین تربت ہماری
یہ چلتی چھاؤن ہے ابرِ کرم کی

کبھی تو دادِ چُپ کی مل رہیگی
کہین تو ہوہی گی پرسش ستم کی

خدا ہے پرسشِ محشر کا واعظ
تسلّی کے عوض تو دے نہ دھمکی

جُدائی اور آغازِ جوانی
ابھی پہلی گھڑی ہے شامِ غم کی

حسینون کی بنا آنکھون کا سُرمہ
کچھ ایسی طور کی تقدیر چمکی

بیان واعظ نے کی روداد محشر
نکالی اِس جنم مین اُس جنم کی

کبھی تو آرہو دل مین ہمارے
چھٹے تو بھیڑ کچھ دیر و حرم کی

چلو اچھی ہوئی اب یہ صفائی
قسم وہ آج کھا بیٹھے قسم کی

کوئی اُٹھ کر چلا جب میکدے سے
بٹھانے کو بڑھی لغزش قدم کی

تمھین کو آتے جاتے دیکھتا ہے
تمھین پر آنکھ ہے نقش قدم کی

عدو کی بزم سے آئے ہو پی کر
کہے دیتی ہے یہ لغزش قدم کی

نفس کی آمد و شد گن رہا ہون
مرا ہر دم ہے اک منزل عدم کی

لگا لاے مجھے کوے عدو مین
شرارت دیکھیے نقش قدم کی

حفیظ اِس امر کا اظہار ہی کیا
بہت کی اُسنے یا توقیر کم کی

یہانتک سختیان جھیلین ستم کی
توقع اُٹھ گئی دل سے کرم کی

ستم مین شان ظاہر ہے کرم کی
انوکھی یہ ادا انکلی ستم کی

کبھی مٹتی نہین سب بے اعتباری
محبت مین خرابی ہے قسم کی

مرے ہنس مکھ سے نسبت شمع کو کیا
کہ یہ مردار رونی ہے جنم کی

نظر مین ہے جہان کی بے ثباتی
ہوئی ہے سیر ہستی مین عدم کی

مرے گھر دن چڑھے تک آپ سوتے
عنایت ہے نسیم صبحدم کی

لگائی تیغ کیا اُس نے جبین پر
مقدر کھل گیا تقدیر چمکی

تمھین سے دیدہ و دل ہین منور
تمھین سے شان ہی دیر و حرم کی

بہار جلوہ کونین کیا ہے
یہ رونق ہے کسیکے دم قدم کی

وفا ہوتا ہے دن کو وعدہ وصل
سیاہی کام آئی روز غم کی

چلے جاتے ہین ذکر غیر پر ہم
لیے جاتے ہین وہ چٹکی ستم کی

نہ مانی ایک بھی مین نے شب وصل
نہ جھڑکی اُن کی کام آئی نہ دھمکی

سنبھل اے شوق ہو کر محو بیداد
لٹائے دیتی ہے لذت ستم کی

نہ ملیے ہم سے آپ اچھا نہ ملیے
اسی پر اب ٹھہر جاے قسم کی

لحد پر پھوٹ کر وہ رو رہے ہین
جھڑی تھمتی نہین ابر کرم کی

رہو تم دل مین یا آنکھون مین ٹھہرو
کہان تک سیر یہ دیر و حرم کی

چلے ہین دوش پر وہ ہاتھ رکھکر
مزہ دیجائے گی لغزش قدم کی

کہان یہ تیری آنکھین چشم بد دور
کہان نرگس ارے روگی جنم کی

حفیظ اول غزل دیکھو ہماری
یہ بیتین کیا تراوش ہے قلم کی

حواس ابتر ہوے مجموع خاطر پریشان ہے
چراغ صبح ہون وہ اک نفس کی جان مہمان ہے

عجب حسرت برستی ہے جہان گورغریبان ہے
یہی بستی وہ ہے آباد ہو کر بھی جو ویران ہے

مآل زندگی کو سوچ کر دُھنتا ہون سر ہر دن
وہ کیسے لوگ ہین یارب جنھین جینے کا ارمان ہے

سفینہ دل کا گرداب بلا مین آ ہی جاتا ہے
جوانی جسکو کہتے ہین وہ اس کشتی کو طوفان ہے

سُنین اسکی کہانتک خون دل پیتے رہین کبتک
ہمارا ہاتھ ہے اور آج ناصح کا گریبان ہے

مرقع دہر کا عبرت کدہ ہے آنکھ والون کو
کہین ماتم کی تیاری کہین شادی کا سامان ہے

بہار حسن کی نیرنگیان بھی گل کھلاتی ہین
جہان تم ہو وہان پھولا ہوا طرفہ گلستان ہے

اجازت دے جو ساقی شوق سے سر پر اٹھا لاؤن
خم مے کی گرانی کیا کوئی یہ بار عصیان ہے

تلافی جور بیجا کی حفیظ اب اور کیا ہوگی

ارے آنکھون کے اندھے دیکھ وہ بیحد پشیمان ہے

پڑتے پڑتے مین ہوئی آپ کی شہرت اچھی
کہین چھپتی ہے چھپانے سے بھی صورت اچھی

شکوہ اچھا ہے کسی کا نہ شکایت اچھی
صبر کی خوب بھلی شکر کی عادت اچھی

نذر کر چاہنے والون کو جوانی کی بہار
ہتے چڑھ جائے جو یارون کے وہ دولت اچھی

راہ تکتے ہی غریبون کی اجل آ پہونچی
تو نے کی اپنے مریضون کی عیادت اچھی

جی بھر آتا ہے وہ رو دیتے ہین آتے جاتے
رہ گذر مین یہ شکستہ مری تربت اچھی

غم کی تصویر بنے ہین وہ مجھے دیکھ کے آج
نگہ یاس نے کی شرح مصیبت اچھی

حسن والون کا کرم بھی تو ستم ہوتا ہے
کون کہتا ہے کہ اچھون کی عنایت اچھی

دم آخر مری بالین سے یہ کہ کر وہ اٹھے
دل کی دل ہی مین رہ جائے وہ حسرت اچھی

چشم ساقی کا اثر تیرہ دلون پر نہ ہوا
غیر ممکن ہے کہ ہو جائے بری مت اچھی

حسن دلکش ہے تو دیدار کے مشتاق بہت
آپ آنکھون مین سما جاتی ہی صورت اچھی

لیکے دل حسن کے بازار مین آ نکلے ہین
بیچ ڈالین گے جو مل جائے گی قیمت اچھی

آئینہ لیکے مرے دل کا کبھی دیکھیے تو
ایک تصویر ہے اسمین بھی نہایت اچھی

تا کجے مہر و محبت کی برائی ناصح
صاف لفظون مین یہ کہدے کہ عداوت اچھی

حسن چھپتا ہے چھپانے سے کہین زیر نقاب
لاکھ پردے سے عیان ہوتی ہی صورت اچھی

آ کے پوچھا ہے کسی نے جو عنایت سے مزاج
کل سے کچھ آج بظاہر ہے طبیعت اچھی

ہجر مین موت کی امید غنیمت ہے حفیظ
کثرت رنج مین تھوڑی بھی مسرت اچھی

بسا جو چشم تصور مین روے جانان ہے
نظر کے سامنے پھولا ہوا گلستان ہے

وہ پوچھتے ہین ترے دلمین کوئی ارمان ہے
الٰہی آج ترا لاکھ لاکھ احسان ہے

پھر اپنے جذب محبت کی دیکھیے تاثیر
کوئی کسی سے یہ کہدے کہ وہ پریشان ہے

چلین گی حشر کی اُس خوشخرام سے چالین
ہزار بار کا جیتا ہوا یہ میدان ہے

وہ ایک غیر کہ دیتے ہین جان جینے پر
وہ ایک ہم ہین کہ مرنیکا روز ارمان ہے

بہار اپنی محبت کی دیکھتے جاؤ
لہو کی نہر ہے جاری کہ چشم گریان ہے

بُرا ہو ضعف کا یہ امتیاز بھی نہ رہا
رسن گلے مین ہے پھانسی کی یا گریبان ہے

مرے جنون کو ہے میدان حشر کا درکار
یہان تو وسعتِ صحرا بھی تنگ زندان ہے

وہی ہوا جو مقدر مین اپنے لکھا تھا
گلہ ہے بخت سے وہ کسلیے پشیمان ہے

چمک کے رہ گئی بجلی اُدھر پسِ پردہ
ادھر حواس ہین ابتر نظر پریشان ہے

خدا کو چھوڑ کے بنتے ہین نفس کے بندے
ٹٹولیے تو یہی آج کل کا عرفان ہے

جو آئے بھی تو بگڑ کر مچا دیا اندھیر
شبِ وصال بھی آنکھون مین شامِ ہجران ہے

ضرور کان مین پھونکا مری محبت نے
کوئی جمال پر اپنے بہت ہی نازان ہے

مرے شراب کے ساغر کو لیکے اے زاہد
ملائے دل سے اگر دل مین نور ایمان ہے

کہین نشان بھی نہ دوزخ کا حشر مین ہوگا
یہی جو اشکِ ندامت کا جوش طوفان ہے

کھلائے گل مری آنکھون نے خون رو رو کر
نیا چمن ہے انوکھی بہار دامان ہے

حفیظ تیری غزل کا جواب کیا ہوگا
عبث ہے جوش لہو تھوکنا کچھ آسان ہے

یہ حکم کیا نہ کوئی میرے روبرو آئے
خلاف وضع زبان پر نہ گفتگو آئے

جو تیرے مست کرین بات ہو معطر بزم
یہ وہ شراب نہین ہے کہ منہ سے بو آئے

رسائی اُسکی نہو اُنکے بام تک افسوس
جو آہ کنگرۂ عرش جاکے چھو آئے

یہ ذکر یون نہین دشمن کی جان نثاری کا
غرض یہ ہے کہ مرا جوش مین لہو آئے

جو تیرے فیض سے محروم ہو نسیم چمن
مزہ ثمر مین نہ پھولو مین رنگ و بو آئے

ہجوم غم نے کیا خون آرزوؤن کا
عجب نہین ہے کہ آنکھون سے اب لہو آئے

حفیظ ضبط ہی اچھا ہے بات کھونیسے
زبان پر نہ کبھی حرف آرزو آئے

جہان وہ رونق محفل نہین ہے
وہان سب کچھ ہو لیکن دل نہین ہے

بغل مین جی کا دشمن دل نہین ہے
وہی قاتل ہے یہ قاتل نہین ہے

ہمارا قول ہے یہ - دیکھ لینا
تمہارا وعدہ باطل نہین ہے

دن آخر ہے مگر اللہ ری غفلت
خیال دوری منزل نہین ہے

نہ ملنے کو ہے آنا چھپ کے دشوار
ملا چاہو تو کچھ مشکل نہین ہے

وہ رخصت ہو کے گھر بھی اپنے پہونچے
یہان ابتک ٹھکانے دل نہین ہے

حسینون کا مرقع ہے مرا دل
کوئی ایسی سجی محفل نہین ہے

کچھ اب بدلے سے ہین انداز بالکل
کہ وہ آنکھین نہین وہ دل نہین ہے

تڑپتا ہی رہے گا حشر تک دل
جو ٹھنڈا ہو یہ وہ بسمل نہین ہے

صبا لیجائے کیا اُسکی گلی مین
ہماری خاک اِس قابل نہین ہے

اگر ارشاد ہو تو جان دیدین
ہمارا دل تمھارا دل نہین ہے

نہ اتنا میکدے مین چیخ واعظ
یہ کوئی وعظ کی محفل نہین ہے

کچھ اپنے عکس سے وہ مانگتے ہین
درِ آئینہ پر سائل نہین ہے

اک کسی کی ہر ادا ہے دشمن جان
فقط اک حسن ہی قاتل نہین ہے

حفیظ اُس کو کہو درویش کامل
جو اپنے حال سے غافل نہین ہے

کھینچنا خنجر تو کیا لو کھنچ گیا جلاد بھی
جان کو تڑپائے گی اب حسرت بیداد بھی

دل بھی پہلو مین نہین پھر ہے ہماری یاد بھی
کہتے ہین وہ بات کیجیے جسکی ہو بنیاد بھی

کیا تغافل ہے کبھی سنتے نہین فریاد بھی
چپ اگر ہو جائیے کرتے ہین اکثر یاد بھی

اللہ اللہ ہے کہان مجھکو رسائی کا خیال
بام تک جسکے پہونچ سکتی نہین فریاد بھی

میرے عرض مدعا پر تا بکے آخر سکوت
بندہ پرور ہان نہین کچھ کیجیے ارشاد بھی

مسکرا کر خوب ہی چرکے لگائے آپنے
بسمل تیغ تبسم ہوگئی فریاد بھی

دل سے لبتک آتے آتے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی
ہائے کتنی دل شکستہ ہے مری فریاد بھی

تھام کر دامن دم رخصت کسی کا پوچھنا
بھول کر ہم کو کبھی پھر کیجیے گا یاد بھی

کان ہو جائے اگر سن لین اسے اہل وفا
ایک عبرت کا سبق ہے یہ مری روداد بھی

ق ۲

ذرے ذرے سے عیان ہے علم و فن کی روشنی
ایک صیقل ہے زمانے کے لیے ایجاد بھی

ابتو اے ہندوستان کچھ جوش غیرت ہو تجھے
کر چکے پوری ترقی ملک نو آباد بھی

سامنے آنکھون کے رکھتا ہی اسیرون کا قفس
تو سہی دام محبت مین پھنسے صیاد بھی

کیون نہ نقص شعر سے بدنام ہو شاعر کا نام
باپ کو کرتی ہے رسوا ناخلف اولاد بھی

غم کا خواہان ہون خوشی مین بھی مآل اندیش ہون
شور ماتم ہے مجھے شور مبارکباد بھی

ق ۲

کہہ رہا ہے یہ دکن کا عزم دل سے بار بار
آج ہے اُس سرزمین پر تربت استاد بھی

حضرت اختر جلیل خوشنوا کے ماسوا
جوہری بھی گوہر مضمون کے ہین نقاد بھی

خوب یہ موقع ہے قسمت آزمائی کا حفیظ
قدرداں ہین شاہ آصف بھی جناب شاد بھی

اُس گلی مین اب نہ جانا چاہیے
طاقت ضبط آزمانا چاہیے

پہلے دربان کو ملانا چاہیے
پھر کوئی تہمت لگانا چاہیے

اُنکو بلوائین عدو کے نام سے
یون بھی قسمت آزمانا چاہیے

فصل گل مین صرف مے کیواسطے
روز قارون کا خزانہ چاہیے

مدتون تم جسکے دلمین رہ چکے
آنکھ یون اُس سے چرانا چاہیے

پوچھنے سے اشک آنسو پچھ چکے
کچھ لگی دل کی بجھانا چاہیے

گھر سے گھبرا کر نکل آئے کوئی
دھوم اتنی تو مچانا چاہیے

لطف ہو زاہد کوثر پرستین
پینے والون کو پلانا چاہیے

خود بخود کھنچ بیٹھنا اچھا نہین
روٹھنے کا کچھ بہانا چاہیے

اک نگاہ لطف پر مانگو نہ دل
اور کچھ قیمت لگانا چاہیے

واعظ آیا میکدے مین اے حفیظ
اِس پہ پڑھے جن کو پلانا چاہیے

جہان گل تھے وہان اب خار و خس معلوم ہوتا ہے
نشیمن بھی خزان مین اک قفس معلوم ہوتا ہے

مبارک ہمصفیرون کو چمن اے باغبان رخصت
مرے صیاد کا خالی قفس معلوم ہوتا ہے

محبت بے غرض ہو غیر کو کہنے کی باتین ہین
مری دانست مین وہ بوالہوس معلوم ہوتا ہے

بدلتا ساں کیا ہی - رنگ اک دنیا بدلتی ہے
نیا عالم ہمین تو ہر برس معلوم ہوتا ہے

کوئی قصہ کوئی جھگڑا ہو لیکن دخل اسے دینا
مرا ناصح بڑا ہی دادرس معلوم ہوتا ہے

بہت ممنون ہون اس بیکسی کا وہ بھی کہتے ہین
کسی کے حال پر مجھکو ترس معلوم ہوتا ہے

مرے نالون کو سن کر بھول کر صیاد کا کہنا
بہت گلزار ابتو یہ قفس معلوم ہوتا ہے

قیامت سے نہین کم منزل ہستی کا ہنگامہ
کہین اس بستی مین بھی شور جرس معلوم ہوتا ہے

حفیظ امداد کی رکھنا توقع اہل دنیا سے
نہین کوئی یہان فریاد رس معلوم ہوتا ہے

ٹھہر اب کوئی دن مین پرسش مظلوم ہوتی ہے
یہ سمجھاتا ہون جب حسرت مری مغموم ہوتی ہے

یہی کہہ کے میری خاک پر لائے اُسے ہمدم
اُدھر دیکھو کسی کی قبر وہ معلوم ہوتی ہے

وفا کا ذکر جب آتا ہے پہرون ہاتھ ملتے ہین
وہان اب یاد تیری اے دل مرحوم ہوتی ہے

یہی جی چاہتا ہی منھ چھپا کر روئیے پہرون
طبیعت خود بخود ایسی کبھی مغموم ہوتی ہے

یہان تو بیٹھکر گھر جشن جمشیدی مناتے ہین
بہار آتے ہی دستاویز اک مرقوم ہوتی ہے

وفادارون سے نفرت ہے تو پھر دیکھی وفا تمنے
حسینون مین تو سنتا ہون یہ شی معدوم ہوتی ہے

ابھی سے ہے یہ عالم تو خدائی کا خدا حافظ
جدھر سے تم گزرتے اُدھر اک دھوم ہوتی ہے

مری باتون سے برہم ہو گیا تو بھی تو اے ناصح
نصیحت ہو کسی کی بھی بُری معلوم ہوتی ہے

حفیظ اک عمر اس دھن مین پڑا ہی خون دل پینا
بڑی مشکل سے دنیا مین سخن کی دھوم ہوتی ہے

بہت پچھتاؤ گے بیداد کر کے
ملو گے ہاتھ ہمکو یاد کر کے

عدو کی قبر پر بھی ہاتھ اُٹھانا
ہماری روح لیکن شاد کر کے

بھر آئے آنکھ مین اشک آپ ہی آپ
نہ پوچھو رو دیے کیا یاد کر کے

کہان دامن اُٹھا کر اب چلے ہو
ہماری خاک کو برباد کر کے

ابھی یہ آکے ہچکی رُک گئی کیون
کوئی بھولا ہمین کیا یاد کرکے

گھر اپنا حُسن والون نے بنایا
اُسے ویران اُسے برباد کرکے

جفاؤن مین کمی ہونے نہ پائے
مگر میری وفائین یاد کرکے

حفیظ اب داد چپ کی کچھ ملے گی
ملا کچھ نالہ و فریاد کرکے

بحث واعظ سے مختصر ہوتی
آج ہوتی تو عمر بھر ہوتی

زندگی مین نجات اگر ہوتی
بندگی اپنی کارگر ہوتی

سیر گلشن کو وہ جو آجاتے
کتنی پھبتی بہار پر ہوتی

یون ہی غفلت مین جو گذرنی تھی
عمر میخانے مین بسر ہوتی

آہ و ضبط اگر نہ رکھ لیتا
آہ شرمندۂ اثر ہوتی

آتے جاتے وہ دیکھ تو لیتے
کاش تربت قریب در ہوتی

رات کی رات تم جو رہ جاتے
تو سحر عید کی سحر ہوتی

درد دل کی دوا نہ تھی ممکن
ایک دنیا جو چارہ گر ہوتی

ہوتی بیگار بندگی نہ حفیظ
تو پکڑ بات بات پر ہوتی

فلک تفرقہ پرداز یہ کیا ہوتا ہے
دیکھ تو کون گلے ملکے جدا ہوتا ہے

اضطراب اور تسلی سے سوا ہوتا ہے
ہائے الجھاؤ طبیعت کا برا ہوتا ہے

وائے گم کردگیٔ شوق کسی کوچے مین
رہنما غیر کا نقش کف پا ہوتا ہے

کل مکر جائینگے تیور یہ کہے دیتے ہین
آج کھا کھا کے قسم عہد وفا ہوتا ہے

ہم دعا مانگتے ہین موت کی وہ کہتے ہین
چپکے چپکے یہ ہمارا ہی گلا ہوتا ہے

ذکر آتا ہے وہان میری محبت کا ضرور
جس جگہ مجمع ارباب وفا ہوتا ہے

قد قیامت ہے تو آفت ہے لٹک گیسو کی
حسن والون کا سراپا ہی بلا ہوتا ہے

دم نکلنے کی اذیت سے تڑپنا کیسا
کیا ترا تیر کلیجے سے جدا ہوتا ہے

وقت کو کھو کے یہ ہے دوسری نادانی اب
عمر بھر بیٹھ کے پچھتایئے کیا ہوتا ہے

مانتا ہون بخدا چال یہ اچھی سوجھی
تو مجھی سے مری قسمت کا گلا ہوتا ہے

وقت رخصت نہ مری بات بھی پوچھی تمنے
دوست سے دوست گلے ملکے جدا ہوتا ہے

وہ غزل سُن بھی لین ٹلکتے ہین بالفرض حفیظ
تو بھی اِس بوسہ بہ پیغام سے کیا ہوتا ہے

کبھی جو گور غریبان مین آ نکلتی ہے
ہماری خاک سے بچکر صبا نکلتی ہے

قضا اب آئیگی کس بھیس مین خدا جانے
وہان تو روز نئی اک ادا نکلتی ہے

کسیکو دیکھ کے آنکھین چُراتے ہین احباب
کسیکو دیکھ کے منھ سے دعا نکلتی ہے

جگر کی پھانس ہے کمبخت دلکی حسرت بھی
نکالنے سے کہین یہ بلا نکلتی ہے

ملے جو حشر مین پہلے ہی مجکو دی دھمکی
یہ دیکھنا ہے کہ کسکی خطا نکلتی ہے

تمھاری چال سے کچھ دبکے فتنے حشر کے ہین
تمھارے قد سے قیامت فنا نکلتی ہے

کل آکے ملنے کی تقریب دل کا لینا تھا
اب آج وجہ ملاقات کیا نکلتی ہے

خدا بھی تو نہین سُنتا شب فراق افسوس
جو مُنھ سے پچھلے پہر کو دعا نکلتی ہے

یہان تو جان ہے لب پر وہان یہ ضد ہے حفیظ
کچھ اور صبر کرو جان کیا نکلتی ہے

وصل کے عیش مین تھوڑی سی لو وا رکھی ہے
قید اچھی مرے ساقی نے لگا رکھی ہے

جان لینے کی نرالی یہ ادا رکھی ہے
وہ ذرا ال کے کھنچے اور قضا رکھی ہے

مری تربت بھی ذرا دیکھ کے اے ابر کرم
یاس و حسرت نے بہت خاک اُڑا رکھی ہے

میرے دل پر بھی کوئی تیز نظر اے ساقی
تند مے کسکے لیے تو نے اُٹھا رکھی ہے

محفل غیر مین تم جا کے بہت کھل کھیلے
اب اِن آنکھوں مین کہین شرم و حیا رکھی ہے

حال دل مجھ سے کبھی آ کے وہ پوچھین شاید
اِس لیے چھوٹی سی اک قبر بنا رکھی ہے

جب سے ہے دونون کی کشش ایک ہی مرکز کی طرف
بات کیون شیخ و برہمن نے بڑھا رکھی ہے

مرنیوالون کو جھلک اپنی دکھا جاتے ہین
ہائے کس ظلم کے پردے مین وفا رکھی ہے

میری جانب نگہ گرم سے کیون دیکھتے ہو
آج کچھ غیر نے کیا آگ لگا رکھی ہے

کہے دیتی ہے یہ محفل مین کسی کی چتون
جس سے آج آنکھ ملی اسکی قضا رکھی ہے

چشم ساقی کے نظارے سے ہوا دل کو سرور
بھر کے ساغر مین مے ہوشربا رکھی ہے

تاب کرنے پر آنکھین جو دکھاتے ہو کہو
آگ یہ کس نے کلیجے مین لگا رکھی ہے

نہین معلوم کدھر آنکھ ہے ساقی کی پھری
آج مستون نے بڑی دھوم مچا رکھی ہے

تھوڑی پیکر نہ بھر گئی مری نیت ساقی
وہ بھی دیدے جو صراحی مین لگا رکھی ہے

سب سے ہے آج نرالا یہ ترا رنگ حفیظ
تو نے ترکیب غزل سب سے جدا رکھی ہے

ازل سے جو مری آنکھوں مین تھے سمائے ہوئے
وہی ہین عرصۂ محشر مین آج چھائے ہوئے

سر مزار وہ کہتے ہین ہاتھ اُٹھائے ہوئے
عدم مین چین اڑالے مرے ستائے ہوئے

چلو نہ گور غریبان مین سر جھکائے ہوئے
حیا سے گڑ گئے پھر خاک مین ملائے ہوئے

کسی کے نقشِ قدم کے ہین گل کھلائے ہوئے
یہ پھول طرفہ سرِ قبر ہین چڑھائے ہوئے

عدو کا آج جنازہ ادھر سے نکلے گا
سنبھل کے بیٹھیے چلمن ذرا اُٹھائے ہوئے

برا ہو دل کا یہ سُننا پڑا کہین جا کر
اُنھین اُٹھاؤ جو آئے ہین بے بُلائے ہوئے

فروغ داغ محبت کو تھا جوانی تک
کنول ہوائے سحر مین ہین جھلملائے ہوئے

زمین شق ہو کہین آسمان ٹوٹ پڑے
پناہ مانگ رہے ہین ترے ستائے ہوئے

یہ کیا کہا کہ محبت کا امتحان کر لو
مجھی کو دیتے ہو فقرے مرے بتائے ہوئے

بہت ہے بہرِ نجات اتنی پی بھی لے زاہد
ترے لیے ہین صراحی مین ہم لگائے ہوئے

جبین کے حُسن سے افشان کی لٹ چمکی ہے
دماغ کیون نہ کرین اُنکے سر چڑھائے ہوئے

مزار کانپ گیا رو کے جب کسی نے کہا
یہ اپنے تھے مگر افسوس اب پرائے ہوئے

سمندِ عمر کسی کے نہین ہے قابو کا
گرے وہ آج جو تیزی تھے کل چلائے ہوئے

دل و جگر بھی تو اب دم اسی کا بھرتے ہین
خدا کی شان جو اپنے تھے وہ پرائے ہوئے

یہی تو وقت ہے جھک کے سلام کرنیکا
کسی کے گھر سے وہ نکلے ہین منھ چھپائے ہوئے

فریب طرفہ ہے رکھ لینا ہاتھ چھاتی پر
جتا رہے ہین کہ ہم بھی ہین چوٹ کھائے ہوئے

بسی ہے بوئے محبت سے قبر کی مٹی
ارے یہ پھول ہین کس ہاتھ کے چڑھائے ہوئے

حفیظ حشر مین عذرِ گناہ لازم ہے
بڑے کریم کی سرکار مین ہین آئے ہوئے

برسات مین بھی زاہد انکار شغل مے سے
اے خشک مغز اب بھی پرہیز ایسی شے سے

ہم بھی تو اِس چمن مین دم بھر رہے ہین اُسکا
گاتی ہے راگ جسکا بلبل ہزار نے سے

ذرون مین کیا جھلک ہے پھولون مین کیا مہک ہے
ظاہر ہے رنگ جلوہ تیرا اک ایک شے سے

اپنی حماقتون سے باز آئیگا نہ ہرگز
دنیا کے ساتھ ہوگی کُرو زِ فکرِ عقبےٰ

مضمون بستہ قصداً باندھیگا کون شاعر
چاہت کا یہ مزہ کب آئیگا بعد میرے

پہلو سے دلکو کھوکر یون ہاتھ مل رہا ہون
ناداں کی گرہ مین جبتک ہین چار پیسے

پرہیز میکدے مین کبتک نبھیگا مے سے
ہوتی کراہیت ہے ہر آدمی کو تے سے

مانا کہ ہُن رہینگے ڈھونڈھے سے ایسے ویسے
پچھتاے کوئی احمق دولت لُٹا کے جیسے

مین نے حفیظ دیکھی آنکھین امیر کی ہین
شاعر مری نظر مین جچتے ہین ایسے ویسے

دیتے نہین زبان کہ وعدہ کہین جسے
وہ روے بے نقاب کہ جلوا کہین جسے

ارمان کی خلش نہ وہ حسرت کی چھیڑ چھاڑ
پھر کیا ہے زندگی کا سہارا کہین جسے

ایسا ہے کچھ محبت و دل کا معاملہ
دیکھین نہ اہل دید تماشا کہین جسے

کیا کیا بڑھیگی دل کی ابھی قدر و منزلت
کیا رہ گیا ہے دلمین تمنا کہین جسے

انبار لے چلا ہون گناہون کا اپنے ساتھ
اُمڈے ہوے خیال کا دریا کہین جسے

بیباکیون سے عار ہی شوخیون سے ننگ
اُسکے نرے ہے نصیب وہ اپنا کہین جسے

یون گرد سرد باغ مین پھولے ہوے ہین پھول
عقبیٰ کی باز پرس ہے دنیا کہین جسے

آثار اپنی وحشت دل کے کہان نہین
اتنا نہ منھ چھپاؤ کہ پردا کہین جسے

پرتو ترے جمال کا کیا دیکھتے پھرین
مست بہار ساغر و مینا کہین جسے

صورت کے ساتھ چاہیے سیرت کا بھی لحاظ
زندان بھی وہ ملا ہے کہ صحرا کہین جسے

وہ دل کسی حسین کی آنکھون مین کیا سمائے
اُسکی ہمین تلاش ہے بچھا کہین جسے

وہ کام کیجیے کہ سب اچھا کہین جسے

ہم خود ہی اپنی جان کا کانٹا کہین جسے

معنی بلند ہو مگر آشنا نہ اے حفیظ
وہ بھی ہے کوئی شعر معما کہین جسے

بے حس ہوئے ہین کوچہ قاتل کے سامنے
بیٹھے ہین پانون توڑ کے منزل کے سامنے

دشواریان جہان کی آسان ہوگیین
مشکل نہین کوئی مری مشکل کے سامنے

بالین پر آئے وہ تو ہوا خاتمہ مرا
کشتی تباہ ہوگئی ساحل کے سامنے

رفعت سے بیخودی مین تو پستی ہے ہوش مین
منزل سے دور ہون کبھی منزل کے سامنے

کیا دل سے دل کو راہ کہ لیلی ہے بیخبر
مجنون کھڑا ہے پردہ محمل کے سامنے

افسردگی کا ہائے رے عالم شب فراق
جلتا نہین چراغ بجھے دل کے سامنے

اپنا اُٹھا نہ ہاتھ جو پہلے سوال سے
نیچی نگاہ ہوگئی سائل کے سامنے

رونق بہشت کی ہو کہ ہنگامہ حشر کا
سب رنگ ہیچ ہین تری محفل کے سامنے

کشتون کی اُسنے سیر ہی دیکھی نہ اے حفیظ
کچھ لوٹنے کا لطف تھا قاتل کے سامنے

ابھی سے صاف تم کہدو وہ کہنا ہم نہ مانینگے
کیا جو وقت پر کچھ عذر بیجا ہم نہ مانین گے

کسی کی چشم ظاہر مین وہ جلوہ کیا سمائیگا
ہوا ہے دیکھنے والون کو دھوکا ہم نہ مانین گے

ہمین تک بیوفائی ہے ہمین تک کج ادائی ہے
اُٹھا ہے پھر کوئی یہ ناز بیجا ہم نہ مانین گے

محبت ہے یہ فعل اختیاری تو نہین ناصح
کوئی خود روگ پالے اپنے جی کا ہم نہ مانین گے

بہار گل ہو پہلو مین کوئی غارتگر دین ہو
پھر ایسے مین لحاظ زہد و تقوا ہم نہ مانین گے

ابھی جس طرح چاہو تم دکھا لو دیکھ لو دل کو
نکالو گے جو پھر کوئی بکھیڑا ہم نہ مانین گے

بہت دیکھے ہوے قول و قسم ہین حسن والون کے
بناے کوئی ان جھوٹون کو سچا ہم نہ مانین گے

محبت مین خلش رشک عدو کی مٹ نہین سکتی
نکل جائے کلیجے سے یہ کانٹا ہم نہ مانین گے

مسخر خوبیون سے کرلیا اُسنے خدائی کو
کسیکو مان لے یون اک زمانا ہم نہ مانین گے

نقاب اُسنے جو اُلٹی شوخیون کا یہ کرشمہ تھا
ترا دخل اِسمین آہِ نارسا تھا ہم نہ مانین گے

خدا جسکو سمجھ دے کیون بنے وہ عقل کا دشمن
خلاف فہم و فطرت کوئی دعوا ہم نہ مانین گے

ادھر دیکھو گیا وہ وقت اب آنکھین چُرانے کا
تمھین ہو ہان تمھین جان تمنا ہم نہ مانین گے

حفیظ اشعار وہ مین جس سے ہون جذبات دل ظاہر
مثل تشبیہ مضمون استعارا ہم نہ مانین گے

ہو نہ ایسے مین سے ہوش ربا کیا کہیے
ہائے ساون کی یہ گھنگھور گھٹا کیا کہیے

یون تو کہنے کو سراپا ہون گلا کیا کہیے
کہتے بنتا نہین کچھ پاس وفا کیا کہیے

انکو تنہا کبھی پاتی ہے جب آتے جاتے
پھر جو اٹھکھیلیان کرتی ہے صبا کیا کہیے

عالم یاس مین کیا کچھ نہین کرتا انسان
آج گھبرا کے جو مانگی ہے دعا کیا کہیے

جب سے ہے دور ترے حُسن کا او بانی ظلم
کس مصیبت مین ہین ارباب وفا کیا کہیے

دلمین جمتی نہین ترغیب جنان اے واعظ
ٹھنڈی ٹھنڈی کسی کوچے کی ہوا کیا کہیے

یہ بھی ہے شرم وہ احسان عیادت نکرین
دم بھی ہوتا نہین قالب سے جُدا کیا کہیے

کوئی محشر کی بھری بزم مین نادم ہوگا
مجمع عام ہے اے یار خدا کیا کہیے

دل گرفتون کی تسلی نہین ہوتی تو حفیظ
یہ سمجھتے ہی نہین ہین شعرا کیا کہیے

دشمن جان ہے تری کون ادا کیا کہیے
سیکڑون دن ہین ملتی سے تمنا کیا کہیے

صبحدم باغ مین پھولون کی فضا کیا کہیے
کون اس رنگ مین ہے جلوہ نما کیا کہیے

ہر طرف خاک اُڑاتی ہے صبا کیا کہیے
بیکسی حالِ مزارِ غربا کیا کہیے

خون گھٹ گھٹ کے ہوئی دلمین تمنا دلکی
بے کہے آپ تو ہوتے ہین خفا کیا کہیے

ہمین سب کچھ تھے مگر کچھ نہ خبر تھی ہم کو
وہم ہی وہم تھا ہستی کے سوا کیا کہیے

جامہ زیبی مری آنکھون مین کھُبی ہی کسکی
کتنی بے ڈول ہی پھولون کی قبا کیا کہیے

بات پردے کی ہے پردے ہی مین ہنے دو اسے
منع کرتی ہے اُن آنکھون کی حیا کیا کہیے

دیر مین کسکی پرستش ہے حرم ہے یہ کون
کچھ سمجھ مین نہین آتا بخدا کیا کہیے

چاک ہو دل تو ابھی شوق کا دفتر کھلجائے
اِک زبان سیکڑون ارمان ہین کیا کیا کہیے

آنکھ کہتی ہے بتون مین ہے اُسیکا جلوہ
دل یہ کہتا ہے کہ پتھر کو خدا کیا کہیے

ہو بھی کچھ راز محبت کے علاوہ دلمین
کوئی پوچھے تو خموشی کے سوا کیا کہیے

کاش اُسکو بھی مرے ہاتھ اُٹھانے کی ہو شرم
پانی پانی ہوئی جاتی ہے دعا کیا کہیے

آدمی کے لیے رحمت کا سہارا ہے بہت
ہوتی آئی ہے فرشتون سے خطا کیا کہیے

نامزد آپکے سب چاہنے والون مین حفیظ
اسکو اچھا جو نہ کہیے تو بُرا کیا کہیے

پہلے مجھے لگا کے کوئی وار دیکھیے
پھر بازوؤن کو دیکھ کے تلوار دیکھیے

اُن کو گلے لگا کے یہ چپ کے سُنا کیے
پژمردہ ہو رہا ہے مرا ہار دیکھیے

یہ مختصر جواب مِلا خطِ شوق کا
اتنا کہان دماغ کہ طومار دیکھیے

سُننا یہ اُسکی شانِ کرم سے بعید ہے
دوزخ مین جا رہے ہین گنہگار دیکھیے

پیدا ہماری عرض نے کی دلمین گدگدی
وہ آچلا زبان پہ اقرار دیکھیے

ہوتا ہے ایک عمر کی حسرت کا خاتمہ
دم توڑتا ہے آپ کا بیمار دیکھیے

مجھ سے نہ میرے شوق شہادت کو پوچھیے
کاٹھی سے اُبلی پڑتی ہے تلوار دیکھیے

وہ اپنے سامنے ہین مگر پھر حجاب ہے
حیرت بنی ہے بیچ مین دیوار دیکھیے

ہو اک نظر ادھر بھی کریمی کا واسطہ
نادم ہین منفعل ہین گنہ گار دیکھیے

وعدہ ابھی کیا تھا ابھی کھائی تھی قسم
پھر آگیا زبان پر انکار دیکھیے

گاہک تھے جب حسین وہ دن اور تھے **حفیظ**
اِس دل کا کون اب ہو خریدار دیکھیے

کون بناوٹ سے سر قبر ہو گریان کوئی
جھوٹ کا آکے جتاے نہ اب احسان کوئی

بیکسی ایک ترے دم کا سہارا ہی مجھے
اور ہوگا نہ شریک شب ہجران کوئی

سر اُٹھانے نہین دیتا ہے ترا بار کرم
اسقدر بھی نہ ہو شرمندۂ احسان کوئی

تنکے چننا ہے نشیمن کے لیے فعل عبث
جب خزان سے نہین محفوظ گلستان کوئی

نارسائی کا بُرا ہو وہ خبر تک نہ ہوا
رات کی رات تھا منت کش دربان کوئی

لیکے دل چاک کیا اور یہ شوخی سے کہا
مجھکو اسمین نظر آتا نہین ارمان کوئی

دادِ محشر سے انصاف کی امید عبث
دیکھ سکتا نہین اُس بُت کو پشیمان کوئی

وائے بربادیِ دل کہ گئی آج آکے امید
اس خرابی مین ابے خاک ہو مہمان کوئی

دیکھنا تنگ نہ لائین یہ لہو کی چھینٹین
میرے قاتل کہین پکڑے نہ گریبان کوئی

کیون پشیمان ہو لپٹ جاؤ مرے سینے سے
دیکھ سکتا ہے تمھین سر بگریبان کوئی

واہ کیا چیز ہے یہ مشرب رندانہ **حفیظ**
کوئی ہندو مجھے کہتا ہے مسلمان کوئی

ساقی کہین برس کے یہ بادل نکل نہ جائے
صہ فہی کیون خدا کیلیے دو چل نہ جائے

زاہد کو باز پرس کا کھٹکا ہمین یہ فکر
وعدہ کسی کا روز قیامت بھی ٹل نہ جائے

صبحِ شبِ وصال نہ آئینہ دیکھیے
چہرے پر آنکھ پڑتے ہی چتون بدل نہ جائے

درپردہ یہ جواب ہے عرضِ وصال کا
گستاخ ہوکے شمع سے پروانہ جل نہ جائے

اے موت انکے بھیس مین آئی ہو تم کہان
ہنگام جان کنی کوئی حسرت مچل نہ جائے

دنیا سے اُس غریب کی اُفتاد ہے جدا
گر کر کسی نگاہ سے جو پھر سنبھل نہ جائے

اِس ضد کے اِس مزاج کے قربان جائیے
ہم جی سے جائین آپکی چتون کا بل نہ جائے

اے تیغ ناز دل ہی کے پہلو مین ہے جگر
اوچھا سا اِس طرف بھی کوئی وار چل نہ جائے

ملتا ہے کون آکے تری جلوہ گاہ سے
مانند طور دل کو جو جلنا ہو جل نہ جائے

او شرم والے گورِ غریبان مین آنکھ اُٹھا
مردون پہ تیر ترچھی نگاہون کا چل نہ جائے

اچھا سخن بھی یاد [illegible] ہے اے حفیظ
پژمردہ [illegible] تیری ہی غزل نہ جائے

سیدھے جو ہون وہ بل مری قسمت کا نکل جائے
آجائین عیادت کو تو آئی ہوئی ٹل جائے

ہنس ہنس کے وہ محفل مین کرین پیار کی باتین
کمبخت عدو رشک سے جلتا ہے تو جل جائے

اِس لغزشِ مستانہ کے صدقے مرے ساقی
اب چلتے چلاتے کوئی دَور اور بھی چل جائے

رندون کی مذمت نکر اس جوش مین واعظ
ایسا نہو دستار کہین سر سے اُچھل جائے

نعرہ نہ انا الحق کا کبھی آئے گا لب تک
اپنا وہ نہین ظرف جو تھوڑی مین اُبل جائے

مستی مین جو وہ آنکھ جھکی پڑتی ہے دل پر
اے رشک کہین شیشہ و ساغر مین چل جائے

مجنون نے محبت مین کیا کیا ہے بتادو
سچ کہتے ہین جس شخص کا کچھ نام نکل جائے

تم دستِ تسلی مرے سینے سے اُٹھا لو
اب دل وہ نہین ہے جو تھمانے سے سنبھل جائے

کچھ آمد و آورد حفیظ آپ نہ دیکھیں
مضموں ہو وہی فکر کے سانچے میں جو ڈھل جائے

ہم وہی آپ وہی لطف ملاقات وہی
صاف ہو جائیے اب سے بھی تو ہے بات وہی

انقلابات جہان سے ہمیں کچھ ہو گئے اور
دن وہی شام وہی صبح وہی رات وہی

پیکے ہر شب جو صبوحی کو اٹھا رکھتے ہیں کچھ
اس خرابات میں ہیں تنخوش اوقات وہی

پختہ کاروں کی طبیعت بھی بدلتی ہے کہیں
جب ملے ان سے رہا رنگ ملاقات وہی

بھول سکتا ہے شب وصل کا آنکھوں کو سمان
زندگی بھر میں ملی تھی ہمیں اک رات وہی

ساکن دیر و حرم کی ہیں اُسی سے باتیں
دونوں گھر والوں کی سنتا ہے مناجات وہی

پی کے پہونچے ہیں سر عرش جناب زاہد
میکدے میں بھی ہے تھا را کرامات وہی

دست ساقی سے صراحی جو ابھی ٹوٹ گئی
میرے حصے کی تھی اے پیر خرابات وہی

ہمنے کیا پہلے پہل نذر دیا دل تم کو
اب تو ہر سو سے چلی آتی ہے سوغات وہی

غیر غیبت مری کرتے ہیں تو کرنے دو حفیظ
اپنے احسان کی شاید ہو مکافات وہی

ناز غمزے میں تو شوخی میں حیا ہوتی ہے
طرفہ ان حسن کے تیوروں میں ادا ہوتی ہے

ابتدا ہی میں تری چاہ بلا ہوتی ہے
یہ بلا کیا کہوں بڑھتی ہے تو کیا ہوتی ہے

تیرے [illegible] میں پھرتے ہیں اپنے صحرا دیکھے
انہیں وہ آنکھ کہاں جس میں حیا ہوتی ہے

فیض ساقی سے کوئی بزم میں محروم نہیں
ہر طرف وہ نگہ ہوش ربا ہوتی ہے

چارہ گر جان سے پیارا ہے ہمیں درد جگر
ہم مرے جاتے ہیں جس دن یہ دوا ہوتی ہے

چوم کر دست حنائی یہ شب وصل سنا
ہائے مٹی مرے ہاتھوں کی حنا ہوتی ہے

موت ہے حد سے محبت کا گذر جانا بھی
اب تسلی سے تڑپ دل کی سوا ہوتی ہے

حسن کی دیکھیے آغاز جوانی مین بہار
جوش گل تاب چمنستان سے فضا ہوتی ہے

مارنا اور جلانا ہے کسی اور کے ہاتھ
کیا تماشا ہے کہ بد نام قضا ہوتی ہے

بخشدیتے ہین محبت کے گنہگارون کو
عفو فرمائیے اب مجھ سے خطا ہوتی ہے

رک گئے وہ دم رخصت جو کہا مین نے حفیظ
جان مشکل سے مری جان جدا ہوتی ہے

دیر و کعبہ کیطرف میکدے والے نہ گئے
وہ ہٹے آپ سے باہر جو سنبھالے نہ گئے

بارہا چھوڑ دیا پھانس کے صیادون نے
ہاے کیا مرغ جنون ہم تھے کہ پالے نہ گئے

خاک بخشش ہوئی پھر ہم سے سیہ کارون کی
ساتھ جنت مین جو یہ گیسوؤن والے نہ گئے

آخر اُس راہ سے تابوت تو گذرا تھا مرا
ناوک انداز سے دو تیر بھی ڈالے نہ گئے

صحبتِ وعظ وہ بے رنگ رہی ہے اکثر
چھلکے دو چار جہان جھومنے والے نہ گئے

دل بھی بیتاب رہا آنکھ بھی مشتاق رہی
تم سے ارمان کسی کے بھی نکالے نہ گئے

خاکسارون کی قناعت مین کٹی ہے اوقات
محفلِ جم مین یہ مٹی کے پیالے نہ گئے

گھر گئے حشر مین پھر نوک پلک والون مین
تاک مین دل کے کہان برچھیون والے نہ گئے

طرح اچھی تھی مگر کشمکش غم سے حفیظ
فکرِ کامل نہ ہوئی شعر نکالے نہ گئے

روح بھی مجھ رند مے آشام کی
پھر رہی ہے ہو کے گردش جام کی

دے کے دل سو جرم مین ہون ترکب
حد محبت مین نہین الزام کی

دل جلا جاتا ہے ذکر طور پر
سیر دیکھی ہے کسی کے بام کی

دیکھنا ہے جلوہ کو نین اگر | پی لے اے زاہد ہمارے جام کی
ڈوب مرنا تم نہیں آج اے حرص مے | شرم رکھ لے جامۂ احرام کی
ہم جواب خط سے مالا مال ادھر | دھن ادھر قاصد کو بھی انعام کی
مر کے چھاتی پر رہا سنگِ لحد | یہ ہوس غافل تھی اے نام کی
مجکو نالان دیکھ کر کہنے لگے | سچ ہے عادت ہو جسے جس کام کی
رہنمائے ہوش ہے آغاز دور | سوجھتی ہے پیتے ہی انجام کی
میکدے والو نہیں ہو اتنی تو ساکھ | مُہر ہر خم پر ہے میرے نام کی

پیر ہو کر بھی سیہ کاری حفیظ
صبح میں بھی تیرگی ہے شام کی

او وعدہ فراموش یہ بیداد نہیں ہے | ہر عہد کو کہنا کہ ہمیں یاد نہیں ہے
سو آنکھ سے نظارۂ گل چاہیے بلبل | یہ وقت غنیمت ہے کہ صیاد نہیں ہے
جو شعر ہے دیوان میں ہے لخت دل اپنا | وہ کون ہے پیاری جسے اولاد نہیں ہے
کچھ ہوش سے اونچا تو نہیں بام کسی کا | اتنی بھی رسا کیا مری فریاد نہیں ہے
کہتے ہیں جو پتھر کی لکیر اس کو سمجھیے | اے بندہ نواز آپکا ارشاد نہیں ہے
تم اپنی جفا اور مرے ضبط کو دیکھو | لب پر کبھی نالہ کبھی فریاد نہیں ہے
یوں کہہ کے ابھارا ہے انھیں قتل پر اپنے | آجائے جسے رحم وہ جلاد نہیں ہے
اک دشمن جان کے کرم عام نے مارا | اس رشک سے بڑھ کر کوئی بیداد نہیں ہے

للہ حفیظ آپ ما احوال نہ پوچھیں
اب قابل اظہار یہ روداد نہیں ہے

پردۂ انکار مین اقرار رہنے دیجیے
زیر لب کچھ کچھ تبسم یار رہنے دیجیے

وہ تو کیا - خط دیکھتے ہی نامہ بر کہنے لگا
آپ اپنے پاس یہ طومار رہنے دیجیے

توڑنا اچھا نہین امیدوارون کی امید
بہر تسکین وعدۂ دیدار رہنے دیجیے

بام پر سونا اگر ہے پاسبانون کے عوض
نالہ کش مجھکو پس دیوار رہنے دیجیے

سادگی پر مرنے والے یہ ادا بھی دیکھ لین
دست نازک مین ابھی تلوار رہنے دیجیے

جس سے دل میرا پسے وہ چال چلیے شوق سے
جس سے ہنگامہ ہو وہ رفتار رہنے دیجیے

جام ہونٹون سے لگا کر ہنسکے ساقی نے کہا
چپکے سے پی لیجیے انکار رہنے دیجیے

کیجیے آرام اچھا آپ ہی سچے سہی
بولتی ہے رات اب تکرار رہنے دیجیے

اس بھری برسات مین توبہ کی کیا سوجھی حفیظ
جوش پر رحمت ہے استغفار رہنے دیجیے

کلیجے سے لگا رکھنے کی شے داغ جوانی ہے
جو دولت جا چکی ہاتھون سے یہ اسکی نشانی ہے

کہان جمگھٹ حسینون کا کہان وہ بزم مینوشی
مرا عیش گزشتہ اب فسانہ ہے کہانی ہے

دبے پانون چلین وہ خوف رسوائی سے اے توبہ
امنگون پر طبیعت ہے ابھی اٹھتی جوانی ہے

برا ہوتا ہے ہاتھون سے طبیعت کا نکل جانا
کسی پر دل کا آجانا بھی مرگ ناگہانی ہے

اسیرون کی خبر رکھتا نہین صیاد بے پروا
قفس مین گھٹ کے مرتے ہین نہ دانہ ہے نہ پانی ہے

سمجھ کے دل مین وہ کیا جانے کیا شرمائے جاتے ہین
جو مین نے کہہ دیا کیا چیز یہ حسن جوانی ہے

حفیظ اپنی تباہی کا سبب کہیے تو کیا کہیے
ہمارے حال پر اک مہربان کی مہربانی ہے

ہوا ہے ابر ہے برسات ہے پانی برستا ہے
کسی سے ملنے کو ایسے مین کیا کیا جی ترستا ہے

نزول جا بے رحمت سے زمین میکدہ شاید
جدھر سے ابر اٹھتا ہے یہین آکر برستا ہے

فرشتون کی نظر پڑتی ہے میخانے کی رونق پر
خدا جانے کہان کا ان مین پر مین برستا ہے

عدم کے راہ رو بیکس مسافر کا خدا حافظ
بڑی کاوِ اک منزل ہی پڑا بیٹھا وہ رستا ہے

اثر سے اسکے ہین محفوظ دشمن یہ نہ کہیے گا
مرا نالہ تو وہ ہے آسمان کا منھ جھلستا ہے

نظامِ عالمِ امکان سمجھ مین آ نہین سکتا
کہین بستی اجڑتی ہے کہین ویرانہ بستا ہے

غضب سے ڈر رہے ہین وہ پر رحمت کے پیتے ہین
ادھر بجلی برستی ہے ادھر واعظ برستا ہے

اسی کا نام ہے کیا اہتمامِ بزم اے ساقی
کوئی بدمست ہے پی کر کوئی بیٹھا ترستا ہے

نہین آتی ہین باتین یاد آغازِ محبت کی
کہین کوئی کسی پر بھی اگر آوازے کستا ہے

لیا ہے اک نظر پر دل مگر یہ کہتے جاتے ہین
کہ اس قیمت پر اچھا ہے نہ مہنگا ہے نہ سستا ہے

نکیے جاتے ہین تو یہ سے تصدق اسکی رحمت کے
چھپا کر تھوڑی پی لیتے ہین جب پانی برستا ہے

یہاں کرم حفیظ آخر کہان یہ آج آ نکلے
ادھر ہے راہ مسجد کی وہ میخانے کا رستا ہے

ہزارون کو یون ہی بے جرم انھون نے مار ڈالا ہے
مگر کافر حسینون ہی کا پھر بھی بول بالا ہے

خرابی اسکی ہے میری طرح جو پینے والا ہے
یہی جو قحط مُو ہے ایک دن اپنا دوالا ہے

بتا دے اے فلک تجھکو قسم افتادِ عالم کی
کسی گرتے ہوئے کو بھی کبھی تو نے سنبھالا ہے

یگانے کہ رہا ہے حسن اعضا کے تناسب کا
کہ سانچے مین تجھے صورت گرِ قدرت نے ڈھالا ہے

کوئی آسان ہے عقبیٰ بنانا آکے دنیا مین
کسی سے جو نہ اٹھا وہ مُوے سر بوجھ ڈالا ہے

اسی سے جان لو ناگ چمن باد بہا ہی سے
جنگیر ہی گلفروشون کی بنا ایک ایک نکالا ہے

آ خدا کی خدائی سے ہین رندان خرابی

چلو دیکھیں حفیظ مست کا شاید پیالا ہے

گذرگاہ لیلی اُسے ہر گلی ہے　　وہی خاک مجنون نے منہ پر ملی ہے

وہ خُلق سراپا وہ حُسنِ مجسم　　جو صورت ہے اچھی تو سیرت بھلی ہے

خدائی کا مطلوب طالب خدا کا　　علی ہے علی ہے علی ہے علی ہے

تری ذات کے کنہ کو۔ کون پہنچا　　یہ سرِ خفی اپنے دل پر جلی ہے

نشیمن کے تنکون کا اللہ حافظ　　شجر اُڑ گئے ہین جب آندھی چلی ہے

چُھری یاس کی تیز ہے آج اُس پر　　مرا خون پی کر جو حسرت پلی ہے

ترا دل مرے دل کا ہمرنگ کیا ہو　　وہ شاداب غنچہ یہ سوکھی کلی ہے

ہوا ہے جو سوزِ محبت کا دعوی　　مری طرح یہ شمع کس دن جلی ہے

تماشا ہے تاثیرِ مے کی دورنگی　　بُرون مین بُری ہی بھلو مین بھلی ہے

ہوئی جلوہ حُسن کی تاب کس کو　　پتنگے جلے شمع جب تک جلی ہے

حفیظ آگیا محتسب چھپ کے شاید
جو میخانے مین یہ مچی کھلبلی ہے

ازل سے چشم و دل مین بادۂ عرفان کی مستی ہے　　ہماری مے پرستی کی حقیقت حق پرستی ہے

طلسمِ طرفہ اے ساقی ہمارے مے پرستی ہے　　پری ہے بند شیشے مین کہ آنکھون مین یہ مستی ہے

فروغِ دین و دنیا تیرے متوالون کی مستی ہے　　چراغِ راہ عقبیٰ ہے یہ شمعِ بزم ہستی ہے

خزان کا دور موسم کا تغیر دیکھ او غافل　　یہ دولت کی حقیقت ہے زمانے کی یہ ہستی ہے

اُسی جلوے کا پرتو ہے بہارِ حُسنِ خوبان بھی　　مری شاہد پرستی در حقیقت حق پرستی ہے

کہان وہ جشنِ جمشیدی کہان ضحاک کی سطوت　　جہان ذکر اُنکا آیا تا ہر اک عبرت پرستی ہے

عجب توبہ شکن ہے یہ زمانہ موسم گل کا
نظر جس سمت اٹھا کر دیکھیے مستی برستی ہے

پہونچ سکتی نہین فریاد اپنی گوش جانان تک
یہ قسمت کی ہے کوتاہی مقدر کی یہ پستی ہے

کہان تھے رات صورت دیکھیے تو آئینہ لیکر
نہ وہ شرمیلی چتون ہے نہ وہ آنکھون کی مستی ہے

خریدار اک خدائی ہو رہی ہے حسن والون کی
بکے جو آگے مولون بھی جنس حسن سستی ہے

حفیظ استاد کا یہ قول آب زر سے لکھ رکھو
بلندی کو بلندی جاننا ہمت کی پستی ہے

کوئی پوچھے مرے دل سے یہ کیا شیخ جانی مستی ہے
اسی مستی سے نیرنگ بہار باغ ہستی ہے

یہ صحبت میکشون کی ہے نہ ذوق مے پرستی ہے
بنایا جس نے متوالا وہ ان آنکھون کی مستی ہے

فنا فی اللہ ہو کر دیکھ کیا اسرار ہستی ہے
یہ ہستی نیستی ہے نیستی جو ہے وہ ہستی ہے

خودی بیخودی ہے فاقہ مستی اپنی مستی ہے
نہ منت مے فروشون کی نہ فکر تنگدستی ہے

کھلا کرتا ہے روز اک تازہ داغ آرزو دل مین
وہ گھر گلزار ہے تیری محبت جس مین بستی ہے

نہ مجھکو جان کی پروا نہ ان کو فکر رسوائی
جوانی کا یہ نشہ ہے محبت کی یہ مستی ہے

خودی جس دل مین ہو یاد خدا اسمین کہان ملتی
جسے تو شرک کہتا ہے وہ تیری خود پرستی ہے

جہان تک ہو ترقی دے کمال خاکساری کو
فلک جسکو مٹا سکتا نہین وہ اوج پستی ہے

اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگا نشان گور غریبی کا
ہماری قبر پر بے انتہا حسرت برستی ہے

دھوان اٹھا چمن مین کہ رہا ہے یہ قیاس اپنا
جلا کر آشیان بلبل خزان کا منہ جھلستی ہے

سنا کر آئیے سنکر حفیظ اس شوخ کا کہنا
تمہین بستا نہ جس دل مین اب یہی دل کی بستی ہے

چمن مین سے اے صبا جا کر یہ کہنا ہم نشینون سے
یہ بے پروائیان لازم نہین تازہ اسیرون سے

بہت ممنون ہوں اے بیکسی مرگ غریبی کا
لحد پر فاتحہ پڑھوا دیا اسنے راہ گیرون سے

قلم کیا پھیرتا ہے پڑھ کے وہ مضمون شوق اپنا
لکھا تقدیر کا ظالم مٹاتا ہے لکیرون سے

بچا کر آنکھ میری سوے دشمن دیکھتے جانا
بہت اچھا مرا دل کیجیے غربال تیرون سے

کھرا ہے تیلیون کا جال اور اُسمین ہو کیا رکھا
جو سچ پوچھو تو یہ وہ نوک قفس کی ہی اسیرون سے

کہین کیا اُسکے منہ سے جو سُنا ہی آج یہ کہکر
لُٹا کر حُسن کی دولت جا ئین لو فقیرون سے

ادا ہے ناز ہے انداز ہے عشوہ ہے غمزہ ہے
جوانی نے ملایا ہے انھین تازہ مشیرون سے

نشیمن یاد آیا تو پھڑک کر جان دیدین گے
رہائی کا نہ چھیڑے تذکرہ کوئی اسیرون سے

بیان بے ثباتِ گل اک تمہید تھی گویا
بہت کچھ ہمکو کہنا ہی ابھی تو ہمصفیرون سے

گدائی کی حفیظ ایسی کہ شاہی کا شرف پایا
قناعت نے مری تعظیم دلوائی امیرون سے

رات بھر اختر شماری اور ہے
صبح تک یہ بیقراری اور ہے

کچھ نہین فرش زمین پہ بیٹھنا
حضرتِ من خاکساری اور ہے

زینتِ پوشاک مین رکھا ہے کیا
وضعدار و وضعداری اور ہے

بات موسیٰ کی گئی موسیٰ کے ساتھ
گفتگو اُن کی ہماری اور ہے

ختم ہے دو اک نفس مین انتظار
کوئی دم کی دم شماری اور ہے

تا صحِ غمخوار اپنی راہ لے
دل جلون کی دستاری اور ہے

ایک ہم لاکھون طرح کی باز پرس
اپنے سر کی ذمہ داری اور ہے

واہ رے بیتابیِ دل واہ واہ
کہہ گئے وہ بُردباری اور ہے

آنکھ سے حسرت ٹپک اُٹھی حفیظ

بندہ پرور پردہ داری اور ہے

سیہ مستی کا ہے آغاز کالی آنکھ والون سے
چھکا یا ایک عالم کو انھون نے دو پیالون سے

کوئی یہ پوچھ دے مجکو بعد کے سونیوالون سے
تمہارا سابقہ ہے خواب مین کن کن خیالون سے

کسی کا ہائے کہنا تنگ آ کر میرے نالون سے
غضب مین جان ہے اللہ مجھے مرنے والون سے

چمن وحشت سرا ہے صحبت ناجنس کے ہاتھون
جدا کرتا ہون اک اک خار کو چن چن کے چھالون سے

غنیمت وقت ہے ابر سیہ کے یہ اشارے ہین
بھری برسات مین کھل کھیلیے ان لٹ والون سے

جو لے جاتی حرم تک اپنی قسمت رہبر ہو کر
حقیقت کچھ بتون کی پوچھتے اللہ والون سے

خیال زلف مین کسطرح کالی رات کٹتی ہے
کسی دن ہم کہانی کو سنو آشفتہ حالون سے

صدا وحدانیت کی گونجتی پھرتی ہے ہر گھر مین
اذانین مسجدون کی لیتی ہین ٹکر شوالون سے

مناسب ہے کسی دن وہ دو باتین مجھسے کر لینا
کہین محشر مین گھبراؤ نہ تم میرے سوالون سے

بہا رطرفہ قدمون سے لگی ہے تیرے مجنون کے
ہوا ہے دشت بھی گلشن مرے پاؤن کے چھالون سے

یہ سیجا دل کسی کا لوٹتی گردش مقدر کی
کہان جاتی ہے اب تاثیر بچکر میرے نالون سے

اگر ہے فکر تو [illegible] دنیا کے جھگڑون سے
نکلنا سخت مشکل ہے الجھکر ان خیالون سے

پڑا ہوگا کہین وہ خشت خم ہوگا سرہانے
حفیظ مست کا پوچھو پتا میخانے والون سے

ایک نظارے کی حسرت خوب ہے
دور کی صاحب سلامت خوب ہے

آئینہ ہر وقت ہے پیش نظر
سچ ہے منہ دیکھی محبت خوب ہے

حسن سیرت کی وہ لین اور رو دادا
ہم کہین گے حسن صورت خوب ہے

لطف ہی کیا جب مے و مطرب ہو
ایسی محفل سے تو خلوت خوب ہے

میرے خط مین غیر کو لکھا سلام
واہ یہ طرز کتابت خوب ہے
جان و عزت کی اسی مین کچھ ہی خیر
آپ سے ترک محبت خوب ہے
منحصر روز قیامت پر ہے وصل
ایسے وعدے کی یہ مدت خوب ہے

اب ہے توبہ کا خدا حافظ حفیظ
آج چھایا ابر رحمت خوب ہے

حُسن کی خوبی کو شرم و آبرو درکار ہے
گل کی قدر و منزلت کو رنگ و بو درکار ہے
خوبصورت خوب سیرت خوبرو درکار ہے
جو کھبے آنکھو مین وہ روسے نکو درکار ہے
آہ و زاری نیم شب کی صبح صادق کی دعا
خاص ان وقتون مین شرح آرزو درکار ہے
خاک ہو امساک باران مین ہمارے کشتی
کشتیِ مے کے لیے تو آب جو درکار ہے
چار مین اچھا نہین ہے بیٹھکر کھُل کھیلنا
محفلِ دشمن مین حفظ آبرو درکار ہے
مبتلاے حرص دنیا ہین بقدر ظرف سب
اسکو ساغر کی ہوس اُس کو سبو درکار ہے
چھان کر دیر و حرم کی خاک یہ عقدہ کھُلا
دل کے ویرانے مین اُسکی جستجو درکار ہے
چاہیے اظہار شوق دلمین بھی پاس ادب
حُسن و الون سے ملائم گفتگو درکار ہے
جوش مستی مین سنبھلنے کا سہارا چاہیے
فصل گل مین بیعتِ دستِ سبو درکار ہے

روتی ہے شبنم چمن کی بے ثباتی پر حفیظ
تجھ کو اے غافل عبث یہ رنگ و بو درکار ہے

وہ جب ملین گے ہم اُنکو سلام کر لین گے
کبھی تو ہو کے مخاطب کلام کر لین گے
خدا کے واسطے پھینکو لہو بھری تلوار
نہین تو دیکھ کے لوگ اژدحام کر لین گے
کیے پر اپنے وہ پچھتائین گے مگر یہ کب
جب اپنے آپ کو رسواے عام کر لین گے

بہت ہے دیر مین رہ کر یہ احترام حرم
اُدھر بھی دور سے جھک کر سلام کرلین گے

ہم ایسے مست کبھی میکدے سے اُٹھین گے
کہ اپنی عمر کا لبریز جام کرلین گے

گرہ دلون کی کھلین گی بندھیگا عہد وفا
وہ دو بدو جو کسی دن کلام کرلین گے

کرینگے اہل وفا اُس مقام کی تعظیم
جہان جہان ترے وحشی قیام کرلین گے

ملیگا راہ مین کعبے کے بتکدہ جو کوئی
اُدھر بھی ہاتھ اُٹھا کر سلام کرلین گے

یہ قول یاس کا امید التفات سے ہے
سلام جو نہین لیتے کلام کرلین گے

ہمارے خون کا الزام کس کے سر ہوگا
کسی سے آج یہ حجت تمام کرلین گے

تمیز و ظرف اگر ہے تو میکشی ہے مباح
ہم اور بحث حلال و حرام کرلین گے

بہار آنے سے پہلے کشیدہ مے کا حفیظ
ملا جو غیب سے کچھ اہتمام کرلین گے

جفا کی قدر گھٹتی ہے وفا جی سے اُترتی ہے
ہمارے ساتھ دنیا سے محبت کوچ کرتی ہے

عدو کے ہو لیے جب تم ہمارا حال کیون پوچھو
اب اسکا ذکر کیا جو کچھ گذرتی ہے گذرتی ہے

ٹپکتی ہے بناوٹ انکی ہر تحریر سے پھر بھی
کوئی دم خط کے آنے سے طبیعت تو ٹھہرتی ہے

سلیقہ شرط ہے رسم محبت کے برتنے کا
اسی سے نام ہوتا ہے یہی بدنام کرتی ہے

چھڑایا عام مے نوشون کا ساتھ اپنی نفاست نے
یہان کب ایسی ویسی حلق کے نیچے اترتی ہے

دکھاتا ہے طلسم طرفہ ان زلفون کا بھی عالم
بگڑنے پر جو بنتی ہے بکھرنے پر سنورتی ہے

بہت دشوار ہے نو دولتون کا آپ مین رہنا
چڑھی کچھ گھڑے کی جیب تو مشکل سے اترتی ہے

سنایا ہے مجھے یہ بارہا آ سینے پر رکھکر
ارے دیدار کے بھوکے تری نیت بھی بھرتی ہے

حفیظ اللہ پر چھوڑو دوا ے درد دل کبتک

سُنا ہے خود طبیعت بھی مرض کو دفع کرتی ہے

محفل مین جب سے اُنکی نظر سوے غیر ہے
جنت مین اے حفیظ جہنم کی سیر ہے

شہرہ ہے جب سے اس رُخ عالم فریب کا
کعبے کی بھیڑ چھٹ گئی سنسان دیر ہے

کس کس کو ہم بنائین تری دوستی مین دوست
دنیا کو بغض و رشک زمانے کو بیر ہے

ہر پھر کے میکدے ہی مین رہتا ہے محتسب
مسجد کی گشت ہے نہ گذر سوے دیر ہے

بیم و رجا کے پھیر مین کٹتی ہے زندگی
دوزخ کی سیر ہے کبھی جنت کی سیر ہے

اب شرح درد دل کی یہان تاب ہے کسے
کہنا پیامبر کہ بہت حال غیر ہے

تو بہ حفیظ ساقی مہوش کے سامنے
کوئی بھی کہ سکے گا کہ نیت بخیر ہے

داغ دے کر یہ جوانی جائیگی
جان لے کر یہ نشانی جائیگی

کیا کسی کی بھی نہ مانی جائیگی
کیا یون ہی اُٹھتی جوانی جائیگی

التجا سے جب نہ مانی جائیگی
کیا نہ ہوگی کیا نہ ٹھانی جائیگی

ہوتے ہی خلوت یہ ٹھانی جائیگی
جو کہین گے ہم وہ مانی جائیگی

لطف صحبت سے یہان تو ہے غرض
مے نہین تو بھنگ چھانی جائیگی

تیغ ہی کے سر نہین الزام خون
ہاتھ کی مہندی بھی سانی جائیگی

کیون انگوٹھی پر نظر ہے باربار
کیا کسی کو یہ نشانی جائیگی

مُنھ بنا لینے سے ذکر غیر پر
پاکدامانی نہ مانی جائیگی

قحط باران سے بڑا ہے قحط مے
ابر اُٹھتے ہی گرانی جائیگی

اُنکو خود بینی کا لپکا پڑ چلا
دیکھنا اب لن ترانی جائیگی

آئینہ دیکھین تو کہدون کان مین
کسکے بس مین یہ جوانی جائیگی

آپ چھوڑینگے نہ جبتک تاک جھانک
کیا ہماری بدگمانی جائیگی

بیوفا معشوق کرتے ہین کہین
جانے والی ہی جوانی جائیگی

اُنکی ضد سے آن اپنی کم نہین
ہو رہے گی وہ جو ٹھانی جائیگی

پوچھنا یہ پاؤن سے ٹھکراکے سر
کیا نہ اب بھی سرگرانی جائیگی

مرمٹو اے خضر اُن پر ورنہ مفت
یہ حیات جاودانی جائیگی

سرد کر دے گی ہمین دل کی لگی
آگ یہ برسا کے پانی جائیگی

چھپکے اُس محفل مین ہم پہونچے جہان
پاسبان کی پاسبانی جائیگی

ہاے دیوانہ بنا کر پوچھنا
کس گلی کی خاک چھانی جائیگی

لاکھ مٹ جائین مسلمان اے حفیظ
کیا وہ بوے حکمرانی جائیگی

انقلاب زمانہ کیا کہیے
دل ہے غم کا نشانہ کیا کہیے

ہم کہان گوشۂ قفس یہ کہان
کشمکشِ آب و دانہ کیا کہیے

کہنے سُننے سے دوست ہو دشمن
منحرف ہے زمانہ کیا کہیے

کون درپردہ ہے کفیل اپنا
کرم غائبانہ کیا کہیے

ہو رہی ہے بہار صرف خزان
حالتِ آشیانہ کیا کہیے

یاد سب کچھ ہے سرگذشت مگر
آپ اپنا فسانہ کیا کہیے

وہ حسین اب کہان بغل مین حفیظ
غزل عاشقانہ کیا کہیے

آئینہ کیا جانے حسن دلربا کیا چیز ہے
آنکھ والون سے کوئی پوچھے ادا کیا چیز ہے

چومتا ہون دست رنگین لعل لب کو چوم کر
ہون وفور شوق سے بیخود حنا کیا چیز ہے

گوش شنوا ہو تو ہے یہ بوٹی بوٹی کی صدا
دل غنی رکھ ایسے ہوس کیمیا کیا چیز ہے

حُسن آرائش سے بڑھکر ہے یہ حسن سادگی
اُلجھی سُلجھی کاکلون کی بھی ادا کیا چیز ہے

دیکھیے ہر حال مین جنکو مطیع حکم دوست
پوچھیے اُن سے کہ تسلیم و رضا کیا چیز ہے

چشم نرگس دیدۂ آہو کی جب دیکھی ادا
دل پکار اُٹھا اُن آنکھون کی حیا کیا چیز ہے

اس سہانے وقت کی ہو قدردان دنیا مگر
میکشون کے دل سے یہ پوچھو گھٹا کیا چیز ہے

دلمین رکھ سکتے نہین ظالم سے کہہ سکتے نہین
جان کا کانٹا ہے ذوق مدعا کیا چیز ہے

اُسکی قدرت اُسکی طاقت ہو دو عالم پر محیط
پھر بتا سکتا نہین کوئی خدا کیا چیز ہے

رہ گئی سب لنترانی مٹ گئی سب تمکنت
کھینچ لائی تم کو تاثیر دعا کیا چیز ہے

ہاے رے کافر کی شوخی اُف رے انداز حیا
مُنھ دکھا کر مُنھ چھپانے کی ادا کیا چیز ہے

کج ادائی اُنکا شیوہ بیوفائی ان کا کام
حُسن والے اِسکو کیا جانین وفا کیا چیز ہے

لوٹتے ہین آرسی کے دیکھنے والے **حفیظ**
دیدۂ مشتاق کا بھی دیکھنا کیا چیز ہے

بندہ جو بنالے وہ ادا اور ہی کچھ ہے
آپ اپنی کہے جائین وفا اور ہی کچھ ہے

یون پینے پلانے مین مزا اور ہی کچھ ہے
ساقی مرے ساون کی گھٹا اور ہی کچھ ہے

بتخانے مین جانے سے بڑا کام یہ نکلا
آیا تو سمجھ مین کہ خدا اور ہی کچھ ہے

وہ دل ہی نہین جسمین کہ پیدا ہو تمنا
اللہ سے اب اپنی دعا اور ہی کچھ ہے

متوالے کبھی ہوش مین آتے نہین اُسکے
اُف وہ نگہ ہوش ربا اور ہی کچھ ہے

جب ہاتھ اُٹھا کانپ گیا عرش الٰہی
مظلوم کی بیکس کی دعا اور ہی کچھ ہے

خلوت مین بھی اُسکو کبھی بیباک نہ پایا
اُس شرم کے پتلے کی حیا اور ہی کچھ ہے

خواہان وہ فقط دل کے نہین آنکھ ملا کر
کہتی یہ لگاوٹ کی ادا اور ہی کچھ ہے

دریا کا بھی گو فیض زمانے مین ہے جاری
ساقی کرم جام ترا اور ہی کچھ ہے

خوش چشمون کا جب ذکر کیا دل یہ پکارا
شرمیلی نگاہون کی ادا اور ہی کچھ ہے

مُنھ آئینے مین صبح شبِ وصل تو دیکھو
بکھرے ہوے گیسو کی ادا اور ہی کچھ ہے

حق بول کے منصور **حفیظ** آپ نہ بنیے
اِسوقت زمانے کی ہوا اور ہی کچھ ہے

دل کو جب سے خیال تیرا ہے
جان کو وسوسون نے گھیرا ہے

درد بھی کر رہا ہے ہمدردی
ابتو دشمن بھی دوست میرا ہے

دل سے اقلیم حُسن مین ہشیار
شہر کا شہر ہی لٹیرا ہے

کام کیا حُسن کے بھکاری کا
وہ گلی ہے اور اپنا پھیرا ہے

صحبت بد سے نیک بھی نہ بچے
دیکھ کانٹون نے گل کو گھیرا ہے

پھر کہان ہم - کہان یہ لطف چمن
رات کی رات کا بسیرا ہے

تم ہو اور جلوہ ہاے رنگا رنگ
ہم ہین اور اردگرد اندھیرا ہے

ہاے عقدہ کھلا یہ مرتے دم
تو کسی کا نہ کوئی تیرا ہے

کام بلبل کا سیر گل ہے **حفیظ**
ہر چمن مین مرا بسیرا ہے

گلشن مین یا علی ولی کی پکار ہے
اونچی سروش غیب سے صوت ہزار ہے

ہم بزم گل بہار مین ناچیز خار ہے
بیڑا بھلون کے ساتھ بُتون کا بھی پار ہے

عالم مین عدل عدل کی ہر سو پکار ہے
عہد مشیر سید عالی تبار ہے

آغوش مصطفےٰ مین علی جل شانہ
طرفہ سپہر دین مین ہلال آشکار ہے

دی حاملان عرش نے کعبہ کو تہنیت
آئی ندا یہ طفل بڑا ہونہار ہے

رکھا ہے جب سے دوش نبی پر علی نے پاؤن
معراج ظاہری کو بڑا افتخار ہے

زنار پھینک رشتۂ تسبیح توڑ ڈال
سب ہیچ اعتقاد اگر استوار ہے

ابرو جھکے ہین دیدۂ حق بین پر اس طرح
گویا حرم پہ سایۂ ابر بہار ہے

آنکھون مین کائنات ہی دنیا کی ای حفیظ
پیش نگاہ ہستی ناپائدار ہے

دلون کی کھل گئین کلیان شگفتہ ہو گیا عالم
چمن مین چہچہے بلبل کے ہین جوش مسرت ہے

مٹا روئے زمانہ سے نشان اب گرد کلفت کا
ترشح ہو رہا ہے چھا رہا آج ابر رحمت ہے

دلہن کی طرح پھر آراستہ ہوتی چلی دنیا
درخشندہ ستارون سے فلک کی زیب زینت ہے

عجب کیا آسمان نے جھک کے لے لیے خاک کا بوسہ
زمین پر اب طلوع اختر مہر نبوت ہے

چلین ہین خلد سے حورین مبارکباد دینے کو
محمد مصطفےٰ کا گھر بنا گلزار جنت ہے

سروش غیب بھی جوش طرب مین یہ پکار اُٹھا
جناب فاطمہؑ خاتون جنت کی ولادت ہے

بارہا سوچا مآل زندگی
پھر نہین مٹتا خیال زندگی

مر ہی کے اب غم سے ہو یارب نجات
دور ہو یون ہی ملال زندگی

قدر نعمت ہوتی ہے بعد از زوال
پوچھیے مُردون سے حال زندگی

موت کا وقت معین ہی نہین
کس قدر ہے احتمال زندگی

اب بہار عمر ہے صرفِ خزان — خشک ہوتا ہے نہال زندگی
ایک عالم ہے اِسی پر مر رہا — ہین وہ دلکش خط و خال زندگی
خضر جیتے جی ہوے روپوش خلق — جب ہوا حاصل کمال زندگی
آچکا ہے اب لب بام آفتاب — کوئی دم مین ہے زوال زندگی

قبر مین سونا ہے اک دن اے حفیظ
خواب ہوگا یہ خیالِ زندگی

کہتا ہون کہ کہدے اپنے جی کی — رکھے کبھی بات بھی کسی کی
یون ہی رہی یاد جو کسی کی — پھر خیر نہین ہے اپنے جی کی
کچھ آپکی بھی ہے بے نیازی — کچھ جذبۂ دل نے بھی کمی کی
آئے دم نزع بھی نہ وہ ہاے — قسمت مین ہے موت بیکسی کی
اب باغ ارم مین کیا ہے رکھا — کہنی ہے فضا کسی گلی کی
لو اور بڑھا غرور اُن کا — بیکار رہی اتنی عاجزی کی
دشمن کے کہے مین آگئے وہ — کیا داد ملی ہے دوستی کی
جانا ہمین روز اُسکے در تک — یہ بھی ہے ترنگ بیخودی کی
دنیا ہے کہ ہم سے جل رہی ہے — اللہ رے آگ دل لگی کی
تنہائی پسند ہو گیا دل — پروا نہین اب ہی کسی کی

دل پاک حفیظ شرک سے ہو
جب یاد مٹے سرو ستی کی

منفعل اپنے کیے پر ہین نظر کیا اُٹھے — جھک گیا ہو جو ندامت سے وہ سر کیا اُٹھے

کردیا باب سخن بند در اندازون سے
مفسدۂ تازہ کوئی اب مرے گھر کیا اُٹھے

آنکھ اُنکی جو کھلی سیکڑون فتنے جاگے
حشر اُٹھا سو کے وہ ہنگام سحر کیا اُٹھے

کیا خبر اُنکو کہ مرتے ہین گلی مین مشتاق
یہ تغافل ہو جہان پردۂ در کیا اُٹھے

زندہ درگور ہین بیمار محبت تیرے
جسم مین جان نہین درد جگر کیا اُٹھے

تاک کے غیر کا دل ہم سے ہو کیا آنکھ دوچار
وہ نگاہِ غلط انداز ادھر کیا اُٹھے

کہ گھڑی گذری ہے میخانے مین بیٹھے اے شیخ
سیدھی کرنے کو ابھی آپ کمر کیا اُٹھے

آنکھ نیچی ہوئی جاتی ہے پتے کی سُن کر
چھپی چھپی سی وہ چتون ہی نظر کیا اُٹھے

ہو کا عالم نظر آتا ہے جدھر جاؤ حفیظ
قدردان وہ نہ رہے لطف سفر کیا اُٹھے

آشنا جب کہ ترے نام سے لب ہوتا ہے
رات کا آخری حصہ وہ غضب ہوتا ہے

ہاتھ پر دل ہین پئے نذر لیے سب موجود
بے نیازی مین عجب حُسن طلب ہوتا ہے

مہربانی بھی رُلاتی ہے لہو اب جانا
آپ کا لطف بھی گریہ کا سبب ہوتا ہے

نامہ بر اُنکو جو راضی نہ کیا کچھ نہ کیا
بات کرنے کا بھی کہتے ہین کہ ڈھب ہوتا ہے

آنکھ کھل جائے اگر دیکھ لین سونیوالے
وہ دل آویز سمان آخر شب ہوتا ہے

مہر و مہ مین بھی تو اک جلوہ گری ہے لیکن
دل کے کھنچنے کا کوئی اور سبب ہوتا ہے

بے نیازی کا ہے الزام جو چپ رہتا ہون
اور کہتا ہون جو کچھ ترک ادب ہوتا ہے

وہ زبان دے تو چکے ہین مگر ایفا کا خیال
دیکھنا یہ ہے کہان اور یہ کب ہوتا ہے

ہر گولے نے کیا تربت مجنون کا طواف
ادب آموزِ محبت کا ادب ہوتا ہے

یون سمجھ لیجیے ہر کام کی علت ہے ضرور
کچھ نہ کچھ شکر و شکایت کا سبب ہوتا ہے

میری غزلون کی ہوئی قدر مرے بعد حفیظ
کوئی ہر شعر پر اب داد طلب ہوتا ہے

یہ اُس سے اور کہتے ہین جو اُنسے دل سے ملتا ہے
بتون سے ملکے یہ جانا خدا مشکل سے ملتا ہے

کلیجا ہل رہا ہے دیکھ کر محشر کا ہنگامہ
یہ وہ میدان ہے جو کوچۂ قاتل سے ملتا ہے

خدا جانے کہ کیا جی پر بنے گی جا کے جنت مین
خبر ہے رنگ ڈھنگ اُسکا کسی محفل سے ملتا ہے

اُسی سے اُٹھ کے لینگے دینے والا تھا جو حاتم کا
جو ملتا ہی کسی منعم سے وہ سائل سے ملتا ہے

ترے ہاتھ امتحان۔ انصاف اب اسکا ہو اے ظالم
کہ ہم کس دل سے ملتے ہین عدو کس دل سے ملتا ہے

کسیکو کیا خبر کس بھیس مین ہین تیرے متوالے
سُراغ انکا پتہ اِنکا بڑی مشکل سے ملتا ہے

زمانے کی روش کو پھر حفیظ مست کو دیکھو
سنور جاتا ہے وہ جو مرشد کامل سے ملتا ہے

جبتک کہ فصلِ گل کا یہ دورِ سعید ہے
ہر شب شب برات ہے ہر روز عید ہے

کچھ کچھ ہے دل کو یاس تو کچھ کچھ امید ہے
بیم و رجا کے پھیر مین مٹی پلید ہے

پوری جو مر کے ہوگی وہ امید دید ہے
کہتے ہین جس کو حشر وہی روز عید ہے

شعبان ہی کے چاند سے مے کی کشید ہے
ہم مے کشون کی عید تو از قبل عید ہے

اس دور مین ہی بیعتِ دست سبو کی دھوم
جو ہے وہ آج پیر مغان کا مرید ہے

فردا پر اُٹھ رہا ہے جو وعدہ وفا ہو آج
ابتو یہ شوق دل کا تقاضا شدید ہے

یوسف سے حسن یار کا پلہ گران رہا
اب پوچھنا کچھ اور سوال مزید ہے

جس سے زبان و گوش تھے کچھ لذت آشنا
برسون ہوئے کہ بند وہ گفت و شنید ہے

کرتے ہین چست اہل ریا اپنے حال پر
کیا کیا لباس فقر کی قطع و برید ہے

کھب جاے دلمین وہ کہ سما جاے آنکھ مین
پھر بھی یہی کہون گا تمناے دید ہے

مجھ مست کو کسی کے تخاطب سے کیا غرض
ابتو کچھ اپنی آپ ہی گفت و شنید ہے

ایسون کو دیکھنا بھی زیارت سے کم نہین
مارا ہے جس نے نفس وہ زندہ شہید ہے

دل لیکے اُس حسین کا تغافل تو دیکھیے
یہ بھی خبر نہین کوئی مشتاق دید ہے

وا اِس سے ہو چکے ہین بہت قفل خامشی
دیکھو یہ اپنی چھیڑ بھی طرفہ کلید ہے

اپنی خوشی سے سارے زمانے کی ہو خوشی
اُٹھکر گلے ملو تو کہون آج عید ہے

کافی تھی صرف ہان بھی تسلی کے واسطے
وعدے قسم کے ساتھ یہ لطف مزید ہے

بیکس سمجھ کے مجکو ستاتا ہے آسمان
کہدو یہ میری تیغ ادا کا شہید ہے

تا صبح گرہ مین باندھ لے میری بھی ایک بات
کم بولنا بشر کو نہایت مفید ہے

خود بے نشان ہو کوئی تو اُسکا نشان ملے
جتنا ہی وہ قریب ہے اُتنا بعید ہے

بہروپ بھرے پھرتے ہین کالج کے ہونہار
یہ روشنی نئی ہے یہ عہد جدید ہے

بے کیف اِس غزل کو سمجھیے نہ اے حفیظ
یہ فکر کہنہ مشق کی تازہ کشید ہے

متفرقات

کہہ دون منھ پاؤن جو اپنے ساقی گلفام کا
ہاتھ چومے ہونٹھ چومے ساقی گلفام کا

بے سبب بھی پڑ رہی ہے مسلمونمین پھوٹ سی
کیا بکھرنے ہی کو شیرازہ ہی اب اسلام کا

ہر شریک دورِ ساقی آج یہ کہتا اُٹھے
تا ابد قائم رہے یہ دور دورا جام کا

زمزمی مے کی بغل مین تھی دمِ ارکان حج
رہ گیا پردہ بھلا ہو جامۂ احرام کا

رو کے گھبراتے نہ یون دل کھو کے پچھتاتے نہ یون
دھیان کچھ آغاز مین ہوتا اگر انجام کا

حُسن کی ہے جان آرائش مگر ناپائدار
صبح تک رہتا نہیں بننا سنورنا شام کا

وہ جوابِ خط لکھین گے یہ کسے امید تھی
کام قاصد نے کیا ہی واقعی انعام کا

اک حسین سے ہی وفا عہد کا ابتک لحاظ
دیکھیے جاتا ہے سودا کب خیالِ خام کا

وصل کی شب وہ کسی کی آمد آمد کا سمان
آجتک پھرتا ہی آنکھون مین وہ منظر شام کا

خاص جو ہاے بلاغت ہین تو ہونے دو حفیظ
ہم فصیحون کی زبان ہے روزمرہ عام کا

کبھی دستِ ظلم اُسکا جو گلے کا ہار ہوتا
تو جفاؤن سے پشیمان وہ ستم شعار ہوتا

کوئی لاکھ وعدے کرتا جو نہ اعتبار ہوتا
بنی جی پر اپنے ہوتی نہ یہ انتظار ہوتا

کیا عرش سے بھی اونچا جو یہ نالہ اسکا حاصل
مرے دل سے تھا جو نکلا کسی دل کے پار ہوتا

شبِ گور بن کے مجکو شبِ ہجر کیون ڈراتی
جو بغل مین آج اپنا دلِ غمگسار ہوتا

مرے دل کی کچھ وفائیں ترے دل میں گھر جو کرتیں
یہی جور لطف بنتا یہی غصہ پیار ہوتا

میں ہزار قسمیں لیتا جو وہ کہہ کے دم نہ دیتا
مری بات کا بھی تمکو نہیں اعتبار ہوتا

یہی باعث تڑپ ہے کہ پڑا ہے تیر اوچھا
یہ تڑپ سکون بنتی۔ جو جگر کے پار ہوتا

یہ تو ہے۔ عدو کی قسمت یہ کہاں نصیب میرے
پئے فاتحہ وہ آتے جو مرا مزار ہوتا

جو **حفیظ** مے نہ پیتا تو نہ ہوتا آج تائب
یہ شرف کہاں سے ہوتا جو نہ بادہ خوار ہوتا

بلائے جان ہے دل لیکر طبیعت کا بدل جانا
قیامت ہے کسی چشم مروت کا بدل جانا

سنا بھی آنکھ سے دیکھا بھی حالت کا بدل جانا
اسی سے تو نکل آیا مشیت کا بدل جانا

ہوے ہیں دوست دشمن اور دشمن دوست دیکھا ہے
محبت کا بدل جانا عداوت کا بدل جانا

پڑا ہوں اسلیے۔ میری جبین کو آپ ٹھکرا دیں
کہ یوں باور نہیں آتا ہے قسمت کا بدل جانا

کبھی تو سامنا ہوگا مرے یوسف شمائل کا
تو زاہد دیکھ لے گا آپ نیت کا بدل جانا

عدو کے آتے ہی فتنوں سے محفل بھر گئی ساری
اسیکو کہتے ہیں دوزخ سے جنت کا بدل جانا

بحمد اللہ **حفیظ** اب ہی مسلمانوں کی صورت میں
نہ دیکھا جسنے ہو دیکھے وہ حالت کا بدل جانا

موافق رہا جب زمانہ ہمارا
ہر اقلیم میں تھا فسانہ ہمارا

اگر ہم میں ہوتی وہی آدمیت
ملک چومتے آستانہ ہمارا

الٹ کر جو اوراق عالم کو دیکھے
لکھا جا بجا ہے۔ فسانہ ہمارا

چمن میں ہے اوروں کا اب دور دورا
کہاں ہم کہاں آشیانہ ہمارا

برستے ہیں ہر سو سے تیر حوادث
جگر ہو رہا ہے نشانہ ہمارا

ترقی تنزل کا ہے دور جبتک | زبان زد رہیگا فسانہ ہمارا
کبھی ہم بھی موجد تھے ہر علم و فن کے | لٹا ہاے علمی خزانہ ہمارا
ترقی کی معراج کہتے ہین جس کو | وہ گذرا ہوا ہے زمانہ ہمارا

حفیظ اسکو سُن کر جگر تھام لوگے
بھرا درد سے ہے فسانہ ہمارا

توکل پر اکثر گذارا رہا | فقیرانہ مشرب ہمارا رہا
عبادت ہوئی کچھ نہ طاعت ہوئی | فقط اب کرم کا سہارا رہا
چھپایا بہت دل مین راز وفا | مگر آنکھ سے آشکارا رہا
یہ سچ ہے گیا ہر دو جانب سے دل | ہمارا نہ اب یہ تمہارا رہا
انا الحق جو منصور نے کہہ دیا | اُدھر ہی کا تو یہ اشارا رہا
ہوے جس سے بیہوش و بیخود کلیم | بڑے لطف کا وہ نظارا رہا

یہ مژدہ خوشی کا ہے خوش ہو حفیظ
وہان آج چرچا تمہارا رہا

اہل ٹرکی کا اگر اللہ یاور ہو گیا | تو یہ سُن لینا کہ کل یورپ مسخر ہو گیا
دن پھرے کعبے کے پھر پھر آگیا دور خلیل | پھر بتون سے پاک صاف اللہ کا گھر ہو گیا
ہادی اسلام نے بوسہ جو اُسکا لے لیا | قابل تعظیم و تکریم ایک پتھر ہو گیا
جاؤ جاؤ بجھ چکی ایسوں سے رسم دوستی | غیر نے جو کہدیا وہ تمکو باور ہو گیا

ہوش تک ہر امر کی قیدین لگی ہین اے حفیظ
سارے جھگڑوں سے چھُٹا جو مست ساغر ہو گیا

مٹا جو کبر ہوئی عاجزی کمال پسند
نماز جمعہ مین بھی ہے صف نعال پسند

کوئی کرے نہ کرے یہ مرا خیال پسند
مجھے ہے دونون جہان مین ترا جمال پسند

پسند اپنی ہے سرمایۂ کمال پسند
وہ اور ہونگے جو کرتے ہین خط و خال پسند

نگاہ رکھتے ہین انجام پر مآل پسند
ہوے نبی کو اذان کے لیے بلال پسند

غرور حُسن بھی کیا شے ہے دیکھتے جاؤ
سمجھ رہے ہین زمانے کو وہ جمال پسند

عجب نہین ہے کہ ہون چھوٹی طاعتین مقبول
کنیزین شاہ کو ہوتی ہین خرد سال پسند

بلا مین جان ہے بیم و رجا کے جھگڑے سے
یقین پسند کو کب ہے یہ احتمال پسند

کسی مین ہی یہ صفت جاؤن کسکے در پر مین
کریم تیرے سوا ہے کوئی سوال پسند؟

کوئی کسی کا جو پابند ہو تو ایسا ہو
ہوا نہ ذہن کا بھی مجھ کو انتقال پسند

جھکی جھکی وہ حیا سے نشیلی آنکھین ہاے
نظر مین ہے تو ہو کیا دیدۂ غزال پسند

حفیظ جاہ و حشم سے کسی کے کیا مطلب
فقیر مست ہون اپنا ہے مجھکو حال پسند

علامت موت کی سمجھو کرے پیدا جو چونٹی پر
اطالی مُنھ کی کھائیگا اگر ہے دانت ٹرکی پر

کٹے مرتے ہین آپس ہی مین ہندی سخت حیرت ہے
یہ پھر خواہان بہبودی بھی ہین اس خانہ جنگی پر

کبھی اپنی شجاعت کی بندھی تھی دھاک عالم مین
جو اب پھر جاے تو پھر جاے پانی تیغ ہندی پر

ہراسان ہو نہین سکتے یہ ترک ایسے بہادر ہین
اکھٹا سارے یورپ کی اگر یورش ہو ٹرکی پر

کہان وہ فوج باہمت کہان وہ شیر دل افسر
یہی کہیے شجاعت ختم تھی عثمان غازی پر

مثالاً یون سمجھنے کا ہے یہ جوشِ صف آرائی
بگڑتا ہے ذرا مین بنکے جیسے نقش پانی پر

حفیظ اتنی پیو کہ آپ سے باہر نہ ہو جاؤ

پرانے بادہ کش ہو حرف آجائیگا مستی پر

دل کو ریا سے پاک کر کہ کام دکھاوے کا نہ کر
جی مین اگر خدا نہین منہ سے خدا خدا نہ کر

اُسکی خوشی سے کام رکھ اُسکی رضا کا دھیان رکھ
یار سے رابطہ بڑھا غیر کی التجا نہ کر

درد مزے کی چیز ہے دلمین جگہ دے اس کو تو
اسکو عزیز جان بنا اِس کو کبھی جدا نہ کر

مجھکو بدل پسند ہے پیر طریق کی یہ پند
اپنے سے جو نہ ہو سکے اور پہ وہ روا نہ کر

اور پہ دل کا ربط ضبط بنتا نہین ہے اے حفیظ
جس سے نہ دل ملے ترا اُس سے کبھی ملا نہ کر

[1] مجھ سا بدمست کوئی رند قدح نوش نہین
کب بہار آئی تھی اتنا بھی یہان ہوش نہین

کون مستی مین معاون ہے سیہ مستون کا
میرے ساقی کی اگر ذات خطا پوش نہین

دیکھ کر جلوہ رہے آپ مین کس طرح کلیم
ہم تو مشتاق تجلی ہین مگر ہوش نہین

کم قیامت سے نہین وعدۂ فردا کی امید
یہ مسلم ہے کہ وہ عہد فراموش نہین

کچھ خبر تک نہین بلبل کی فغان پر افسوس
اِس چمن مین کوئی گل سا بھی گران گوش نہین

حشر تک بازوے قاتل کو دعائین دینگے
دہن زخم کچھ احسان فراموش نہین

کوئی ایسا بھی نہ محروم تمنا ہو گا
عید کے دن بھی تو وہ مجھسے ہم آغوش نہین

ہون گنہگار مگر خلد سے مایوس ہون کیون
وہ عطا پاش نہین ہے کہ خطا پوش نہین

میری آنکھون نہ کیون تیرہ زمانہ ہو حفیظ
دوست تیرا ترے ماتم مین سیہ پوش نہین

[2] مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
پھر اُسکی شان ستاری تو دیکھو

[1] [2] یہ دونون غزلین سہواً ترتیب کے ساتھ لکھنے سے رہ گئین۔

گھٹائین جھک رہی ہین میکدے پر — نزولِ رحمتِ باری تو دیکھو
تمھارے ناز کا تو پوچھنا کیا — ہماری ناز برداری تو دیکھو
جما ہون صورتِ خم میکدے مین — مری مستی و میخواری تو دیکھو
جھگڑتے ہین عدو سے میری خاطر — ظریفانہ طرفداری تو دیکھو
انیسِ حال ہے اس بیکسی مین — ہمارے غم کی غمخواری تو دیکھو
گڑا جاتا ہون جیتے جی زمین مین — گناہون کی گرانباری تو دیکھو
رہا ہر کام اب اُنکی رضا پر — مرے عقدے کی دشواری تو دیکھو
ہمارے حال کو کیا پوچھتے ہو — زمانے کی ستمگاری تو دیکھو
نشیمن سے چلا ہون جانبِ دام — مرا ذوقِ گرفتاری تو دیکھو

کرے بیعت حفیظ اشرف علی سے
باین غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

کیا ہوش ربا جلوے کی جلوہ گری ہوگی — سوجھیگا کسے آنسو سے آنکھ بھری ہوگی
مین بھی تو آخر ہون ہوتی ہی جو شبِ رخصت — اے شمع مرے پہلے کیا تو سفری ہوگی
سرمہ جو لگا کر یہ دنبالہ بنایا ہے — فرمائیے تو کس پر جادو نظری ہوگی
اب آنکھون کے سر آئے یا دل کی خطا ٹھہرے — الزام محبت سے کیا جان بری ہوگی
اس طرح کی غفلت پر سب ہوش و خرد صدقے — اُس دن کی تمنا ہے جب بیخبری ہوگی
خاطر سے مری آکر کچھ حال مرا سُن لو — آئندہ نہ اب سے پھر یہ دردسری ہوگی

اُس زلف کے مضمون کو باندھو نہ حفیظ اب تم
اُچھلے گا جنون پھر سے آشفتہ سری ہوگی

اجل کی بیرخی سے نے مارڈالا
طویل زندگی سے نے مارڈالا

مرے ہوتے منایا سوگ اُسنے
لباس ماتمی سے نے مارڈالا

لکھا ہوتا ہمارے دل کو مرحوم
جسے افسردگی نے مارڈالا

پھرا کر مجھکو صحرائے جنون مین
مری دیوانگی نے مارڈالا

نہو ترک وفا کا عائد الزام
اسی شرمندگی سے نے مارڈالا

کہانتک سہو کاتب کی ہو فریاد
ہمین اس مشفقی سے نے مارڈالا

ذرا کی دلنوازی جب حسین نے
ہمین تو بس اُسی سے نے مارڈالا

گلا اُسکے تغافل کا عبث ہے
مجھے وارفتگی سے نے مارڈالا

پڑی ہے موت کی تردید کرنی
ارے اس زندگی سے نے مارڈالا

جو سیدھی بات پر ٹیڑھے ہوئے آپ
طبیعت کی کجی سے نے مارڈالا

حفیظ اُس کی لگاوٹ کا نہ لو نام
تمہین دل کی لگی سے نے مارڈالا

کیا عجب تعمیر قصر تن بھی پھر ڈہ کر بنے
کیونکہ اس عالم مین گھر بگڑے ہوے اکثر بنے

جبین ہم پیالے ساقی پر طلب کی لبون پر ہے
نرے ہے مستی کہ غفلت مین بھی ہشیاری کی باتین ہین

کہے یہ کون ہمکو بھی وفاداری کا دعوی ہے
پھر اُس سے جو نہ یہ سمجھے جفا کیا ہے وفا کیا ہے

رہا ہی ایک صورت پر کب اس عالم کا ہنگامہ
کہین دھومین خوشی کی ہین کہین ہے غم کا ہنگامہ

اثر حسن کا دل پر اکثر ہی دیکھا
خدا جو ملے تو چلین کعبے ہم بھی
یہ سنتے تھے۔ ترکِ محبت ہے مشکل

نتیجہ مگر روز بد تر ہی دیکھا
یہ کیا جا کے اسکا فقط گھر ہی دیکھا
بہ جبرًا مگر اس کو بھی کر ہی دیکھا

ایک جھونکے مین خزان لے اڑی گلشن اپنا
ہو گیا نکہتِ برباد نشیمن اپنا

آوارۂ غربت ہون نکل پڑتے ہین آنسو
کرتا ہے کوئی ذکر جو یاران وطن کا

رت ہی برسات کی کیا جب نہ چلے جامِ شراب
بزم ساقی سے جو خالی ہو تو ساون کیا ہے

عبث عبث کی [illegible] کاوش ہے چارہ گر تیری
ہمارے درد کی تجھ کو دوا نہین معلوم

جھوم کر ابر جو اٹھے تو ادھر جام سے چلے
پھر گیا بادہ بہاری کا سمان آنکھون مین
نام سکتے ہین محبت کے خریدارون کے

پردہ پوش اُسکی ہو رحمت تو بڑا کام چلے
جھومتے جھامتے جب ندی آشام چلے
اِس لیے کی تھی محبت کہ مرا نام چلے

وائے قسمت نظر نہین آتا
ایک بھی آرزو کا بر آتا

چھد گیا دل جو کبھی اُنسے ہوئی چار نگاہ	تیر کی طرح کلیجے سے ہوئی پار نگاہ
ہوتی تھی یون نہ کوشش صیاد رائگان	جُھرمٹ وہ طائرون کے نہین زیر دام آج

نہ مجکو کعبے سے کچھ غرض تھی نہ بتکدے سے ہے کوئی مطلب
یہ بیخودی لے گئی جدھر کو مکین کو ڈھونڈھا مکین کو دیکھا

سو چکے ہین کسی کے پہلو مین	حور کو کیا گلے لگائین ہم
ہر دم اجل ہی تاک مین ہے اے عمر ہوشیار	چھوٹا ہوا ہے شیر ہرن کے شکار کو
مے کے پینے سے طبیعت نہ کبھی سیر ہوئی جبہہ سائی کی تمنا ہے درِ خواجہ پر	پڑ گئے حلق مین کانٹے جو ذرا دیر ہوئی اب طبیعت کی کشش جانب اجمیر ہوئی
بے ثباتی پر گلون کی روئی شبنم عمر بھر	دوسرون کا یون کریگا کیا کوئی غم عمر بھر
بہت آہستہ ذرا او دلِ بیمار کراہ	پھیل جائے نہ صدا رات کے سناٹے مین

کڑی چھلوائی کیا کیا اس امید سرخروئی نے
کہین چھینٹین لہو کی غازہ رخسار قاتل ہون

ادا دل مانگے لیتی ہے زبان سے کہتے جاتے ہین
بھلا مین وار اک نا چیز شے کا نسے سائل ہون

بہت کچھ اپنی شان تمکنت پر ناز ہے جن کو
کبھی تیری کشش کے جذب دل و ہ بھی تو قائل ہون

اک وہ کہ مل رہے ہین گلے ان سے رات دن
اک ہم کہ کھینچتے ہین ابھی انتظار عید

گھر سے نکل کے آج تو سب سے گلے ملو
در پر پرا جمائے ہین امیدوار عید

ساقی دکھا کے آنکھون کے کہتا ہے دونون جام
میخانے مین دوگانہ پڑھین بادہ خوار عید

لگا تیغ ناصح نصیحت سے پہلے
یہ اک ضرب سو تازیانے سے اچھی

بالین پہ وہ ہون حال ہو جب غیر ہمارا
اللہ کرے خاتمہ بالخیر ہمارا

آنکھ بھی جب نہ ملے پھر وہ لگاوٹ کیسی
موئے ڈھانے ہی مین صرف ہی تو لپھٹ کیسی

انکے آنے کی خبر کرتی ہے دھڑکن دل کی
پاؤن کی چاپ کسے کہتے ہین آہٹ کیسی

پس گرد آرہا ہے قیس دونون ہاتھ پھیلائے
بڑھا ناقے کو اے محمل سوار آہستہ آہستہ

وہ بے نقاب ہین تو آج والے نیلے ہین
کہین جو لڑ گئی تقدیر بھی نظر کی طرح

پاکے بیکس یہ شبِ غم نے ستم توڑ دیا	صبح ہوتے ترے بیمار نے دم توڑ دیا
اے فلک تیر حوادث کی ادھر ہی بوچھار	ہم سے اچھا نہین ملنے کا نشانہ ہرگز
اُف کسی کافر کی وہ مستانہ چال فصل گُل مین ہے یہی ستون کی تاک	مست کوئی جس طرح پی کر چلے ابر اُٹھے سے اڑے ساغر چلے
کہان اب صفائی کہان راستی طبیعت اُلجھکر نہ سلجھی کبھی	زمانے مین دھوکا دھڑی رہ گئی یہ گتھی پڑی تو پڑی رہ گئی
ایک مانوسِ قفس کو یون رہا کرنا نہ تھا	شکر کے بدلے شکایت ہے مجھے صیاد سے
ابرو اُدھر چڑھے کہ نظر کام کر گئی	خالی گیا نہ تیر کبھی اِس کمان کا
دشمنِ جان ہین ترے ناز کیے دیتے ہین	اپنے اچھے نہین انداز کہے دیتے ہین
کیا کہہ رہی ہے دیکھو چشم خمار آگین	جاگے نہین جو شب کو آواز کیون بھاری
مژدہ اے دیدۂ و دل شاہ سلیمان آئے	باسند لوٹ کے انگلینڈ کے مہمان آئے

ادہر نور چراغان ہے اُدہر تنویر انجم کی	ضیا بخش جہان ہوتا چہوتی جا ج پنجم کی
رہے ہم اک نہ اک ظالم کے بس مین	ہمارا آب و دانہ تھا قفس مین
بیعت مجھے ہے شاہ رسل کے وزیر سے دل ہے حفیظ بادۂ حُبِ علی سے مست	حقا کہ سلسلہ ہے بڑے دستگیر سے مذہب کی چھیڑ چھاڑ عبث ہے فقیر سے

صفحہ ۱۳ - سطر ۴ ۵ ۶ کی صحت

خاک سے گل - گل مین نکہت - رنگ حُسن آب موتی مین تو ہیرے مین چمک اپنے جلوے کی دکھانے کو جھلک	اور پتھر مین شرر پیدا کیا اشک حسرت مین اثر پیدا کیا اُس نے کیا کیا کچھ مگر پیدا کیا

رباعیان

لیناہے تجھے کام جو حسب دلخواہ ایسا جو نہ ہو سکے تو شوکت کے لیے	تنخواہ ملازمون کی دے ماہ بماہ بدنام امارت کو نہ کر خواہ مخواہ
معشوق جتاتے تھے محبت کیا کیا	نا فہمون مین ہوتی رہی عزت کیا کیا

افلاس مین پرسان جو نہین ہے کوئی
یاد آتی ہے کھوئی ہوئی دولت کیا کیا

دنیا ہے گذرگاہ مسافر کے لیے
مومن کے لیے وقف نہ کافر کے لیے
وہ قابلِ افسوس ہین جو رہ کے یہان
باطن کو بگاڑتے ہین ظاہر کے لیے

اک شانِ امارت ہے رعونت کرنا
اک فخر ہے دعوائے شرافت کرنا
اے شخص کبھی عیب پر اپنے بھی نظر
لازم ہے تجھے غیر کی غیبت کرنا

ہر کام مین انسان کی غرض شامل ہے
طاعت مین بھی جنت کی ہوس داخل ہے
کعبہ ہو کلیسا ہو کہ ہو مسجد و دیر
بے لوث عبادت یہ بہت مشکل ہے

دنیا مین بُرے اور بھی ہین لاکھون کام
کیا وجہ نظر کرتے نہین اُس پر عوام
چانڈو و مدک افیون مین کیا نشہ نہین
سب کچھ ہو روا مگر شراب ایک حرام

اوقات کو یون اپنی گذار او غافل
دنیا مین پشیمان ہو نہ عقبیٰ مین خجل
پہونچے نہ اگر تجھ سے کسی کو راحت
وہ بات نکر جس سے دُکھے خلق کا دل

اے نفس کوئی تجھ سا بد اندیش نہین
حق بات کے کہنے مین پس و پیش نہین
ہوتے ہین غنی فقر کی دولت والے
جس مین نہ توکل ہو وہ درویش نہین

منظور نظر بحث اگر ذاتی سے ہے
پوچھے جو حفیظ کی حقیقت کوئی
کیون ماننے بُرا کہنے مین بات آتی ہے
کہدو کہ وہ اک رند خراباتی ہے

انصاف کی امید قوی ہے دل کو
خون ناحق کی اور پاداش نہ ہو
حق پر کبھی ترجیح نہین باطل کو
کے روز بچائےگا کوئی قاتل کو

کچھ حفظ مراتب کا جہان دھیان نہو
ایسے کی ملاقات کا کیا فخر حفیظ
اُس گھر مین کوئی بھول کے مہمان نہو
کچھ اچھے بُرے کی جسے پہچان نہو

جن روزون موافق تھا زمانہ ہم سے
اے وقت ترے جاتے ہی وہ بات گئی
ملتے تھے رقیب مخلصانہ ہم سے
بیگانہ ہے آج ہر یگانہ ہم سے

ہوتا ہے جہان ذکر شہ عالی جاہ
آئے ہین ملک خلد سے دربان کو
مل جاتی ہے اُس بزم سے فردوس کی راہ
کیا محفل میلاد ہے اللہ اللہ

اللہ رے شاہ شہدا کا رتبہ
رونے کے جو منکر ہین وہ دیکھین گے حفیظ
شاہون سے بڑھا انکے گدا کا رتبہ
کوثر پہ مرے اشک عزا کا رتبہ

شبیر کے رتبے سے نہین کون آگاہ
محبوب الٰہی کے یہ ہین نور نگاہ

مہمان بلا کر جو دغا کی اِن سے
کیا شامی بے دین کے بھی تھے قلب سیاہ

ظاہر ہے کہ پانی کا پلانا ہے ثواب
آگاہ ہین دنیا مین جو ہین اہل کتاب
ہو مالک کوثر کا نواسا پیاسا
دریا ہو خشک خاک برروے آب

مرنے کا خطر صاحب زر سے پوچھو
جھوکون کو خزان کے گل تر سے پوچھو
بیمار ہے تلخی سے دوا کی واقف
بیٹے کا الم قلب پدر سے پوچھو

شہ کہتے تھے ڈرنے کا نہین شیر الہ
ابنوہ کی پروا نہین مجھکو واللہ
بیعت کرے خوف جان سے فاسق کی حسین
لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ

سلام

سلامی اک یہ روشن معجزہ ہے چشم عالم مین
غم شبیر ہو جاتا ہے تازہ ہر محرم مین
علیؑ ایسا سپہ سالار اگر ہوتا نہ عالم مین
بڑا رخنہ پڑا ہوتا نبی کے دین محکم مین
تڑپ کر دم نکل جاے شہ مظلوم کے غم مین
سلامی خاتمہ بالخیر ہو اپنا محرم مین
کھلا عقدہ کہ یہ اعجاز نام پنجتن کا ہے
بہت جب کد و کاوش کی تلاش اسم اعظم مین
اُلٹ جائیگی دنیا جب علم یہ سرنگون ہوگا
بندھا ہے دامن محشر رسول حق کے پرچم مین
بڑھے عباس سوے نہر ابن سعد کہتا ہے
جو اس غازی کو روکے ہو کوئی ایسا جری ہم مین
علی کے نام مین اللہ اکبر کیا بزرگی ہے
فرشتون نے کیا کندہ جبین عرش اعظم مین

بہتر ڈھوے تھے لاش لیکن جی سنبھالے تھے
کمر شبیر کی ٹوٹی علی اکبر کے ماتم مین

درِ خیمہ سے کچھ آگے بڑھا ہے اسپ اکبر کا
ابھی سے دیکھ لو ہلچل پڑی ہی فوج ظلم مین

علی کی بیٹیان اور اے فلک یہ قید کی سختی
اسیری مین ہی زینب یا رسن ہی دست مریم مین

زیارت سے مشرف ہو چکے اب حج کو جاتے ہین
چلی ہے کشتی عمر روان کوثر سے زمزم مین

جری حر سا جو ہو وہ مستحق ہی اس سعادت کا
کچھ آسان تھی تمیز حق و باطل ایسے جھگھم مین

ابھی تک جا بجا حاتم کا ذکر خیر ہوتا ہے
سخی جتنے ہین انکا نام رہجاتا ہے عالم مین

گرا جب خاک پر تاج امامت یہ وہی دن ہین
کمائی فاطمہ کی لٹ گئی ہے اس محرم مین

عزادارو بہا کر اشک خون آقا کا پرسا دو
کہ خود خاتون جنت ہین شریک اس مجلس غم مین

زمین نے خاک اڑائی آسمان نے رنگ بدلا ہی
ہوا گھٹ گھٹ کے بدر عید کاہیدۂ محرم مین

نبی کے بعد ہے آل نبی کی پیروی لازم
انہین کا آسرا ہم عاصیون کو ہی دو عالم مین

بہا کر اشک داغ دل کو تازہ کر جوانی مین
کہ اکثر شب کو گلچین پھول رکھدیتے ہین شبنم مین

حفیظ احباب مین ہی یاد تیری ساتھ نیکی کے
غنیمت جان ذکر خیر رہجائے جو عالم مین

ملے ہین کربلا سے ہشت جنت کے جو رستے ہین
زمین کے دن جو پھرتے ہین تو یون ویرانے بستے ہین

کرین گے حشر مین سیراب امت کو جو کوثر سے
یہان ان کے حرم اک بوند پانی کو ترستے ہین

ادھر شبیر تھامے ہین کلیجا دونون ہاتھون سے
ادھر خوش خوش علی اکبر کہ مرنے پہ کستے ہین

ہوا ظلم سے باغ نبی تاراج ہوتا ہے
کہین کمھلائے ہین گل کہین غنچے بکستے ہین

چلی جب ذوالفقار حیدری میدان مین غل تھا
وہ چمکی شام کے بادل مین بجلی سر برستے ہین

ہوا بزم عزا مین ذکر کس کی تشنہ کامی کا
مسلسل اشک خون جو ابر مژگان سے برستے ہین

کہو مکہ مدینہ اب نجف یا کربلا دل کو
ملے اس قبۂ نورد لا سے سارے رستے ہین

محبون سے یہان بزم عزا گرمائی رہتی ہے
انہین آہون کے شعلے تو عدو کا منھ جھلستے ہین

روا ہے اپنے مشرب مین در شبیر پر سجدہ
یہی جادہ ہے سیدھا اور سب واک رستے ہین

رہی اک رنگ پر داغ عزا کی تازگی دل مین
چمن مین جتنے گل کھلتے ہین مرجھا کے بکتے ہین

حفیظ اشک عزا کی قدر و قیمت کیا کہون تجھسے
یہ موتی نقد جان دیکر بھی ہاتھ آئین تو سستے ہین

سلامی آب جو عباس لیکر آ نہ سکے
یہ شرم تھی کہ سکینہ کو منھ دکھا نہ سکے

خوشا نصیب زیارت سے جو مشرف ہین
وہ بد نصیب ہین ہم کربلا بھی جا نہ سکے

یہ بند و بست تھا افواج شام کا لب جو
خیام شاہ مین اک قطرہ آب جا نہ سکے

جہان حسین کو میدان صبر مین تھا ثبات
بشر تو کیا تھے فرشتے قدم جما نہ سکے

گرے جو سرور کونین پشت مرکب سے
نڈھال ایسے تھے خیمہ کا رخ بچا نہ سکے

ہوئے شہید جو اصغر حجاب شہ کو یہ تھا
کہ لاش خیمۂ اطہر مین لیکے جا نہ سکے

حسین جا ملے اکبر سے تھوڑی دیر کے بعد
جوان بیٹے کا داغ فراق اٹھا نہ سکے

دکھا علی کی تھی عباس کی لڑائی بھی
جو سورما تھے وہ تاب جدال لا نہ سکے

پدر کو بہر سفارش بلایا اکبر نے
پھوپھی کے آگے ادب سے زبان ہلا نہ سکے

حسین ذبح ہوئے جب لٹے حریم رسول
تھے جبتک آپ شقی ہاتھ ادھر اٹھا نہ سکے

لکھا تھا خط مین جو صغرا نے بہر اصغر کو
حسین دیکھ کے مضمون تاب لا نہ سکے

ہوا منو چھپانے سے اور خون حسین
وہ داغ غم ہے کہ جسکو فلک مٹا نہ سکے

حفیظ داغ دلا دل سے مر کے بھی نہ مٹا

ہوا کے جھونکے چراغ حرم بجھا نہ سکے

جو کر رہی ہے یزیدی سپاہ کیا کہیے
لبوں پر اُف بھی نہیں صبر شاہ کیا کہیے

سلامی دل سے نکلتی ہے آہ کیا کہیے
جگر خراش ہیں احوال شاہ کیا کہیے

زمین اُلٹ نہ گئی آسمان پھٹ نہ پڑا
حسین ذبح ہوئے بے گناہ کیا کہیے

حسین گھر گئے نرغے میں شام والوں کے
گھٹا میں چھپ گیا یثرب کا ماہ کیا کہیے

جہان پکار کے آتے تھے جبرئیل امین
لٹے رسول کی وہ بارگاہ کیا کہیے

کوئی رہا نہ مددگار بعد قتل حسین
ہوا جو حال حرم کا تباہ کیا کہیے

پیادہ پا سفر شام کی صعوبت ہائے
وہ ضعف عابد بیمار آہ کیا کہیے

ق

چلے جو نہر سے عباس بھر کے مشکیزہ
پلٹ پڑی پھر اُدھر کو سپاہ کیا کہیے

نشانہ مشک بنی تیر کا بہا پانی
ہوا شہید علمدار شاہ کیا کہیے

حفیظ داغ غم اہلبیت دل کے ہی ساتھ
بغیر نور کی یہ جلوہ گاہ کیا کہیے

مخمس بر قصیدہ منسوب بہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیرے سوا کس سے کہیں اس بیکسی میں حال غم
غربت میں آکر چھٹ گئے سب اپنے بیگانے سے ہم

اب التجا اتنی مری سُن لے تو از راہ کرم
اِن نلت یا ریح الصبا یوماً الی ارض الحرم

بلغ سلامی روضۃً فیہا النبی المحترم

پیدا ہوئے جب خلق میں وہ دو جہان کے رہنما
راہ ہدایت کھل گئی وا ہو گئے باب عطا

نور جمال پاک کی پھیلی زمانے میں ضیا
من وجہہ شمس الضحیٰ من خدہ بدر الدجیٰ

من ذاتہ نور الھدیٰ من کفہ بحر الھمم

ہم کیا کہیں جس روز سے چھوٹا مدینہ آپ کا
پردیس میں ہیں گھر کا گھر رنج و مصیبت میں گھرا
تڑپیں دیارِ غیر میں تو زندگی کا لطف کیا
اکبادنا مجروحۃ من سیف ہجر المصطفیٰ

طوبیٰ لاہل بلدۃ فیھا النبی المحتشم

گھیرے ہے نفس شوم کو دنیا کی گو حرص و ہوا
ہر چند قابل عفو کے پاتے نہیں اپنی خطا
پھر بھی ہمیں ہے آپکے لطف و کرم کا آسرا
یا مصطفےٰ یا مجتبےٰ ارحم علےٰ عصیاننا

مجبورۃ اعمالنا طمعًا و ذنبًا و ا نظلم

ہاں آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے دنیا و دین
ہاں آپ ہی تو ہیں قسیمِ کوثر و خلدِ بریں
ہاں آپ ہی تو ہیں شفیع روز محشر بالیقین
یا رحمۃ اللعالمین انت شفیع المذنبین

اکرم لنا یوم الحزین فضلا و جود و الکرم

روتے تھے جن و انس سب مثل حفیظ دل حزیں
فرماتے تھے جب ہاتھ اُٹھا کر امام المومنین
ناحق ستاتے ہیں مجھے یا شاہ یہ اعدائے دین
یا رحمۃ اللعالمین ادرک زین العابدینؑ

محبوس ایدالظالمین فی الموکب والمزدحم

ہلال محرم

ہوا اک جگہ چھوٹے بچوں کا جھرمٹ
نمایاں ہوا جب ہلال محرم
کوئی خوش کہ منت بڑھیگی ہماری
کوئی خوش کہ مجلس میں جائینگے باہم
کوئی خوش کہ پڑھنے سے چھٹی ملے گی
کوئی خوش کہ اب ہاتھ آئینگے درہم
کوئی خوش ہی بڑا گلے میں پہن کر
کوئی کھا کے گوٹا ہوا شاد و خرم

کوئی ہو گیا مشک لیکر بہشتی ۔۔۔ کوئی ہیک بنکر مچاتا ہے اودہم
غرض بن سنور کر تصور مین وہ سب ۔۔۔ دکھانے لگے اپنے اپنے خم وچم
مگر ایک لڑکا الگ چُپ کھڑا ہے ۔۔۔ سراپا شبیہ الم چشم پرنم
وہ کس فکر مین سرنگون ہو رہا ہے ۔۔۔ خدا ہی ہے کچھ حال سے اُسکے محرم
چمکنا ادھر ماہ نو کا فلک پر ۔۔۔ کلیجے پہ چلنا اُدھر خنجر غم
لڑکپن کا آخر ہوا یہ تقاضا ۔۔۔ کہ وہ گھر گیا ان خیالون مین اُسدم
یہ سب اپنے اپنے ارادونمین خوش ہین ۔۔۔ جو دل پر بنی ہاے کس سے کہین ہم
یہان کوئی والی نہ وارث ہے اپنا ۔۔۔ ہزارون ہین رنج والم - اک مراد ہم
وہ ہے کون جو میری منت پڑھائے ۔۔۔ وہ ہے کون جو اسکو سمجھے مقدم
کرون کس بھروسے پہ کوئی تمنا ۔۔۔ کہ ہے روز تیسرا دیتیمی کا ماتم
جدھر دیکھیے یاس سی چھا رہی ہے ۔۔۔ مری بیکسی کا نرالا ہے عالم
اُٹھا سر سے آبا کا جسدن سے سایہ ۔۔۔ بزرگون کی وہ شفقتین ہو گئین کم
نہ اب وہ تسلی تشفی ہے ان کی ۔۔۔ نہ اب وہ محبت کا اظہار ہر دم
سوا ان کے (اسکو خدا زندہ رکھے) ۔۔۔ کوئی بھی نہین آج غمخوار و ہمدم
تو اسکو ہے خود ہی زندڑاپے کا رونا ۔۔۔ مرے زخم دل پر دھرے کیا وہ مرہم
ہمین دیکھکر ٹکڑے اُسکا جگر ہے ۔۔۔ تو ہم دیکھکر اس کو روتے ہین پیہم

دیا داغ یہ وقت سے تو نے پہلے
خدا تجھ سے سمجھے بس اے چرخ اظلم

بہ تقریب شادی جناب حافظ مولوی سید شاہ حبیب اللہ صاحب برادر خورد جناب مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب احقر مظفر پوری

سہرا

تابع شرع کا کیا گوندھیگی مالن سہرا
یا نبی آپ کا ہے سایۂ دامن سہرا

لے جو دامن مین ضیاء رخ روشن سہرا
تو بنے صاعقۂ وادی ایمن سہرا

ضد یہ مالن کی ہے پھولون مین لدا ہو دولہ
سادگی کہتی ہے کیا چیز ہے کنگن سہرا

زیر عمامہ یہ کہتی ہے جبین روشن
دنگ ہو دیکھے جو یہ حسن یہ جوبن سہرا

خود نہ آئیگا کبھی جلوۂ ایمان کے قریب
ہوش کا اپنے نہوگا کبھی دشمن سہرا

شوق تزئین جو ہوا واہ رے نیرنگی حسن
بن گئی صاف شعاع رخ روشن سہرا

پاک یہ عقد رہا ہر رسم قبیحہ سے حفیظ
رہ گئی یون ہی لیے ہاتھ مین مالن سہرا

اے مرے اچھے بنے تجھ کو مبارک سہرا
زیب دیتا ہے تجھے سر سے قدم تک سہرا

بے نیازی کی ادا اور غضب ڈھاتی ہے
ہو گیا حسن خداداد کو پرچک سہرا

حسن نوشاہ ہوا شان تعلی کا سبب
آج کرتا ہے مہ و مہر سے چشمک سہرا

آج اس جشن مبارک کی ہے کونین مین دھوم
آج گاتی ہین ترا حور جنان تک سہرا

اک نہ اک حسن کے اعجاز سے کھلتا رہا گل
زینت عارض گلرنگ تھا جب تک سہرا

زر بھی مٹھی مین گہر بھی رہا دامن مین مگر
خود ہوا بک کے ترے حسن کا گاہک سہرا

سنکے ہر شعر کو انصاف یہ کہتا ہے حفیظ

قابل قدر کہا تو نے یہ بیشک سہرا

سہرا بہ تقریب عقد جناب سید محمد ظفر حسن خانصاحب رئیس اعظم مظفرپور

کب ضیاے رخ روشن سے ہی بہتر سہرا
خوبی حسن رہا آج ترے سر سہرا

اللہ اللہ یہ زرتار و منور سہرا
ہالۂ ماہ ہے یہ چاند سے منہ پر سہرا

چشم بد دور یہ لڑیون کی سجاوٹ یہ پھبن
چڑھ نہ جائے کسی بدبین کی نظر پر سہرا

میرے یوسف کو ضرورت نہین گلگونے کی
بہر تزئین ہے بہت چاند سے منہ پر سہرا

سر چڑھا کر کہین نظرون سے گرانا نہ مجھے
عرض کرتا ہے یہ جھک جھک کے قدم پر سہرا

حسن نے ڈالدی ہر چیز مین جان تازہ
رنگ اعجاز دکھاتا ہے سراسر سہرا

اگر گیا اپنی نگاہون سے کنہیا کا مکٹ
دیکھ کر طرۂ دستار کے اوپر سہرا

اک خدائی لیے آئی ہے نئے خوبی حسن
کشتیٔ چشم مین مژگان کا لگا کر سہرا

نکہت گل کہین جنت مین نہ اڑ کر پہونچے
لاے حورون کو نہ محفل مین لگا کر سہرا

تار زر پھولون مین مقنعہ مین ضیاء عارض
ماند کرتا ہے شعاع مہ و اختر سہرا

بحر و بر دونون کا حاصل ہو نثار نوشاہ
گوندھیے آج ملا کر گل و گوہر سہرا

سچ کہاوت ہے کہ شملہ ہو بمقدار علم
کیا ہی موزون ہی ترے روے نکو پر سہرا

زر جو مٹھی مین تو دامن مین گہر رکھتا ہی
سر نوشاہ پہ کرنے کو نچھاور سہرا

ہے کلائی مین جو کنگنا تو گلے مین بدھی
طرہ ہے لپٹی دستار کے اوپر سہرا

موتیون سے جو بھرین منہ تو صلا کم ہی حفیظ
غالب و ذوق کے لکھا ہے برابر سہرا

بہ تقریب شادی رئیس موصوف

یہی ہر کہ و مہ کے لب پر دعا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا
جسے دیکھیے آج وہ کہ رہا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

جدھر دیکھیے دھوم ہے تہنیت کی نہ بھولیگا یارون کو یہ جشن شادی
زمانے مین گونجی ہوئی یہ صدا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

نرالی پھبن ہے انوکھی ادا ہے ترے حسن دلکش کا یہ معجزہ ہے
زبان بن کے ہر برگ گل کہ رہا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

نہ دل سے کہتے ہین اپنے پرائے یہ شادی کی تجکو لگن راس آئے
مزے کی تمنا مزے کی دعا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

سعادت علی خان کی اللہ رے ہمت یہ لٹتے ہین توڑے وہ بٹتا ہے خلعت
ہمین اُن سے یہ کہہ کے لینا صلا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

نرالی ہے ترتیب بزم طرب کی نئے ڈھب کی ہے آج کی نغمہ سنجی
تماشا ہر اک ساز کی یہ صدا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

حفیظ اب تو یہ بات پیدا ہو گی زمانہ لکھے نظم گو تہنیت کی
جو کہنے کا حق تھا وہ تو نے کہا ہے سلامت یہ دولھا مبارک یہ سہرا

کب ہے شایان نفاست گل تر کا سہرا
تجکو موزون ہے بنے تار نظر کا سہرا

حسن کی شان دوبالا ہو جو بہر تزئین
ایک زر کا ہو تو ہو ایک گہر کا سہرا

للہ الحمد ہوئی دل کی تمنا پوری
اے دعا آج ترے سر ہے اثر کا سہرا

اہل نظارہ کی آنکھون مین چکا چوندسی ہے
کیا ہی تابندہ ہے اُس رشک قمر کا سہرا

سب نے حیرت سے کہا نکلا افق سے خورشید
روے تابان سے دم صبح جو سرکا سہرا

کس قیامت کی چمک ہی کہ ٹھہرتی نہین آنکھ
ہے شعاع گل خورشید کہ زر کا سہرا

سامعین وجد مین آئین تو عجب کیا ہی حفیظ
خوب ہی آپ نے لکھا یہ ظفر کا سہرا

بنا ہے کچھ ایسا پریزاد سہرا
دکھاتا ہے حسن خداداد سہرا

ہوے جاتے ہین پھول جامے سے باہر
خوشی سے ہی آج اسقدر شاد سہرا

برابر جو ہے قد موزون سے تیرے
بنا اِس لیے سرو آزاد سہرا

میسر اسی کو ہے رخ کا نظارہ
تجھے دے ترے حسن کی داد سہرا

گل باغہاے مضامین نو کا
بنا لائی ہے طبع نقاد سہرا

پریخانہ ہے بزم شادی کسی کی
تو پھر کیون نہ گائین پریزاد سہرا

لپٹتا ہی جھک جھک کے قدمون سے تیرے
مگر ہے خوشامد مین استاد سہرا

سمان جشن شادی کا بھولیگا کیونکر
کہ ہر شخص کو ہو گیا یاد سہرا

حفیظ اک زبان ہو کے کہتے ہین سامع
کیا آپ نے خوب ارشاد سہرا

سہرا براے سید شاہ نور الرحمن صاحب عرف نوشہ خلف جناب سید حافظ مولوی شاہ نذر الرحمن صاحب رئیس پٹنہ

بنا کیا ترا چشم بد دور سہرا
سراپا جواہر سے معمور سہرا

ابھی دونون ہاتھون سے لیلے بلائین — ترا دیکھ پائے اگر حور سہرا

ہوا عکس عارض کا جب پرتو افگن — چمک کر بنا شعلۂ طور سہرا

ذرا دب گیا ہی جو شملے کا پہلو — تو کیا کیا ہی رفعت پہ مغرور سہرا

حفیظ آپ بھی کیسے دے کر دعائین — مبارک تجھے اسے مرے نور سہرا

سہرا بتقریب ختنہ خلف اکبر جناب مولوی سید یوسف حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس پٹنہ

باندھتے ہی یہ منور ہوا سارا سہرا — اہل محفل کی بنا آنکھ کا تارا سہرا

دیکھین پریان بھی تو صدقے ہون بلائین لیکر — پیارے پیارے ترے عارض پہ پیارا سہرا

آکے دیکھو مرے نوشاہ کے رخ کا جلوہ — یہی کرتا ہے حسینون سے اشارا سہرا

رسم سنّت کی ادا ہو کے مچے بیاہ کی دھوم — پھر بندھے یون ہی ترے سر پہ دوبارا سہرا

ہے یہ امید کہ ہو طرہ دستار قبول — کہ کے لایا ہے حفیظ سخن آرا سہرا

اُڑ کے پہونچی ہے لپٹ تا بہ فلک سہرے کی — وجد مین آئے ہین خوشبو سے ملک سہرے کی

عکس عارض سے بڑھی اور دمک سہرے کی — ابتو دونی نظر آتی ہے چمک سہرے کی

دل حسینون کے کھنچجان کیون نہ دم نظارہ — لوٹ ہین دیکھ کے پریان بھی لٹک سہرے کی

نکہت گلشن فردوس کا ہوتا ہی گمان — پھیلی پھیلی ہی یہ محفل مین مہک سہرے کی

پھولون پر چھوٹ جو نوشاہ کے عارض کی پڑی — بڑھ گئی عقد ثریا سے چمک سہرے کی

سرو سے بڑھ کے کہین ہی قد نوشاہ کا لوچ | شاخ گل سے کہین اچھی ہے لچک سہرے کی

اہل محفل کی ہے آنکھونمین چکا چوندھ حفیظ
دیکھ کر اس رخ روشن پہ جھلک سہرے کی

مناظرۂ جہل و علم

جہل نے علم سے پوچھا یہ مخاطب ہو کر | کون سے امر مین تجکو ہے فضیلت مجھ پر
مین نے وہ کام کیے ہین جو کسی سے نہوے | بار ہا اپنی چھری اور تھا حلق دختر
جان سی چیز کے کھونے مین کبھی باک نہ تھا | خودکشی کرتے رہے ہین مرے پیرو اکثر
میری ہی ذات ہوئی بغض و بغاوت کی بنا | میرے کردار سے اک خلق ہوئی زیر و زبر
امن کا دخل مرے دور مین ناممکن ہے | عدل کا مرے قلمرو مین ہے دشوار گذر
بخل کا میری حکومت مین چلن جاری ہے | اپنے محکوم ہین قارون سے بہت بندۂ زر
کیون نہ ہنگامۂ عالم کا سبب کہیے اسے | میری ہستی جو ہو ناپید تو پیدا نہو شر
کچھ زیادہ جو مرا اہل دول مین ہے رسوخ | میرے گرویدہ ہین یہ عیش و طرب کے خوگر
درس گاہین بھی مرے ہاتھ سے محفوظ نہین | میری کرتوت سے تاریک ہے علمی منظر
سامری میری بدولت جو ہے مشہور جہان | کاہنون مین مری تدبیر کا جاری ہے اثر
منحرف دین سے ہوتے ہی خدا سے بھی پھرے | دہریئے میری ریاضت کے ہین طرفہ ثمر
سنکے اس دعوی باطل کو کھلے علم کے کان | لب اعجاز سے گویا ہوا وہ نیک سیر
کور دل چشم بصیرت سے بھی معذور ہے تو | خاک بھی تجھکو نہین اپنی حقیقت کی خبر
مفت بک بک کے مرے سر کو پھرایا تو نے | لغو ہین لغو تری شورش بیجا یکسر
جتنے اوصاف بیان تو نے کیے سب ہین عیوب | صاحب فہم کو لازم ہے تعلی سے حذر

سامنے میرے تری ہستی باطل کیا ہے
تیرگی شب کی ہو کا نور جو طالع ہو سحر

شرم آتی نہین اظہار شقاوت کرتے
بیشتر تیری چھری تیز تھی مجبورون پر

کیا خبر تجھکو کہ ہے جرأت و ہمت کیا شے
خودکشی شیوۂ بزدل ہے عبث فخر نہ کر

تیرے باعث سے جو ہے بغض و عداوت کی بنا
اہل ادراک سمجھتے ہین مجھے امن کا گھر

عدل کی میرے قلمرو مین یہ پابندی ہے
جرم عائد ہو تو ہے حد کا سزاوار بشر

سیرچشمی مرے حصے مین ازل سے آئی
آب و گل مین ہین مرے جود و عطا کے جوہر

بیگمان میری سخاوت ہی خدا کی بخشش
اس خزانے کو پہونچتا نہین دینے سے ضرر

چھین سکتا نہین جابر کوئی دولت میری
چور کا اسکو نہ کھٹکا ہے نہ رہزن کا خطر

وہ سرافراز ہوے دل سے جو تھے میرے مطیع
جو پھرے مجھ سے وہ عالم مین رہے خاک بسر

دہریہ کیا مرے مکتب کا ہے اک طفل شریر
ٹکڑے ٹکڑے ہو مرے وار سے کاہن گر گر

خوگر عیش ہو یا بندۂ زر کوئی ہو
اپنے افعال قبیحہ سے نہین اس کو مفر

خود جو گمراہ ہو کیا راہ بتائے گا مجھے
پاشکستہ کو بتاتا ہے کوئی بھی رہبر

بات سن میری ذرا کھول کے گوش شنوا
دیکھ یون تو مرے اوصاف ہین فتر دفتر

سر اٹھانے نہین دیتا ہے مجھے حلم مرا
ورنہ ہین غیب کے اسرار یہان پیش نظر

در پر اپنے نہین کس کا سر تسلیم ہے خم
بادشاہان جہان تک ہین مرے دست نگر

محفل جم مین اک ادنیٰ سی جھلک تھی جو مری
آج تک دور مین ہے جام شراب احمر

فوج مین صولت و حکمت جو نہ شامل ہو مری
معرکون مین نظر آئے نہ کبھی روے ظفر

خدمت دین مین کٹتی ہے مری اوقات عزیز
انکا حامی مین رہا جتنے ہوے پیغمبر

مجھ سے پہلے کوئی شے ہے تو وہی ذات قدیم
مجھ سے ہے افضل و بہتر تو خدائے برتر

واے ہم

ایک ہندی سے کسی سیاح نے
روم مین پوچھا زراہ آگہی

عام اہل ہند کا ہے کیا خیال
خاص لوگون کی ہے کیا دلبستگی

مشغلے کیا کیا ہین صبح و شام کے
سیر گاہون مین ہے کیسی تازگی

کتنے چشمے کسقدر ہین سبزہ زار
کیسی اہل ملک کی ہے خوش دلی

کتنے ٹھیٹر کتنے قہوے خانے ہین
کیسے جلسے کیسی ہے سوسائٹی

رہتے ہین کس رنگ مین ہندی جوان
رکھتے ہین کیسا مذاق عاشقی

اُنمین سے جو آج ہین سحر البیان
کیا اثر رکھتی ہے اُنکی شاعری

کتنے ہین آگاہ علم ہندسہ
کتنے معقولی ہین کتنے فلسفی

کیا ہے آخر صورتِ تفریح طبع
جانتے ہین لوگ علمِ موسقی

صنعت و حرفت کے خود موجد ہین وہ
دوسرون کی کرتے ہین یا پیروی

کتنے ہین علمی مباحث کے مقام
اور ہوگی کس قدر یونیورسٹی

ہون گی لائبریریان ہر شہر مین
کیا ہے تعداد اُنکی تصنیفات کی

الغرض اُسنے کیے جتنے سوال
تھی اِدھر سب کا جواب اک خامشی

بعض چیزون کا اگرچہ ہے وجود
ہان مگر اظہار مین دقت یہ تھی

اُنکا بھی ہونا نہ ہونا ایک ہے
قوم سے مخفی نہین یہ راز بھی

نفی مین تھا ساری باتونکا جواب
اِس لیے اُسکو بڑی حیرت ہوئی

کرکے حسرت ملک و اہل ملک پر
کہہ اُٹھا وہ حیف اُن کی زندگی

شاعر خلقی ہوتا ہے

جلوۂ ماہ سے اُسے نسبت — کرمکِ شب ہوا کہ تابندہ
ذرہ کسب ضیا سے ہوتا ہے — صورتِ مہر کب درخشندہ
باز آ اس خیال باطل سے — ورنہ آخر کو ہوگا شرمندہ
شاعری کسب سے اگر آتی — تو زمانہ تھا اِس کا جوئندہ
سٹے ہوتے یہ شاعرِ خلقی — نام رہتا نہ ایک کا زندہ
اسمین تجکو اگر ہے کچھ پس و پیش — اک سند ہے یہ بیت آئندہ

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعزاز شاعری

شاعر کا اوج بلبل سدرہ سے کم نہ تھا — رکھتی تھی جن دنون پر پرواز شاعری
خدمت گذار شاعر خوشگو تھا ہر امیر — تھی ہر وزیر و شاہ کی دمساز شاعری
گرویدہ اک جہان تھا اُسکے جمال کا — کرتی تھی اپنے حسن پہ خود ناز شاعری
ہوتی تھی ہر رئیس کی مجلس مین اس کی قدر — رہتی تھی بزم و رزم مین ممتاز شاعری
مُنہ موتیون سے بھرتے تھے اہل سخن کے لوگ — کرتی تھی شاعرون کو سرافراز شاعری
تسخیر قلب ہوتے تھے تاثیر شعر سے — حُسن بیان مین رکھتی تھی اعجاز شاعری
شاعر کی قدر فخر دو عالم نے کی حفیظ — رکھتی ہے یہ سند پہ اعزاز شاعری

قطعات تاریخ انتقال داغ مرحوم

نوحہ خوان امیر و داغ ہین آج
مل گئے چند سال کے بچھڑے
یادگار اپنی دونون چھوڑ گئے
ایک ہی چیز ہے مگر دو رنگ
فرق کیا شوخی و متانت کا

تعزیت خوش نوائے باغ کی ہے
انتہا دوست کے سراغ کی ہے
تو ہوے یہ دو ایاغ کی ہے
دل کی اک فکر اک دماغ کی ہے
روشنی شمع کی چراغ کی ہے

مر کے چھوٹا نہ ارتباط حفیظ
قبر قرب امیر داغ کی ہے

ہاے فالج نے کیا ستم ڈھایا
ماہ ذی حجہ کی نوین تاریخ
مر کے چپ ہو گیا فصیح الملک
ہاے وہ خوش نوائے بلبل ہند
خاص تجھسے مجھے عقیدت تھی
خوش بیانی کا اب مزا نہ رہا
اب منڈھے چڑھ چکی سخن کی بیل
نہ مٹا تھا حفیظ امیر کا داغ

کیسی برپا ہوئی قیامت آہ
یا ہے عاشورے کا یہ نو سیاہ
یہ خبر مشتہر ہوئی ناگاہ
ہاے استاد شاہ آصف جاہ
یہ تصنع نہین خدا آگاہ
نغمہ سنجان ہند وا ویلاہ
اب رہا اس زبان کا حال تباہ
کہ ہوا داغ کا غم جانکاہ

بحر غم سے اٹھا کے سر یہ کہا
شاعری داغ کے گئی ہمراہ

ایضاً

مثال زلف ہی سنبل یہ کیون پریشان حال — لہو یہ آنکھ سے نرگس کے کیون ٹپکتا ہے
یہ آج کیون صفِ ماتم بچھائے ہے سبزہ — یہ کس کے سوگ مین پھولونکا چاک جامہ ہے
یہ کیون ہے قطرۂ شبنم سرشک خون آلود — یہ کیون نسیم سحر آج دل گرفتہ ہے
یہ کیون ہے بلبل رنگین نوا کو جوشِ فغان — بجائے نغمہ یہ کیون آج لب پہ نالا ہے
یہ پھول ہین کہ ہوا پر بچھے ہین انگارے — لپٹ یہ نکہت گل کی نہین ہی شعلہ ہے
بھڑک اُٹھی مرے نالون سے اور آتشِ گل — لگی ہے آگ چمن مین عجب تماشا ہے
یہان مراد چمن سے ہے گلشن ایجاد — بہار ہستیِ فانی خزان کا جھونکا ہے
اک ایک بوٹے سے ظاہر اُسی کی ہی قدرت — یہ رنگ بوئے چمن جسکا اک کرشما ہے
خزان بہار سے ہے نیرنگ باغ عالم کا — گلون کی تاک مین صرصر نیا شگوفا ہے
اثر سے اسکے نہین کوئی باغ بھی محفوظ — اسی خزان نے ہزارون چمن کو لوٹا ہے
حیات و موت حقیقت مین ایک ہین دونون — کلام حکم قضا و قدر مین بیجا ہے
ریاض دہر کو گلچین غریب کیا جانے — یہ اُس سے پوچھیے پودھون کو جسنے سینچا ہے
لیا ہے نالۂ بلبل سے کچھ اُسی نے سبق — نگاہ غور سے پھولون کو جسنے دیکھا ہے
غرض ہے بلبل رنگین نوا وہی بلبل — چمن یہ نغمۂ دلکش سے جسکے گونجا ہے
نسیم صبح سے نسبت ہے طبع موزون کو — یہ جسکے فیض سے شاداب گل کا تختا ہے
یہ سرو و نرگس و سنبل ہین خوشہ چین چمن — کچھ انکو دیکھنے سننے کا شوق ایسا ہے
کہ صحن باغ مین سب رہ گئے بنا کر گھر — حکایت گل و بلبل انہین کا قصا ہے
وہ اشک چشم ہے شبنم سے جسکی ہے تعبیر — جو پھول سرخ ہے شاعر کا وہ کلیجا ہے

ہوا ہے برہم و درہم جو کارخانۂ نظم
جہان سے کوچ کسی مقتدائے فن کا ہے
مچا ہے محفل شعر و سخن مین اک کہرام
عروس فکر کے ماتم سے حشر برپا ہے
بیان کیا ہو غم و اضطراب اہل دکن
یہان جب ایک سے رنج ایک کو زیادہ ہے
ضیا، خیال، مبارک، نسیم ہین دل تنگ
متین اور وجاہت کو سخت صدمہ ہے
نڈھال کیون نہون تلمیذ یہ خبر سُن کر
رفیق و دوست کو اس حادثے سے سکتا ہے
ریاض و آہ و جلیل و وسیم و اختر کو
یہ چپ لگی ہے کہ رونا ہے اب ہنسنا ہے
شفق کو برہم و کوثر کو جاہ و مضطر کو
جو دیکھیے تو قلق شکل سے ہویدا ہے
رلا رہی ہے تری یاد ہر سخندان کو
ترا جو شعر ہے وہ مرثیہ ہے نوحا ہے
زبان تیری سند مستند کلام ترا
امام فن کے لیے اجتہاد زیبا ہے
کہین ہوئی کوئی سہو تو وہ سہو نہین
تمام عیب سے کس کا سخن مبرا ہے
کہینگے ہم تجھے مخزن زبان اُردو کا
جو اعتراض ہے تجھپر وہ لغو بیجا ہے
پس فنا ہے یہ معجز بیانیون کا اثر
کہ تیرا نام ہے زندہ کلام زندہ ہے

حفیظ سال فنا بے بہا نکال کے پڑھ
ہین آج بلبل ہند اور شاخ طوبیٰ ہے

قطعۂ تاریخ دیوان جناب جلیل صاحب

حضرت اُستاد کا ثانی کہان
پھر غنیمت آج ہے ذات جلیل
جانشین اُنکے یہی مانے گئے
کیا یہ کچھ کم ہے کرامات جلیل
چھپ کے ہاتھون ہاتھ جائیگا کلام
جا بجا پہونچیگی سوغات جلیل

کتنی اچھی ہے یہ تاریخ اے **حفیظ**
حسن انجام خیالات جلیل ۱۳۲۸ھ

مدارج اخبار

سن لیجیے مدارج اخبار مختصر — پیمبر نہین سمجھیے اسے ایک پیشوا
ہردم بتائے منزل مقصود کی جو راہ — کیونکر نہ مان لیگی اسے قوم رہنما
گھر بیٹھے سیر کیجیے سارے جہان کی — گویا ہے اپنے وقت کا جام جہان نما
حکام رس فقط ہی نہین حکمران بھی ہے — اچھے برے کا خوب ہی کرتا ہے فیصلا
دنیا کے ہر گروہ مین اسکی رسائی ہے — ملتی ہے ہر امیر کی مجلس مین اسکو جا
المختصر رسوخ در بادشاہ تک — دیکھا کہان تک اسکا پہونچتا ہے سلسلا
سنجیدگی سے کرتا ہے ہر اک سے گفتگو — اسکی زبان نہین ہے شناعت سے آشنا
سلطان کا جان نثار رعیت کا خیر خواہ — ہے ایک سے یہ صدق طلب ایک سے وفا
لطف و عطا کی شاہ سے ہردم اسے امید — ہر وقت چاہتا ہے رعیت کا یہ بھلا
دنیا مین جتنی قومین مہذب ہین آج کل — انکا یہی ہے ذوق یہی شغل و مشغلا
یورپ مین دیکھیے تو بہت ایسے لوگ ہین — اخبار صبح دیکھ کے کرتے ہین ناشتا
کس نہج پر وہان کی ہے طرز معاشرت — اخبار دیکھنے ہی سے چلتا ہے یہ پتا
افسوس ہند مین بہت اسکا ہے کم رواج — یہ کس لیے کہ علم کا چرچا نہین رہا
میری مراد علم سے ہے علم اقتصاد — گو آپ لاکھ جانیے منطق کہ فلسفا
شاعر جو حسب حال مضامین لکھ سکے — اسکا شمار اہل قلم مین نہین روا

وہ قابل ثنا ہین کہ جو ایسے وقت مین
ہر روز ڈالتے گئے اخبار کی بنا

صد شکر آج بڑھ گئی تعداد اس قدر
اپنی زبان کے چھپتے ہین پرچے ہزارہا

ہر شہر سے نکلتے ہین اخبار تین چار
تعداد بعض شہر کی اس سے بھی ہے سوا

الپنچ ایک اور یہ پٹنے کا شہر واہ
کیا وجہ کی جو سب نے اک اسپر ہی اکتفا

اب تک کسی کا کیون نہین آیا ادھر خیال
اسکے سوا نہین ہے سبب کوئی ظاہرا

آزاد سا اُبھارنے والا نہ تھا کوئی
نکلا نہ آج سا کوئی پرچہ تھا جگمگا

اِسوقت اسکی کتنی ضرورت تھی کیا کہین
جو اس کو جانتا ہے وہی کچھ ہے جانتا

مشہور دور دور ہین پٹنے کے قدردان
دنیا مین ان کے نام کا طوطی ہے بولتا

تھوڑی سی جو ادھر ہو توجہ تو دیکھیے
اخبار روز روز نکلتا ہے اک نیا

معلوم پھر ہون آپکو شایستگی کے ڈھنگ
بچون کو دیکھیے کہ وہ ہوتے ہین کیا سے کیا

جوہر کھلین سخن کے سخنور کی دھوم ہو
جوہر شناس ہون تو یہ ہین دُر بے بہا

اہل قلم ہین اہل سخن ہین یہان کے لوگ
ہر معرکے مین انکا قدم آگے ہی رہا

جو ہے وہ نظم و نثر مین یکتائے دہر ہے
برسون مین انکو جانچ چکا آزما چکا

بیدل کی ہے مثال نہ راسخ کا ہی جواب
سلطان فارسی وہ یہ اُردو کا بادشا

آزاد شاد شوق و اثر کاملین فن
نازک خیال اہل سخن کا شمار کیا

کتنے وہ نوجوان جو بڑے ہونہار ہین
اللہ بخشے اُن مین سے اک مر گیا ضیا

کس اہل فن کو داد یہان سے ملی نہین
جو آگیا ادھر اُسے حاصل ہوا صلا

اپنی ہی تمکو قدر نہین آج اہل شہر
اک دن تھے وہ کہ اورون کو تمنے بنا دیا

دلی مین کچھ دھرا ہے نہ کچھ لکھنؤ مین ہے
اک رہ گیا ہے کہنے کو دعوی زبان کا

جو اہلِ فن گذر گئے اُنکا نہین ہے ذکر
کیا بولتے نہین ہین غلط اہلِ لکھنؤ

باقی جو رہ گئے ہین کرو اُن کا تذکرا
کیا عام دلی والون کا لہجہ نہین بُرا

بندہ کبھی کسی کا مقلد نہین حفیظ
ہر صاحبِ کمال کو دل سے ہے مانتا

زبان

قابلِ اسناد کب ہوتی ہے بازاری زبان
وا سے اہلِ ہند کچھ تمکو نہین اُردو سے اُنس
کی ترقی جسنے روز افزون بغیر امدادِ ملک

کچھ توجہ کے جو لائق تھے اخباری زبان
اپنی اپنی ہر کسیکو ورنہ ہے پیاری زبان
یہ شرف رکھتی ہے صرف اُردو کی بیچاری زبان

مدتون سے دخل ہے اسکا دفاتر مین حفیظ
ہو چکی اک گونہ ابتو یہ بھی سرکاری زبان

تدبیرِ ملاقات

وہ ٹھنڈے وقت آتے جاتے رستے مین جو مل جاتے
تلون طبع مین وعدہ بھی کرتے تو پلٹ جاتے
نکلنا چاہتے بچ کر تو ہوتا ہاتھ مین دامن
بلائین مین ادھر لیتا اُدھر وہ میان سے لیتے
مزا اسوقت آتا کشمکش سے جب وہ گھبراتے
غرض اس ہاتھا پائی مین کمر دُہری جو ہو جاتی

تو سیر ایسے مین کچھ تو تشنۂ دیدار ہو جاتا
کبھی اقرار ہو جاتا کبھی انکار ہو جاتا
کشاکش دیکھ کر مجمع سرِ بازار ہو جاتا
اُدھر سے وار ہو جاتا اِدھر سے پیار ہو جاتا
قسم کھا کھا کے پھر تو وصل کا اقرار ہو جاتا
نقابِ رخ بکھر کر طرۂ طرار ہو جاتا

نتیجہ یہ کہ ہوتے ہی اندھیرا بھیڑ چھٹ جاتی
غنیمت وقت پا کر میں گلے کا ہار ہو جاتا

سگِ دنیا سے کتے پھر بہتر
قانع و باوفا و شب بیدار

چار باتیں ہیں انمیں مومن کی
قدر پہچانتے ہیں محسن کی

پہلے ایفا کی سوچ لے تدبیر
کچھ جو عہد وفا کی فکر بھی ہو

جب کرے کوئی شرط وعدے کی
آئے نوبت ہی کیوں تقاضے کی

زہے شان کرم جو حال غریب
وہ سخی ہے جو اہل حاجت کا

تاڑ لے عرض حال سے پہلے
بھر دے دامان سوال سے پہلے

آج مردود دو جہان شیطان
جس کو کہیے گناہ بے لذت

اے حسد تیرے ہی بدولت ہے
وہ گناہ عظیم غیبت ہے

ساری دنیا سے چھانٹ کر چن کر
دیکھیے انمیں سے پھر اک اک کو

اک جگہ کیجیے جو بد سے بد
سب سے ہیں بدترین اہل حسد

دیکھ غالب نہو رعونت نفس
جس سے ہر دلعزیز ہے انسان

اس سے بچنا یہ عیب بھاری ہے
خاکساری ہے خاکساری ہے

خمسہ بر قطعہ خود

اب خرابات ہو کہ ہو مسجد
ہو اگر تو ہے متقی عابد
کچھ بھی اس بارے مین نہ کر ناضد
ہم محبت کے بندے ہین زاہد

ہم کو کیا بحث مذہبی سے غرض

باغ ہو کوہ ہو کہ صحرا ہو
مدرسہ خانقاہ حجرا ہو
کوئی ویرانہ ہو کہ تکیا ہو
دیر ہو کعبہ ہو کلیسا ہو

اُس کی دُھن اُس کی بندگی سے غرض

خمسہ بر شعر خود

یہان کچھ امتیاز کفر و دین باقی نہین ہے اب
شوالا مسجد اُسکا گھر یہ ہین کہنے کی باتین سب
محبت کا مین بندہ ہون اچھا اور یہی مشرب
مجھے کعبہ نشین سے کام ہی کعبے سے کیا مطلب

بیان واعظ مکین کا مجھسے کر ذکر مکان کیسا

غور سے سُننا کہ یہ باتین بہت ہین سود مند
اونچی کرسی دیر کی پایا حرم کا ہے بلند
اپنے ہر نکتہ مین اے غافل چھپی ہے لاکھ پند
دونون گھر اچھے ہین زاہد اپنی اپنی ہے پسند

تو رہا کعبے مین جا کر بتکدے مین ہم رہے

خمسہ بر مطلع نسیم دہلوی

نہ پوچھو اشک باری چشم تر کی
وہ رہ رہ کر تڑپ درد جگر کی

نہ چھوٹے کی مصیبت رات بھر کی | اب آئے ہو صدا سُن کے گجر کی

کہو جی شب کہاں تم نے بسر کی

خمسۂ اشعار خود

کچھ کشش عشق کی اگر ہوگی | بے خبر کو مری خبر ہوگی
کیا توجہ نہ خود ادھر ہوگی | اپنی قسمت جو راہ پر ہوگی

آپ سیدھی تری نظر ہوگی

جب نہ تب غیر ہی کا ہے چرچا | چھیڑ ہر دم یہی یہی جھگڑا
وصل کی شب مخل ہے یہ قضا | شام سے تذکرہ ہے دشمن کا

آج تکرار رات بھر ہوگی

کیا ہوا وہ نباہ کا وعدا | سب غلط تھا وہ اعتماد وفا
نہ کرے یوں کوئی کسی سے دغا | آپ سے ملکے خوب پھل پایا

یہ خطا اب نہ عمر بھر ہوگی

ایضاً

یاد آتی ہے وہ رہ رہ کے عنایت اُنکی | دل کو بیچین کیے دیتی ہے الفت اُنکی
ہائے تڑپاتی ہے کیا کیا ہمیں فرقت اُنکی | سامنے آنکھ کے کل تک رہی صورت اُنکی

آج ایک داغ کلیجے کا ہے حسرت اُنکی

پاس سے اپنے جو گھبر کے اُٹھا وہ مہرو | آنکھ بھر آئی نظر آتے ہی خالی پہلو
نہ چلا اشک بہانے کے سوا کچھ قابو | چھایا آنکھوں میں اندھیرا یہ بھر آئے آنسو

ہاے صورت بھی نہ دیکھی دم رخصت اُنکی

دل دھڑکتا ہے جو وہ لطف بھی فرماتے ہین
ہم تو ایسون کی عنایت سے بھی گھبراتے ہین
یہ تلون تو کسی مین بھی نہین پاتے ہین
بات کی بات مین پر ہم وہ ہوے جاتے ہین
آنکھ کی طرح بدلتی ہے طبیعت اُنکی

سچ ہے اچھا نہین ہوتا ہے کسی کا شکوا
ایسی باتون سے تو خاموش ہی رہنا اچھا
پھیر ملکر انکو کوئی رنج کرے کیون پیدا
دوست اُنکا ہے گلہ کیجیے کیا دشمن کا
یہ بھی اک طرح کی ہوتی ہی شکایت اُنکی

ایضاً

حال اپنا وہ نہین کوئی کرے جسکو قیاس
کبھی امید بندھی کچھ تو کبھی ہوگئی یاس
اِس کشش و پیچ مین کیونکر نہ طبیعت ہو اُداس
اُنکو ڈر اپنے پرائے کا مجھے وضع کا پاس
خود مین کیون جانے لگا اور وہ بلائین کیونکر

"

حال دل مین نے کہا شہر مین سب سے سچ ہے
لوگ واقف ہوے میری ہی طلب سے سچ ہے
باندھکر ہاتھ یہ کہتا ہون ادب سے سچ ہے
آپ بدنام ہوے میرے سبب سے سچ ہے
یہ تو فرمایئے کس نے کیا رسوا مجھ کو

"

دعا میری سُنکر وہ یون گالیان دین
ارے مین یہ چھوٹے مقدر کی باتین
مرے دل کو میرے جگر کو سراہین
ستاکر مجھے وہ مرا ضبط دیکھین
زبان کاٹ ڈالون جو لائین لب تک

کرنہ مجھے درماں سے تو معذور آج | طاق پر رکھ مرہم کافور آج
چارہ گر بہنے بھی دے ناسور آج | امتحانِ ضبط ہے منظور آج

جس قدر چاہے ستائے درد دل

دمبدم اپنا بگڑتا ہے مزاج | دیکھ لو کل سے ردی حالت ہے آج
گو دوا کرنا ہے دنیا کا رواج | ہم مریضوں کا نہین ممکن علاج

لا دوا ہین مبتلائے درد دل

پوچھتے کیا حال ہوا ہے دوستو | دل دکھے جس سے نہ وہ باتین کرو
کوئی بھی اب بدنصیب ایسا نہ ہو | رحم کب آیا کسی بیدرد کو

ہو چکی جب انتہائے درد دل

نظم بہ تقریب روزہ کشائی فرزند ارجمند جناب سید احمد نواب صاحب

بیرسٹرایٹ لا وڈپٹی کلکٹر

مرے مشفق ہین اک ڈپٹی کلکٹر | کریم و عدل گستر با مروت
مونگیر اب آپکا اجلاس ہوگا | مظفر پور ہے جائے سکونت
رئیس ابن الرئیس ایسے بھی ہین کم | کہ اس گھر مین ہے موروثی ریاست
یہ شان اور اسپہ سب سے جھک کے ملنا | اسی کا نام تو ہے آدمیت
خدا دولت جسے دے تو حلم بھی دے | وہ کیا سر مین بھری ہو جسکے نخوت

† وقت تحریر نظم ستمبر کی کسی تاریخ کو آپ ۱۹۰۸ء مین آرہ سے مونگیر تبدیل ہو گئے تھے۔

ملنساری کا جوہر کچھ نہ پوچھو　　یہی اک شے ہے معیار شرافت
دعائین بے سبب ملتی ہین لاکھون　　اک اک سے جھک کے ملنے کی بدولت
کہانتک اور یہ تمہید کب تک　　سخن کو طول دینا کیا ضرورت
وہان سب کچھ ہو۔ پھر کچھ بھی نہین ہے　　نہین اولاد کی جس گھر مین دولت
یہ اسکی دین اسکی سرفرازی　　جو ہو اس طرح کی حاصل مسرت
غرض اولاد سے جو گھر ہے آباد　　وہان تو روز ہی بجتی ہے نوبت
منانے کو خوشی تقریب دن دن　　سجی رہتی ہے ہر دم بزم عشرت
سنی ماہ مبارک کی جو آمد　　ہوا معصوم کو بھی ذوق طاعت
ہوئی مان اس ارادے سے جب آگاہ　　تو سینے مین اٹھا جوش محبت
ہوئین باہم زن و شو مین صلاحین　　بزرگون نے بڑھائی اور ہمت
مہ اقدس کی تھی وہ تیرھوین شب　　یہ کار خیر کی جب آئی ساعت
زہے خلق آپنے پوچھا مجھے بھی　　مسافر سے ملے۔ کی اپنی عزت
کیا اصرار اتنا ہو کے مجبور　　مجھے کرنی پڑی آخر کو شرکت
ہوئی اس حسن سے روزہ کشائی　　ہوئی اس دھوم سے تقریب دعوت
کہانتک جمع ان بیان کھانون کے اقسام　　نظر کے سامنے تھا خوان نعمت
عیان ہر شے سے تھی اک سیرچشمی　　سخی کا دل تھا یا سفرے کی وسعت
جگون مین برف کا پانی وہ ٹھنڈا　　غذا کی دفع ہو جس سے حرارت
وہ چلنا بعد دعوت چاے کا دور　　وہ باہم گفتگو وہ لطف صحبت
بہت سے ملنے والون سے ملے ہم　　ہوئی نواب* سے صاحب سلامت

* نواب سعادت یار خانصاحب متخلص بہ آزاد ۱۲

نظم بہ تعزیت مولوی حکیم احسن مرحوم بہاری ایڈیٹر الپنچ بانکی پور

مولوی و حکیم احسن آہ　　کر گئے اِس جہان سے رحلت

ابھی مرنے کے دن نہ تھے ہرچند　　ہان مگر موت کر گئی عجلت

اُٹھے دنیا سے جب رحیم الدین　　لوگ سمجھے کہ پنچ بھی رخصت

خیر صاحب ہوے ایڈیٹر جب　　نکلا اخبار پھر اُسی صورت

خدمت قوم خیر سے نے وہ کی　　اور الپنچ کی بڑھی شہرت

ہوے دفتر سے وہ علیحدہ کیون　　اِس کی بالکل نہین ہین صحت

آپ اب مالک و ایڈیٹر تھے　　منحنی جُسّہ پر تھی یہ ہمت

دن کو اخبار بینی درس و مطب　　شب کو تصنیف خاص کی محنت

انشا پرداز گو نہ ایسے تھے　　کچھ طبیعت مین تھی مگر جدت

وضع اپنی غرض نباہ گئے　　قوم کی کر کے کچھ دنون خدمت

صبر پس ماندگان کو دے یارب　　روح احسن ہو داخل جنت

خیر کچھ آپ کو ہے ہمدردی　　پھر ہے الپنچ کی ردی حالت

آپکے صوبے کا یہ ہے اخبار　　کھو نہ دے اسکو قوم کی غفلت

ترو تازہ دماغ کیجیے پھر　　اسکے پھولون کی سونگھکر نکہت

مجھکو جو حق تھا کہنے کا وہ کہا　　جانین آپ اور پنچ کی قسمت

جونپوری خربزہ

سردے کابل کے کھا کے دیکھے　　چتلے بھی لکھنؤ کے چکھے

ان دونون سے جونپور کے پھل — ہر طرح ہین ذائقے مین افضل

کھائے اک قاش تو ہون لب بند — پہونچے گا نہ اس مٹھاس کو قند

سبزے کی وہ قاش نہین نمائش — دیکھا کرو آنکھ کی یہ خواہش

قاشین ہین سپیدے کی وہ شفاف — کوزے مصری کے جسطرح صاف

بھینی بھینی وہ میٹھی خوشبو — ہو تازہ دماغ ایسی خوشبو

دولت کی چاٹ کہہ رہی ہے — لذت کی زبان جوہری ہے

اس کھیت کا ہی عجیب پانی — جذب اسمین ہے آب زندگانی

مرکز ہے بشیر پور[1] مشہور — ہے شہر سے یہ مقام کچھ دور

اس کاشت کو زمین ہے اکسیر — کیا آب وہوا کی کہیے تاثیر

کھیت اور بھی یون تو جابجا ہین — شکل ایک مگر مزے جدا ہین

صورت کو نہ دیکھیے پھلون کی — سیرت کی ملاحظہ ہو خوبی

صورت تو نہین ہے خوبصورت — سیرت کی فقط ہے قدر و قیمت

جو لطف و مزے ہین کہیے کس سے — چکھے جو کوئی تو یاد رکھے

شیرین ایسا اور اس مزے کا
دنیا کا نہین ہے کوئی میوا

کھا چکے کابل کا سردا خربزہ — لکھنؤ کا خوب چکھا خربزہ

جونپوری سے مگر سب ہیچ ہین — اب کہان ایسے مزے کا خربزہ

واہ رے سبزے سپیدے کی مٹھاس — خوشنما خوشرنگ میٹھا خربزہ

[1] نام موضع جہان خربزہ کی کاشت ہوتی ہے ۱۲

گو ہے عنابی کی رنگت دلفریب
پھر بھی کم لیتے ہیں ایسا خربزہ

اب جمالی پھل نظر آتا نہیں
ہو گیا مفقود کھرا خربزہ

صرف بوڑھا ہوا کا ہے بازار گرم
بک رہا ہے یہ انوکھا خربزہ

ق ۲

صورت ایسی دید جسکی ناگوار
سیرت ایسی جسنے چکھا خربزہ

چاٹ کر ہونٹھوں کو وہ کہنے لگا
جان شیرین سے ہے میٹھا خربزہ

فصل سے پہلے ہی بکجاتے ہیں کھیت
چاندی اسکی جس نے بویا خربزہ

یعنی جن اخباروں کو اس کا علم ہو

نظم

گو برا مانے کوئی سچی کہو
کون کہتا ہے کہ منہ دیکھی کہو

اور کے جھگڑوں سے کیا مطلب غرض
آؤ جی میری سنو اپنی کہو

دور ہو ہندو مسلمان کا نفاق
کوئی ہو تدبیر اگر ایسی کہو

مذہبا کب ہے دل آزاری روا
کیون کسی کو کافر و ناری کہو

بحث جب وحدانیت کی آپڑے
بات نرمی سے خدا لگتی کہو

شیعہ و سنی کی بھی تفریق کیا
کلمہ گوؤں کو مسلمان ہی کہو

خود گھٹاؤ آپ ہی اپنی جتھا
آپ کو پھر دین کا حامی کہو

تم سمجھتے ہو اگر گم کردہ راہ
تو نہ اپنا رہبر و ہادی کہو

ہان مگر مد مقابل غیر کے
بے تکلف قوت قومی کہو

شاعری کیا ہے زرہ گوئی کا ہے نام
کچھ کہو تو حالت ملکی کہو

غلغلہ سنیے سودیشی جوش کا
ہند یہ ہے ہر چیز کو دیسی کہو

کاٹ کر جاکٹ بناؤ مرزئی
گون کو سائے کو بھی ساڑی کہو

چاہتے ہو کچھ جو انسے ربط و ضبط
شیخ جی تہبند کو دھوتی کہو

ہم اگر کچھ بولیں تو مجرم بنیں
اور تم یہ بھی کہو وہ بھی کہو

آج[1] سر سید کے جتنے دوست ہیں
سب کو کالج کا بدل حامی کہو

ہیں یہ اسم بامسمی ہر طرح
محسن الملک انکو یا مہدی کہو

دیکھکر دار العلوم دیوبند
اے مسلمانو خدا لگتی کہو

مدرسہ اب کون ہے اس شان کا
ہاں اسے سرچشمۂ دینی کہو

دیکھ لو علم و عمل کو جانچ لو
جب انھیں علمائے حقانی کہو

درس گاہیں ایسی بارونق کہاں
چھن رہا ہے نورِ عرفانی کہو

ہر معلم متقی پرہیزگار
یعنی ان کو مصلح قلبی کہو

سادگی پر ہے نظر طلاب کی
اس کو بھی تعلیم کی خوبی کہو

علم کا حاصل سمجھ لو علم دین
عالموں کو پیشوا ہادی کہو

جس جگہ ہو درسِ قرآن و حدیث
تم اسے یونیورسٹی اپنی کہو

[1] یہ بہت پرانی نظم ہے جب محسن الملک کی حیات میں علیگڈھ کی تعلیم کا زور شور تھا اور ... ہو گئے

قافیے کی قید یہ اچھی نہین — کہتے ہین جس رنگ مین حالی کہو
مغربی پھیلا ہوا ہی اب مذاق — خود کو بیگن دہر کو تھالی کہو
صوفیون مین کیا گویونکی ہو قدر — چھوڑ کر سب اک قوالی کہو

اور کیا ہے دین دنیا سے مراد — اسکو فانی اور اسے باقی کہو
زندگی کو جان لو رنج خمار — موت کے پیغام کو ساقی کہو
تفرقہ پرداز ہے اپنا وجود — جسم کے پردے کو نا چاقی کہو

آپ رکھ چھوڑ ہیے اپنا انصاف — داور حشر کرے گا انصاف
روتے ہین چھوٹون کے آگے سچے — زور ہی اور فلک نا انصاف
غربا ہین کہ پسے جاتے ہین — ہے ترے ہاتھ خدایا انصاف
دیکھ تو اپنی خرابی اے قوم — غیر کے ہاتھ ہی تیرا انصاف
یاد رکھ اچھے برے کا اکدن — آپ کر دیگا زمانا انصاف
اُسکے پابند ہین یورپ والے — ہمنے جو پہلے کیا تھا انصاف
قعر پستی مین نہ یون گرتے ہاے — آج وہ ہم ہین جو ہوتا انصاف
بانیٔ ظلم جو کہیے ہین اب — ہے یہ اک طرح کا گویا انصاف

تیرگی کذب کی چھائی ہے حفیظ
کوئی ایسے مین کرے کیا انصاف

آفس مین رجسٹری کے جا کے — گھر اپنے بھرے ہین لٹ لٹا کے
دونی ہے فیس سے بھی رشوت — ہاتھی سے ہے ہڑپ نظر بچا کے
کوئی بھی جو ردو کد کرے کچھ — کاغذ رکھ لیتے ہین دبا کے
چُن چُن کے نکالتے ہین غلطی — عُمّال ہین مفتری بلا کے
پُجواتے ہین ہر طرح غرض وہ — دھمکا کے ڈرا کے پھر ملا کے
منٹھی گرمائیے نہ جب تک — کہتے ہین اک ایک کو بلا کے
ناقص اسٹامپ ہو گیا یہ — اب کام نکالو دے دلا کے
تنبیہ تھی اِس بیان سے مقصود — کھوئے گئے وہ ٹیتے کی پا کے

ہم سال گذشتہ کو جو روے — سمجھا گیا سال حال آ کے
مہمان ہین ترے امیر کابل — مژدہ یہ چلا جو وہ سُنا کے
مین نے یہ کہا کہ پھر مجھے کیا — بولا وہ ڈانٹ یون بتا کے
شہزادے کی جب ہوئی تھی آمد — ہنسنا وہ ہے یاد کھلکھلا کے
اب کیا ہے جو رنج و غم ہے گھیرے — دعوت کر انکی گھر لٹا کے
ہیضے طاعون کا یہ ہے دور — کوڑی نہ کفن کو رکھ بچا کے
کیا لکھتے تھے اور لکھ گئے کیا — مطلب پہ اب آئے پھر پھرا کے
اُنیس سو سات کا جو تحفہ — بھیجا ہمین فتنے نے چھپا کے
حافظ نے رسید یہ غزل کی — برہم کو قدردان پا کے

حمام تر تاجران پرچون کی سبیل

کر کے جاری شیر و شربت کی سبیل — تاجرون نے ڈھونڈھی جنت کی سبیل

ان کی ہمت ان کی نیت دیکھیے — اُس کو کہتے ہین محبت دیکھیے

تشنہ کامی یاد کر کے شاہ کی — اپنی پونجی فی سبیل اللہ کی

ایسے کم دیکھے محبانِ امام — خاص پر ترجیح رکھتے ہین عوام

صبح سے تا شام یکسان فیض عام — ایک کو دیتے ہین دو چار جام

مل کے قند و شیر ہین کیوڑے کی باس — صاف شیشون کے وہ پاکیزہ گلاس

اِس سجاوٹ کی نہ تھی کوئی سبیل — نہر تھی تسنیم کی یا سلسبیل

عام مومن جس جگہ سیراب ہون — چشمۂ کوثر کہون یا کیا کہون

تہنیت یادگار تاجپوشی اعلیحضرت حضور ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم شاہ انگلستان و قیصر ہند و علیا حضرت ملکہ معظمہ میری دام ملکہم و جلالہم

بھلے دن ہین اپنے مگر آنے والے — کہ ہین قیصر ہند ادھر آنے والے

یہی کہتی پھرتی ہے ہندی رعایا — شہنشاہ ہین اپنے گھر آنے والے

لگایا تھا ہم نے جو نخل تمنا — اب اُسمین ہین تازہ ثمر آنے والے

بر آنے کو ہین اپنے دل کی مرادین — سب ارمان ہین آج بر آنے والے

جم و کے کے فسانے جو سن رہے تھے — سمان ہین وہ پیش نظر آنے والے

شہنشاہ و ملکہ کی سے ہے آمد آمد
ہین اک برج مین دو قمر آنے والے

کھنڈر راجری دلی کے پھر جگمگائے
زمین پر ہین تارے نظر آنے والے

بڑھے والی ملک بہر سلامی
اکھٹا ہوے تا مور آنے والے

کوئی آج دیکھے تو کیمپون کی رونق
یہ سامان ہین کب نظر آنے والے

یہ ہین والی حیدرآباد دیکھو
یہ ہین صاحب مقتدر آنے والے

زہے شان بیگم بھوپال آرہی ہین
اُدھر مور ہین اب ادھر آنے والے

یہ رعب نقاب آپ کا کہہ رہا ہے
کہ ہم سے بھی ہون باخبر آنے والے

بہت آئینوالون کی سے ہے آمد آمد
بہت آچکے بیشتر آنے والے

مگر ہین اشارے یہ چشم فلک کے
زمین پر ہین شمس و قمر آنے والے

شہ جارج پنجم کی پہونچی سواری
انہین کے تھے مشتاق تر آنے والے

یہ ہم پہلو ہین ملکۂ شاہ میری
قدم بوس ہون آن کر آنے والے

یہ دربار ہے تاجپوشی کا ان کے
یہ دن پھر نہین عمر بھر آنے والے

زہے تاج بخشی زہے تاجداری
ہوے آج سب بہرہ ور آنے والے

خطابات تقسیم ہونے لگے جب
گئے بھول رنج سفر آنے والے

گیا اوج دلی کا حاصل ہوا پھر
یہ ایسے تھے صاحب اثر آنے والے

سلامت رہین شاہ و ملکہ ہماری
رہین شاد سینہ سپر آنے والے

رہے انکے اقبال کا دور دورہ
پھر آئین بہ نوع دگر آنے والے

یہ انیس سو گیارہ ایسا نہین سن
کہ پائین نہ جسکی خبر آنے والے

ایضًا

ابھی ابھی اسے کہتے تھے سب کہن دلی
یہ کس کے فیض قدم سے بنی دلہن دلی

مثل جو سنتے تھے پھرتے ہیں گھورکے دن بھی
تجھی پر آج یہ صادق ہوا سخن دلی

سنا جو کرتے تھے دربار اکبری کا شکوہ
دکھا رہی ہے وہی حسن انجمن دلی

بنی ہے پایۂ تخت آج جارج پنجم کی
پھر آج پا گئی کھویا ہوا چلن دلی

وہی اٹھان وہی شان عود کر آئی
وہی ہے نوک وہی تجھ میں بانکپن دلی

نمود پھر تری صورت ہوئی زمانے میں
ترے ستارے سے زائل ہوا گہن دلی

بہار آگئی پھر شاہ کے جو آئے قدم
خزاں رسیدہ ہوا تھا ترا چمن دلی

لگائے جس نے تجھے چار چاند خوش وہ رہے
پئے دعا نہ کھلے کیوں مرا دہن دلی

مجھے بھی دور کی نسبت ہے اس زمین سے حفیظ
زمانہ جس کا ہے بلبل وہ ہے چمن دلی

جائزہ

یورپ کا کچھ قصور نہ ٹرکی کی ہے خطا
ہر قوم کو ہے فکر عروج و زوال کی

عیسائیت کی دھج ہے نہ مسلم کا ڈھانچ وہ
تقلید ہر دو سمت ہے تازہ خیال کی

مرکز سے اپنے آج ہیں دونوں ہٹے ہوئے
صورت بتا رہی ہے یہ ماضی و حال کی

دنیا ہے جسکا نام جگہ امن کی نہیں
خوگر ہے یہ قدیم سے جنگ و جدال کی

غفلت پہ اہل ہند کی پیدا ہے یہ سوال
کیا اب بھی سوجھتی نہیں صورت مآل کی

معیار شرع لے کے جو ترکوں کو جانچیے
آجائے وجہ ذہن میں خود اس وبال کی

پردے میں دین کے ہیں یہ اغراض دنیوی
کہنے کو جنگ ہے یہ صلیب و ہلال کی

خیال

تیری وسعت سے نہیں باہر کوئی شی اے خیال
تجھ سے باہر عالم امکان کی۔ کوئی شی نہیں
اور کیا سائنس کی طاقت بھی تجھسے زیر ہے
فلسفی بھی تیرے ہی خرمن کے نکلے خوشہ چین

دائرے میں ہیں ترے سب قصۂ ماضی و حال
سب ترے پابند ہیں ایسا ترا پھیلا ہے جال
بے تری امداد کے اشکال کا زہنی محال
کون ہے پہونچا نہیں جسکو ترا فیض کمال

نامہ

اے مندر دل کی میرے دیوی
پھرتی ہے نگاہ میں وہ صورت
دلمیں ہے گڑی وہ موہنی آنکھ
بھولے گی نہ وہ تری خموشی
پایا نہ جواب اک سخن کا
یا تو رہی شرم سے یہ حالت
کیا کیجیے دل ہی ترے بس میں
ہان ہم بھی کبھی تھے آن والے
دل سے ہی گلہ تیری خطا کیا

سو جان سے ہوں ترا پجاری
آنکھوں سے ہو خواب کیوں نہ رخصت
آنکھوں میں کبھی ہے تر بھری آنکھ
کچھ پیش چلی نہ التجا کی
غنچہ نہ کبھی کھلا دہن کا
یا تجکو دلی ہے مجھسے نفرت
طائر مجبور ہے قفس میں
دبتے رہے ہم سے شان والے
چاہت کا ملا ہے یہ نیتجا

دن رات مصیبتون کا سہنا　　دنیا مین حقیر ہو کے رہنا
کچھ صدمۂ ہجر کی نہین حد　　ہر نیک صلاح ہوتی ہے بد
سب ایک طرف بڑا یہ ڈر ہے　　اسلام کا ہر طرح خطر ہے
نرغے مین ہو کفر کے گھری تم　　ہو سکتی ہو کس طرح مری تم
ہمکو ہے پسند فقر و فاقہ　　تم ڈھونڈھتی ہو غذائین عمدہ
خلوت سے یہان ہے اب سروکار　　جلوت کا وہان ہے گرم بازار
ہمکو تو ہے سوز سے یہان ساز　　تم نغمہ سرا وہان بصد ناز
فرقت سے یہان حواس ہون گم　　جلسون مین الاپتی پھرو تم
تم بندۂ عیش ہو رہی ہو　　غفلت کی نیند سو رہی ہو
انجام پر کب بھلا نظر ہے　　کیا ہوگا یہ کچھ نہین خبر ہے
صورت پہ گھمنڈ کر رہی ہو　　دولت کی تزک پہ مر رہی ہو
مٹی کی ڈھیر ہو گی صورت　　دولت کی بھی ہے یہی حقیقت

اعمال کی فکر کچھ کرو تم
کلمہ پڑھو میری ہو رہو تم

دیگر

اے وفا دوست اے وفا پرور　　ہو عنایت کی اک نگاہ ادھر
اپنے عاشق کے چاہنے والے　　اے محبت نباہنے والے
جان کر ہم کو قدردانِ وفا　　کچھ سناتا ہون داستان وفا

آہین بھرتا ہون رنج سہتا ہون ۔ رات دن اشکبار رہتا ہون
دل کی وحشت سے مین کہان نہ گیا ۔ کون سا شہر تھا جہان نہ گیا
فقرا سے بھی التجائین کین ۔ مسجدون مین بہت دعائین کین
اپنی قسمت جو تھی برائی پر ۔ شکل تسکین کی نہ آئی نظر
لکھنؤ ۔ کانپور ۔ خیر آباد ۔ کہین بہلا نہ یہ دل ناشاد
پھر پھرا کر جو آیا پٹنے مین ۔ کچھ کمی سی تھی جی اچٹنے مین
ایک امید پر یہان ٹھہرا ۔ خواہش دید پر یہان ٹھہرا
آرزو یہ بھی جب نہ بر آئی ۔ پھر طبیعت کچھ اور گھبرائی
پھر دوبارہ گئی جو کھیرا ہم ۔ پھٹ پڑا سر پر آسمان ستم
آپ کی والدہ کا آجانا ۔ مضطرب پھر ا پلٹ آنا
کیا ہی مایوس مین وہان سے پھرا ۔ دل سنبھالے نہین سنبھلتا تھا
اشک باری سے کام راہ مین تھا ۔ بیقراری سے کام راہ مین تھا
آکے پٹنے مین سخت اداس ہوا ۔ غم دوری سے بدحواس ہوا
ہوکے مضطر گیا مظفر پور ۔ دل کی الجھن ہوئی وہان بھی نہ دور
ہائے پھر بیقرار ہو کے پھرا ۔ پھر مین امیدوار ہو کے پھرا
دل کی نکلی یہان نہ جب حسرت ۔ پھر تو اس شہر سے ہوئی وحشت
قصد آخر وطن کا مین نے کیا ۔ ریل پر بیٹھا اور گھر پہونچا
دوستون مین بہل گیا تھا دل ۔ سچ تو یہ ہے سنبھل گیا تھا دل
شامت روزگار کے ہاتھون ۔ اس دل بیقرار کے ہاتھون

گھر سے پٹنے جو اسکے بار آیا | اور پہلے سے بیقرار آیا
صبح کو بہر سیر جاتا تھا | بام پر جلوہ آپ کا دیکھا
سحر آمیز کیا اشارہ تھا | اس ادا نے تو مار ہی رکھا
ایک بجلی سی گر پڑی دل پر | دست و پا کی رہی نہ مجھکو خبر
پھر وہ اگلی سی بیقراری ہے | سینہ کوبی ہے اشکباری ہے
دن کو ملتا نہین ذرا آرام | کوچہ گردی ہے صبح سے تا شام
رات کو اور ہوتی ہے مشکل | ایک دم بھی نہین سنبھلتا دل
شب کو سب اپنی نیند سوتے ہین | ہم مقدر کو اپنے روتے ہین
رات بھر زیر بام پھرتے ہین | یون ہی شب بھر تمام پھرتے ہین
ہاے اسکی تمھین خبر ہی نہین | جذب دل مین مرے اثر ہی نہین
چار ہی دن مین ایسے بھول گئے | کیسے اقرار کیسے وعدے تھے
خط کتابت سے بھی ہین ہم محروم | واے تقدیر ہاے رے مقصوم
جا بجا نامہ آپ کا دیکھا | یہ بھی تقدیر کا لکھا دیکھا
ایک پرچہ ہمین کبھی نہ لکھا | کیون یہی دعوئے محبت تھا
اُسپہ طرہ یہ ہے مرے اشعار | خط مین لکھتے ہو غیر کو ہر بار
صاف صاف اب تو یہ کہین گے ہم | جھوٹ تھے آپکے وہ قول و قسم
خوب وعدہ وفا کیا تم نے | لیکے دل مجھسے کی دغا تم نے

اپنے قول و قسم کو یاد کرو
اے صنم دل مین کچھ خدا سے ڈرو

نظم متعلق جلسۂ سرائے میر

سرا میر کے ساکنون کو مبارک
یہ جلسہ کہ جس مین ہین اغراض دینی

وہ دیکھین مسلمانون کا چونک اُٹھنا
جو کہتے ہین اُبھری ہے کب ناؤ ڈوبی

ہمین سانس تک آس رکھنا ہے لازم
ابھی سے مناسب نہین ناامیدی

عمل سعی منی پر اپنا ہے جب تک
کبھی خشک ہوگی نہ کھیتی ہماری

جو ہوتی نہ تعلیم سے قوم غافل
تو کاہے کو ہم دیکھتے قعر پستی

سنبھلتا ہے کچھ کھا کے ٹھوکر ہی انسان
تنزل سے لاکھون نے کی ہی ترقی

مسافر وہ منزل پر اپنی ہے پہونچا
جو گھر سے نکل کر چلا راہ سیدھی

غرض۔ راہ سیدھی ہے راہ شریعت
کہ جس کے رسولِ مکرم ہین بادی

ہوے عالم با عمل جتنے پیدا
اُنھون نے بدل آپکی پیروی کی

بتاتے رہے راہ خلق خدا کو
سکھاتے رہے امر حق وہ یقینی

دکھایا اُنھون نے بہت حق و باطل
مگر ہم مین غفلت کچھ ایسی تھی چھائی

کہ آخر کو ہم اِس نتیجے کو پہونچے
مقدر ہوئی دوسرون کی غلامی

وہ کیا چیز تھی ہمسے جو کھو گئی ہے
وہ کیا چیز تھی جس سے ہی قوم خالی

نہ ہونے سے جسکے ہین ہم خوار و رسوا
جو سوچا تو تھی علم دین کی وہ پونجی

مگر بانیِ خیر اِس کے جو پوچھو
ہین اِس دور مین فاضل دیوبندی

پھر انکے علاوہ جو ہین حامی دین
ستائش کے لائق ہین ہر طرح وہ بھی

توجہ کے قابل ہے یہ مدرسہ اب
سرا میر مین جو ہوا دیکھا دیکھی

قدم آئے علما کے اس سرزمین پر
منور ہوئی نور عرفان سے بستی

جہان اس قدر عالمون کا ہو مجمع
ہر اچھے بُرے کی وہان جانچ ہوگی

وہ کیسے ہی طلبا ہون چھپتی نہین ہے
اگر تربیت ہو معلّم کی اچھی

حدیث و فقہ کی ہے تعلیم اس مین
معاون ہین اسکے شریعت کے حامی

شب و روز کو شان جو اس خیر کے ہین
انھین اپنے مقصد مین ہو کامیابی

ریاض نبی کی یہ ہین جتنی شاخین
بڑھے بیل ان کی چڑھے یا الٰہی

نظم متعلق جلسۂ موتمر الانصار میرٹھ منعقدہ ۶-۷-۸- اپریل سنہ ۱۹۱۲ع

یہ بجا کہتے ہین معیار شرافت ہے علم
چشم و دل [illegible] جسکی وہ عزت ہے علم

کبھی زائل نہین ہونے کی وہ نعمت ہے علم
صرف سے اور جو بڑھتی ہو وہ دولت ہے علم

رحمتِ عام ہے یہ سارے زمانے کے لیے
علم مخصوص نہین خاص گھرانے کے لیے

علم کی شان ہے ہر شان سے اعلیٰ افضل
علم سے ہوتی ہے صمصام زبان پر صیقل

علم ناقص کو بنا دیتا ہے کامل اکمل
خوبی علم کا بیٹھا ہے زمانے مین عمل

جس قلمرو مین علم علم کا لہراتا ہے
قدمِ جہل وہان خوف سے تھراتا ہے

جس سے سیراب خدائی ہو وہ دریا ہے علم
جس سے روشن ہو مقدر وہ ستارا ہے علم

جسکی تعبیر ہو الین سے وہ صحرا ہے علم
چشم بینا کے لیے برق تجلّا ہے علم

اسکے وادی مین ہزارون ہین پڑے موسیٰ سے
اسکے ذرے بھی ہین تابندہ ید بیضا سے

دولتِ علم سے بڑھکر نہین دولت کوئی
شوکتِ علم سے بڑھکر نہین شوکت کوئی
عزتِ علم سے بڑھکر نہین عزت کوئی
طاقتِ علم سے بڑھکر نہین طاقت کوئی

زیر فرمان ہین سبھی جسکے وہ افسر ہے علم
جسکے محتاج غنی ہین وہ تونگر ہے علم

یون تو جو علم بھی ہے جہل سے وہ بہتر ہے
اسکا حامل کہین ہادی ہے کہین رہبر ہے
ذاتی اعزاز کا باعث یہی اک جوہر ہے
علمِ دین ایمن سے ہر علم سے افضل تر ہے

معرفت علمِ شریعت کی جسے حاصل ہے
افضلِ خلق ہے اللہ سے وہ واصل ہے

اے زہے جنکی کٹے خدمتِ دین مین اوقات
اے زہے وہ جو ہین سرگرم ہدایت دن رات
اے زہے فخر سمجھتے ہون جو دینی خدمات
اے زہے خلق کہے جنکو رفیع الدرجات

کام بنجاتے ہین سب انکی مناجاتون سے
ظلمت دل کو مٹا دیتے ہین یہ باتون سے

ہین ان اوصاف سے موصوف یہ علمائے کبار
انکے ذمے ہے خلائق کی ہدایت کا مدار
نیک خو نیک چلن نیک سیر نیک اطوار
پیشوا اپنا سمجھتا ہے انھین ہر دیندار

مے عرفان سے چھلکتے ہین پیالے دیکھو
ان کی تقریر سنو ان کے رسالے دیکھو

اہل میرٹھ کی حفیظ آج ہے یاور تقدیر
جمع جو ایسے بزرگون کی جماعت ہے کثیر

جنکی احکام شریعت سے ہے مملو تقریر
سنتے ہی جسکو ہوا ایمان مین پیدا تنویر

اک سمان حسن صداقت کا نظر آتا ہے
معرفت کا کوئی دریا ہے کہ لہراتا ہے

موثر شاخ اسی باغ شریعت کی ہے
پیروی جسکے ہراک رکن کو سنت کی ہے
مال کی فکر کسی کو ہے نہ دولت کی ہے
ہے تو ہر فرد مین اک شان نیابت کی ہے

دیوبند آج ہے اس مرکز علمی کی جگہ
درس دینی کی جگہ علم یقینی کی جگہ

دین و دنیا کی سعادت ہو الٰہی حاصل
نور عرفان سے منور رہو ہر آئینۂ دل
میری بھی اپنی کرم سے کر اب حل مشکل
سامنے مرشد کامل کے ہون اسکے خجل

چار مین فاش نہ پردہ ہو سیہ کاری کا
واسطہ دیتا ہون تجھکو تری ستاری کا

قطعہ متعلق جلسۂ تاسیس دارالحدیث دیوبند منعقدہ ۹ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء

لو ہوا افتتاح دار حدیث
حبذا مومنو مبارک باد
طالع دیوبند کو تو دیکھو
ہو گئی یہ زمین علم آباد
اول اول ہے جنکی یہ تحریک
قابل مدح ہین وہ لائق داد
خدمت دین جو دل سے کرتے ہین
اُن کی ہوتی ہے غیب سے امداد
سعی ہمت کے کاربند رہو
یہ بڑے رہنما کا ہے ارشاد
جو بھروسا خدا کا رکھتے ہین
کام ہوتے ہین انکے حسب مراد

اُٹھ گئے ہائے کیسے کیسے بزرگ
خون رُلوا رہی ہے جنکی یاد
مدتون مین بھی یہ امید نہین
اُنکی پوری ہو قوم مین تعداد
دار فانی مین کیجیے وہ کام
جس سے راضی خدا بنی ہون شاد
اس عمارت کا صرف ہی کیا ہی
اہل ہمت بڑے بڑے ہین جواد
اُٹھیے اب جلد کہہ کے بسم اللہ
زیب مجلس ہے مجمع زہاد

دیکھیے ایک ایک اینٹ آنکھون سے
ہے یہ دار الحدیث کی بنیاد

تغیر حال

نہ وہ ہم رہے اب نہ ہے وہ زمانہ
خدنگِ حوادث کا دل ہے نشانہ
طرب دل مین باقی نہ لب پر ترانہ
ہوئین اگلی باتین وہ قصہ فسانہ

جوانی کو برسون ہوے رو چکے ہم
ملی تھی جو دولت اُسے کھو چکے ہم

حسینون سے وہ خط کتابت نہین اب
حکایت نہین اب شکایت نہین اب
غلط ہے یہ کہنا محبت نہین اب
مگر ہان وہ جوش طبیعت نہین اب

وہ گرمی نہین قلب مین سوز غم کی
دم سرد ہے اب ہوا صبحدم کی

اُڑے لمبی مونچھون کے کیا کیا پھریرے
مری وضعداری کے سر تھے جو چیرے
نگاہون سے گذرے حسین کیسے کیسے
ہوئے خواب دیکھے جو آنکھون نے جلسے

چھٹی صحبت میکشی رفتہ رفتہ
بجھی اپنے جی کی لگی رفتہ رفتہ

وہ بالون کو ترکیب نو سے کٹانا
وہ مونچھون کو برچھی کیصورت بنانا
وہ ہر صبح اُٹھتے ہی ڈاڑھی منڈانا
بہت یاد آتا ہے اب وہ زمانا

ہوا نذر پیری وہ فیشن ہمارا
فقط سادگی پر رہا اب گذارا

مرا حال بھی سخت عبرت نما ہے
محبت کا بھی عارضہ بد بلا ہے
کہون کس سے گذرا جو کچھ ماجرا ہے
وہ سمجھے جو اس درد مین مبتلا ہے

ٹھہرتا نہین چوٹ کھایا ہوا دل
بدلتا نہین آہ آیا ہوا دل

کھلے بند تھا میکدہ مین گذر جب
غرض شیخ سے تھی نہ زاہد سے مطلب
ہمارے لیے تھا وہی دور اشب
ریاکارون کا نہ آتا تھا یہ ڈھب

زمانہ ہمین پارسا جانتا ہے
مگر حال دل کا خدا جانتا ہے

اگر اپنے دل کی کرون کھونٹ ظاہر
تری ذات ہے سب کے بھیدون سے ماہر
مسلمان کہنے لگین گبر دکافر
بدلنے پر انسان کے تو ہے قادر

ترا کام ہے عیب پوشی الٰہی
چھپا دے مٹا دے مری روسیاہی

اڈریس منجانب شیعان جونپور

عوام الناس دیکھین قوم کے ان خداؤن کو
بچاتے ہین یہی طوفان سے بیڑونکو - ناؤن کو

یہ مجمع عالمون کا ہے یہ جلسہ قابلون کا ہے
یہی وہ ہین جو چاہین تاجور کردین گداؤن کو

انہین کے ہر نفس کو ہم دم عیسی سمجھتے ہین
یہی اب جانتے ہین قوم کے دکھ کی دواؤن کو

لکیرین ہاتھ کی ہین خاتم نقش سلیمانی
کرینگے بند مٹھی مین حوادث کی ہواؤن کو

کچھ ان مین مغربی تعلیم کے بھی چیدہ لیڈر ہین
جو سر سے ٹالتے ہین آنے دن آئی بلاؤن کو

بہت اہل قلم اہل سخن بھی ان مین بیٹھے ہین
سنو گے گونجتی پنڈال مین انکی صداؤن کو

معزز میہمانون کی اداجب میہمانی ہو
بچھائین ہم وہان آنکھین جہان رکھین یہ پاؤنکو

پئے امداد قومی آئے ہین جو دور کے مومن
رہین باعافیت - ہمراہ لیجائین دعاؤن کو

کل اہل شہر کی یہ التجا ہے میہمانون سے
کرم سے بخشدین ہم میزبانون کی خطاؤن کو

نظم متعلق شیعہ کانفرنس اجلاس ہفتم منعقدہ جونپور ۶-۷-۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء

کہان ہین آئین ادھر جان نثار کانفرنس
نگاہ شوق سے دیکھین بہار کانفرنس

بگوش ہوش سنین روبکار کانفرنس
وقار قوم کو سمجھین وقار کانفرنس

اس انجمن کی بقا پر مدار عزت ہے
اسے نہ ہاتھ سے کھونا یہ ظل رحمت ہے

ہزار شکر پھری جون پور کی قسمت
کہ اس کا آج ہے مہمان وہ صاحب عزت

کہ جس کے قبضے مین اک لازوال ہے دولت
وہ کیا - کہ علم کی دونو جہان مین ہے عظمت

یہ علم وہ ہے کہ کونین کو ہے ناز اس پر
یہ انتہا ہے کہ مائل ہے بے نیاز اس پر

وہ جسم خاک ہے جس مین کہ دل نہو موجود
تلاش کرنے سے ملتا ہے گوہر مقصود

فروغ قوم کا ہے قومی انجمن کا وجود
بغیر علم کے ممکن نہین ہے نام و نمود

بسر ہو قوم کی زیر لوائے کانفرنس
رہے سرون پہ یہ ظل ہمائے کانفرنس

خدا کے فضل سے ہے آج ساتوان اجلاس
ہم اہل شہر کو اس دن کی تھی بھلا کب آس

خوشی یہ دل کو ہے کھلتی نہین زبان سپاس
خود اپنے حال کو ہوتی تھی دیکھ دیکھ کے یاس

عجب ہے مور جو دعوت کرے سلیمان کی
ہمین نصیب زیارت ہو ایسے مہمان کی

زمین قلعہ کی دیتی ہے کوہسار کا لطف
خیام اور دکانون کی وہ قطار کا لطف

وہ پُل کا سین وہ دریا وہ آبشار کا لطف
بوقت خاص وہ پنڈال کی بہار کا لطف

کرے نگاہ جو آج اس زمین کی شوکت پر
کبھی گھمنڈ نہو آسمان کو رفعت پر

شگفتہ ہر گل و غنچہ وہ صاف ستھری روش
دلون کو شاہی عمارت کی کھینچتی ہے کشش

کہ وقت دید بڑھے جس کی دید کی خواہش
ہوے ہین محو پلک کو نہین ذرا جنبش

کبھی تو غور ہے پھاٹک کی استواری پر
کبھی نگاہ ہے مسجد کی پائیداری پر

یہ وہ مقام ہے بستی تھی عالمون کی جہان
رئیسون کی تھی عمارت شریفون کے تھے مکان

وہ اُن کی داد دہش اور وہ خاطرِ مہمان — یہ سب تو ایک طرف تھی - وہ ہمت مردان
کہ مٹ گئے مگر اب تک وقار باقی ہے
گئی بہار - نشان بہار باقی ہے

اب اُن بزرگون کی زندہ یادگار بھی ہین — شکستہ حال ہین افلاس کا شکار بھی ہین
یہ مان لیجئے کچھ اُن مین ہونہار بھی ہین — رئیس چند ہین ایسے جو نامدار بھی ہین
کرینگے اُن مین سے حمید حسین کی تعریف
کہ ذات آپ کی بیشک ہے لایق توصیف

انھین کی ہمت عالی سے جو ہوا وہ ہوا — انھین کی کوشش بیحد نے جو کیا وہ کیا
کٹی ہے آپ کی چکر لگاتے صبح و مسا — نظر اُٹھائی جدہر کام وہ سنور کے رہا
اگرچہ ہاتھ بٹاتے رہے بہت احباب
مگر تھے پھر بھی ہمہ وقت آپ پابہ رکاب

وہ کام کون تھا جس کو نہ خود دیا انجام — یہ دل ہین آپ کے ممنون ہم خواص و عوام
غرض ہے داد کے قابل اک ایک حسن نظام — یہ ذہن ہے دیکھئے مہمان کو وقت طعام
نہوں گی ہم سے اگر اور کچھ مدارا تین
تو صرف خدمت مہمان کرین گے اوقات ین

یہ شہر وہ ہے نہ صنعت نہ اس مین حرفت ہے — نہ کچھ اصول زراعت نہ کچھ تجارت ہے
جو بستیان تھین ہوئین وہ کھنڈر یہ حالت ہے — عجیب طرح کی ہر سو برستی نکبت ہے
گھٹائین جہل کی چھائی ہوئی سرونپر ہین
بلا کی آفتین آئی ہوئی سرونپر ہین

جناب مفتی حمید حسین صاحب خان بہادر ڈپٹی ... جون پور

مگر نجات دہندہ ہے اپنی کانفرنس ہمارے درد کا درمان بنے گی کانفرنس
قومی امید ہے بہبودگی کی کانفرنس کہ اب تو قلب مین ہی جیز دل سی کانفرنس

نظر کے سامنے میدان ہے ترقی کا
ہوا یہ غیب سے سامان ہے ترقی کا

جونپور بہ زبان حال

ملمع سازیون سی قوم کے دل کو لبھاتے ہین صفی صاحب جہان جاتے ہین اپنا گیت گاتے ہین
جو ہین اصلی مقاصد اُس کو پردے مین چھپاتے ہین یہی لکچر غرض پھر پھر کے وہ اکثر سناتے ہین

یہ مطلب ہے کہ کھنچکر لکھنؤ مین نہ پہونچ جائے
جو دولت قوم کے گھر ہی وہ اپنے گھر پہونچ جائے

ضرورت ہو جہان جس چیز کی پہلے وہ پوری ہو کہ تا اخوان بین القوم مین پیدا نہ دوری ہو
مگر اتنا سمجھ رکھو نہ یہ کوشش ادہوری ہو الگ ہو فنڈ اُسکا کام جو ایسا ضروری ہو

یہان بھی تو رہے اک یادگار اس قومی جلسے کی
کہ ہون ہمدردیان کچھ آشکار اس قومی جلسے کی

کوئی پرسان نہین ہی پھر رہی ہے قوم گھبرائی نہ باقی ضبط کا یارا نہ ہے تاب شکیبائی
لبون پر اس کے دم منھ پر ہی اُس کے مردنی چھائی دکھائین حامیٔ دین اب تو اعجاز مسیحائی

بغیر علم دین انصاف قومی ہو نہین سکتا
خلاف شرع چلکر کوئی ہادی ہو نہین سکتا

سنا یہ ہم نے شہر جونپور ایسا تھا ویسا تھا اسے دیکھو کہ اب کیا ہی اسے سمجھو کہ تب کیا تھا

غرض کچھ اب سے پہلے علم کا چرچا نہ تھا یا تھا
مقام ہُو بنا ہے عالموں کا جو محلا تھا

پرانی درس گاہیں ہو گئیں مسمار کیا کہئے
جو آیا ہے مسلمانوں پہ اب ادبار کیا کہئے

یہاں اک درس گاہ دین کی اب کتنی ضرورت ہے
جو کچھ ہے تو اسی میں قوم کی بہبودی کی صورت ہے
ہوئے ہیں دین سے بے بہرہ بچوں کی یہ حالت ہے
یہی تعلیم انگریزی میں سب سے بڑھ کے آفت ہے

یہ کہیے - یہ کمی کچھ آپ کو محسوس ہوتی ہے
ادھر اُمید ہمدردی کھڑی مایوس روتی ہے

یہاں بھی کچھ مساکینوں کا حصہ چھوڑیے صاحب
غریبوں کی طرف سے منہ نہ ایسا موڑیے صاحب
نہ خاطر ان شکستہ خاطروں کی توڑیے صاحب
اخوت کا کچھ ایسوں سے بھی رشتہ جوڑیے صاحب

یہاں کے بھی یتیموں کی تو ہے کچھ پرورش لازم
وہین کے واسطے سب کچھ تو ہے داد و دہش لازم

شکستہ مسجدوں کی کچھ مرمت کا بھی سامان ہو
کہیں غفلت میں دیکھو تعزیہ خانہ نہ ویران ہو
جہاں تک ہو سکے بس قوم میں تعلیم قرآن ہو
جو ایسا ہو تو البتہ ترقی پھر نمایان ہو

اٹھایا ہے جو بیڑا آپ نے قومی ترقی کا
تو لازم ہے نہ آئے نام تک شخصی ترقی کا

بھی خم خانہ تو ہے اب اس میں ذرہ نہیں باقی
پڑا ہے میکدہ سنسان جب سے اٹھ گیا ساقی
کشاکش میں ہے دنیا میکشوں میں بھی ہے نا چاقی
حفیظ اس دور آخر میں لٹا وہ بھی جو تھا باقی

کچھ ایسا پیچ رہا ہے دام تزویر اس زمانے میں
ہمیں جو چین سے رہنے نہ دیگا آشیانے میں

غبار دل

آج کچھ اہل وطن کی ہے نصیحت مقصود
دوستانہ ہے محبون کی شکایت مقصود
اپنے لفظون مین ہے اظہار حقیقت مقصود
بخدا اس سے نہین ترک محبت مقصود

بات حق تلخ ہوا کرتی ہے مشہور یہ ہے
متکلم سے اُلجھ پڑتے ہین دستور یہ ہے

تم اُنھین مین ہو جنھین حبّ وطن خاک نہین
بے حمیت کہین اسطرح کے بیباک نہین
صاحب الرائے نہین صاحب ادراک نہین
کون سی چال تمھاری ہے جو کاواک نہین

حرف رکھتے ہو مری طرز سخن پر کیا کیا
خار کھاتے ہو پھلے پھولے چمن پر کیا کیا

خیر اس بات کی بالکل نہین پروا مجکو
جب بصیرت ہی نہین دیکھو گے تم کیا مجکو
فہم جیسا ہے سمجھتے رہو ویسا مجکو
کہو اُن کو بھی بُرا جو کہین اچھا مجکو

جلتے پانی مین ہو تم مجھ سے یہ پوشیدہ نہین
داد بیداد ہے ایسون کی جو فہیدہ نہین

اب سے تفریق بھی آپس کی گوارا ہی تو ہو
بھائی بندون سے جو منظور کنارا ہی تو ہو
اختلافات کا نظمون مین اشارا ہے تو ہو
لکھنؤ قبلۂ حاجات تمھارا ہے تو ہو

اس نئے دور مین طرزین نئی ایجاد کرو
دیس کو چھوڑ دو پردیس کو آباد کرو

سمجھین اس کہنہ مثل کو جو ہین بوسیدہ دماغ
پہلے مسجد سے جلا لیتے ہین سب گھر مین چراغ
جتنے عاقل ہین کبھی دور لگاتے نہین باغ
کام کی بات وہ ہے جس سے کہ حاصل ہو فراغ

واہ وا اُسکے لئے جس شخص نے کچھ کام کیا
اپنے ساتھ اُس نے تمدن کو بھی بدنام کیا

اورون پر آپ کا کب تک یہ رہیگا تکیہ
مان لین مجتہدون پر نہین بیجا تکیہ
تا کجا ڈھونڈتے پھریئے گا سہارا تکیہ
پھر بھی تو ذات پہ اپنی ہو کچھ ایسا تکیہ

ہاتھ جس کام مین ڈالین اُسے پورا کردین
قوم کا۔ کام سنور جائے تو زر کیا سر دین

بندہ اس جھوٹی نمائش کا نہین ہے قائل
یون تو دنیا مین پڑے پھرتے ہین لاکھون سائل
انجمن کیا وہ کہ جس کا نہو کچھ بھی حاصل
خوب مصنوعی پتیون کی سجائی محفل

یہ نہ کرتے تو ضرر اس مین کچھ ایسا تو نہ تھا
قوم کا۔ کام تھا تھیٹر کا تماشا تو نہ تھا

ایک صاحب نے جو اس جلسے مین پائی تھی نمود
کی وہ تقریر جو سچ مچ تھی خلافِ مقصود
اُنکی ہی تازہ صدارت مین مٹا اس کا وجود
دو جماعت ہوئی اُنہین جو وہان تھے موجود

نوجوانون کے دل جوش کا رکھا نہ خیال
کہتے ہین آخری اجلاس کو انجام ملال

کہنے۔ کرنے مین جو ہے فرق ذرا یاد رہے
دل مین ہر قول کی ہر عہد کی بنیاد رہے
دوستو صرف زبانی ہی نہ ارشاد رہے
نئے کالج کی تو مدنظر امداد رہے

اس لئے کہتے ہین یہ کام اب آسان نہین
قوم ہشیار ہے غافل نہین نادان نہین

ہوتی جاتی ہے اُسے اپنی ضرورت محسوس
روز ہی ہوتی ہے اِک تازہ مصیبت محسوس

عاقبت ہوتی نہ کیونکر دی حالت محسوس
للہ الحمد ہوئی اپنی حقیقت محسوس

پھونک پھونک اب تو وہ رکھینگی قدم یاد رہے
اب نہ ہاتھ آئیگی چندے کی رقم یاد رہے

مدرسے کھلتے مقامی تو نہ ہوتا یہ فساد
ہوتی بچون کی جو تعلیم یہان حسب مراد
اپنے ہمسایہ کی کرتے ہین سبھی کچھ امداد
ڈالتے اپنی ترقی کی وہ خود ہی بنیاد

پھر تو مان باپ نہ دیتے پئے تعلیم جو زر
کسی کالج مین پہونچ جاتی وہ خود چھوڑ کے گھر

ابتدا ہوگی نہ تعلیم کی جب تک اچھی
اس سے اچھی کوئی صورت نہین ہوتی کی
علم کی بیٹھے گی بچون کے نہ دل پر خوبی
یون تو کہنے کو کہا کیجئے اپنی اپنی

یہ وہ تعلیم کا گر ہے کہ دلون پر لکھ لو
غور آپس مین کرو بیٹھ کے سوچو سمجھو

روکئے خامہ حفیظ آپ کو فرصت کم ہے
یہ بھی تو دیکھئے اس دور کا کیا عالم ہے
یہ مسلم ہے کہ حضرت کو بھی قومی غم ہے
راستی کی یہ حلاوت بھی تو قاتل سم ہے

زخمی اس حربے سے ہوتی ہین جو کذب کی دل
بدلا لینے کو تڑپتے ہین مثالِ بسمل

تصنع پر مٹی جو قوم - وہ سرسبز کیا ہوگی
جماعت وہ سبق جو علم دین کا بھول بیٹھی ہے
مٹی ہے بیل اسکی جڑ ہنے کی نہ برگ و بار آئینگا
دوا مین جب ہے سمیت تو خاک اُس سے شفا ہوگی
ہمیشہ ساحل مقصود سے نا آشنا ہوگی
زمین شور مین جس تخم کی نشو و نما ہوگی

اُٹھینگے غفلتون کے پردے آنکھوں سے مگر وہ کب
کہ جب علم و عمل سے مدتون دل کی جلا ہوگی

خطاب و تمغے کیا ہین جنمین دیکھو جوہر ذاتی
سمجھ لو تم انہین سے قوم کی حاجت روا ہوگی

یہی سودا رہا سر مین اگر ایمان فروشون کے
زمین ہند شورش مین زمین کربلا ہوگی

شریعت کی جو تھین جلبندیان وہ اُٹھتی جاتی ہین
جسے ہم ناروا کہتے تھے اب وہ بھی روا ہوگی

تنزل کی جو صورت ہے ترقی اسکو کہتے ہین
اسی دھوکے مین اکدن قوم مٹ کر فنا ہوگی

حفیظ ارباب بینش منزلت اپنی سمجھتے ہین
دلون مین کور چشمون کے مری توقیر کیا ہوگی

نالہ جانکاہ

دنیا کو مرے نالے ہمدرد بنا دین گے
مشرق کو رُلا دین کے مغرب کو ہلا دین گے

ہم ہین تو یہ تفریق بن باہم کی مٹا دین گے
ہفتاد و دو ملت کو پھر ایک بنا دین گے

کتنے ہین وفا مین ہم تم کو یہ دکھا دین گے
جتنا ہی ستاؤ گے اُتنی ہی دعا دین گے

اعلیٰ کے مقابل مین ادنیٰ کی ہے کیا ہستی
دریا کے قوی دھارے موجون کو مٹا دین گے

بیکس کی دعائین ہین مظلوم کی آہین ہین
چھیڑو گے ہمین ناحق تو عرش ہلا دین گے

مجرم بھی ہمین ٹھہرے ملزم بھی ہمین ٹھہرے
انصاف طلب کیون ہین اب اسکی سزا دین گے

دنیا مین ترحم بھی ہے دادرسی کا جزو
بیداد کے جو خوگر ہین داد وہ کیا دین گے

جو شاہ ہے شاہون کا داتا ہے گداؤن کا
ہم اُس کو پکارین گے ہم اُس کو صدا دین گے

ہم کچھ نہ سہی لیکن اسلام کے پیرو ہین
کیا قوم کو دانستہ دوزخ مین گرا دین گے

محکوم کا حاکم سے الجھاؤ نہین اچھا
خاشاک کو پرکالۂ آتش کے جلا دین گے

ہم وہ ہین کہ تنگ آکر آشوب زمانہ سے　　بیڑے کو بچالین گے اپنے کو ڈبادین گے
کیا کہیے کہ دامن پر کس کے یہ رہا دھبّا　　اخبار کے تاریخی صفحات پتادین گے

احباب حفیظ اپنے فیور مین ہوے تو کیا
نالے مرے دشمن کو ہمدرد بنادین گے

وقتی فریاد

سلطنت انگلشیہ رحمت تجھے کہتے تھے ہم　　تیرے سائے مین بامن عافیت رہتے تھے ہم
غم کسے کہتے ہین اتنی بھی نہ تھی ہم کو خبر　　محو عشرت اپنی بزم عیش مین رہتے تھے ہم
گذری کیا دل پر جو ایسی ہوگئی کایا پلٹ　　تو ہی کہدے پہلے یہ صدمے کبھی سہتے تھے ہم
تجکو ہم پر تھا بھروسہ ہم کو تجھپر اعتماد　　ہم سے تو بدظن نہ تجھسے بدگمان رہتے تھے ہم
نغمۂ دلکش سے اپنے اک جہان تھا وجد مین　　سینہ کوبی تھی نہ قومی مرثیہ کہتے تھے ہم
کیسے کیسے دور پرآشوب ہین آئے گئے　　اب سے پہلے یون کبھی مجھدار مین بہتے تھے ہم
تو رہا کرتی تھی ہم پر مہربان ہر حال مین　　اور تجکو محسنا مطلوب جان کہتے تھے ہم
قوم تھی خوش حال جبتک خود غرض لیڈر نہ تھے　　ہائے یہ رنج و تعب کب آئے دن سہتے تھے ہم

تو حفیظ ایسو نکی بھی فریاد پر رکھتی تھی کان
وہ بھی سنتی تھی جو کچھ باالتجا کہتے تھے ہم

شکریہ

واہ کیا مژدۂ جان بخش صبا لائی ہے آج　　جس کو سنتے ہی ہری ہو گئی دل کی کوپل

پہلے تو سجدہ شکرانہ کیا اُس کا ادا
جس کے ادنیٰ اک اشارہ مین ہوئی مشکل حل

ویسرا کی بھی عنایت کا بہ دل ہون ممنون
کانپور آنے مین شملے سے نہ کی کچھ بھی کسل

آتے اور آتے ہی فرمائی رہائی اُن کی
سب مسلمان جہان جن کے لیئے تھے بیکل

غور سے مسجد مجروح بھی دیکھی تا دیر
بے ادب کہتے تھے طنزاً جسے جائے مقتل

پھر سے اُس حصے کی تعمیر کا فرمایا حکم
آن واحد مین کیئے چند سے قضیئے فیصل

اور تقریر کریمانہ مین ظاہر یہ کیا
بات اچھی وہ نہین امن مین جس سے ہو خلل

جوش و شورش کا نتیجہ نہین اچھا ہوتا
خیر اب تک جو ہوا مین نے کیا اسکو بحل

مظہر الحق سے باخلاق یہ ارشاد ہوا
کہیے اب خوش ہون مسلمان کہ خوشی کا ہی محل

اب سے پہلے جو ہوا اُسکو بھلا دین دل سے
یعنے وہ قصہ ماضی نہ ہو آوازہ دُہل

سلطنت مان ہے تو بچے ہین رعایا اُس کے
مان سے بچون کا مناسب یہ نہین رد و بدل

ہز آنر کے حضور مین جونپور کی عرضداشت

۷- فروری سنہ ۱۹۱۴ع

کس کی ہے یہ آمد آمد ہے یہ کس کا انتظار
کیون وفور شوق سے دل ہو رہا ہے بیقرار

کون اس اُجڑی ہوئی بستی مین آج آنیکو ہے
خیر مقدم سے ہوا کس کے یہ منظر شاندار

مجھ مین کیا ہے یہ بہ حسرت کہہ رہا ہے جونپور
صرف آثار قدیمہ کے کھنڈر ہین آشکار

درسگاہین خانقاہین مقبرے سب مٹ گئے
اور جو باقی ہین وہ بھی جابجا سے ہین فگار

وہ عمارت مٹ گئی اب وہ محل مسمار ہین
ڈھنگ تھے صناع جن کے دیکھکر نقش و نگار

قلعہ کی شوکت کو رفعت مسجدون کی دیکھکر
ہوتی ہے شاہان شرقیہ کی عظمت آشکار

یادگارونکا ہے جن کی آج تک سر پر فلک
بے نشان اب ہو رہے ہین خاک پر اُن کے مزار

دیکھکر پُل تازہ ہوتی خان خانا کی ہے یاد
اس رفاہِ عام کا دے اجر اُس کو کردگار

آئے تھے اڈورڈ ہفتم اس زمین پر بہر سیر
بار ہا اپنے بھی ویرانے مین آئی ہے بہار

لائے تھے تشریف وہ شہزادگی کے عہد مین
آپ کو حاصل ہوا جب سلطنت کا اقتدار

جشن ہم نے بھی منایا روشنی ہم نے بھی کی
وہ مبارک وقت تھا مسعود تھے لیل و نہار

پھر ہوا جو حادثہ اُس سے بھی ہین آگاہ سب
مدتون اس سوگ مین آنکھین تھین اپنی اشکبار

جارج پنجم کے ہمایون عہد کا کیا پوچھنا
دل کے دربار نے پھر ہند کو بخشا وقار

دور سے ہم نے بھی دیکھا جشن و اہل جشن کو
کی دعا دل سے کرے اللہ یہ دن سازگار

کیا بتاؤن دل مین پھر پیدا ہوئی کیا کیا اُمنگ
کہنہ دل نے نئے سر سے کیا جس دم نکھار

پھر تو وہ عہدِ شباب اپنا مجھے یاد آگیا
ہائے وہ دن میری رعنائی پہ تھی دنیا نثار

سارے عالم مین فقط کیا خال و خط کی دھوم تھی
علم و فضل و جود مین تھا طاق یہ اُجڑا دیار

کتنے اہل معرفت تھے اس زمینِ پاک پر
آج ہو سکتا نہین اُن کے مزارون کا شمار

مقبرون کو دیکھئے یا معبدون کو دیکھئے
کچھ شکستہ ہو رہے ہین اور کچھ ناپائدار

عہد جارج مین نہین تازہ عمارات و قصور
کیون نہ اپنے حال پر آئے تاسف بار بار

یا تو میری خستہ حالی کی نہین اُن کو خبر
یا مری تقدیر نے رکھا مجھے امیدوار

ہز آنر آئے ہین کیا پیشکش اُن کے کرون
دل شکستہ ہے کلیجا ہو رہا ہے داغدار

کون سامان ہے کہ جس سے ہو گی کچھ تفریح طبع
آپ کی نظرون مین تو ہین ملکون کی بہار

ہاں مگر اک چیز ہے [illegible] جو ہیں
نقش عبرت ہوں سراپا ہے مرا عبرت نگار

چپہ چپہ اس زمین کا مخزن اسرار ہے
میرے ہر گوشے مین مخفی ہے سلف کی یادگار

آج تک گزری ہے جو کچھ اس سے سب ہیں باخبر
آگے کیا کرتی ہے دیکھیں گردش لیل و نہار

سب فنا ہو جائینگے باقی ہے اک اسی کی ذات کو
سب گدا ہیں اک وہی ہے تاج بخش [illegible]

آپ وہ لفٹنٹ ہیں جس سمت ہوتا ہے گزر
سب لگاتے آنکھ مین خاک قدم ہیں سر سردار

کچھ ہمارے حال پر بھی چاہیے چشم کرم
اب رہا اس فیصلے کا آپ پر دار و مدار

مسجد جامع کے پھاٹک ہیں کہ ہو دیوار قلعہ
کوئی کب انکی مرمت کا اٹھا سکتا ہے بار

آپ رکن سلطنت ہیں آپ کا جو حکم ہو
ہوں ہر آثار قدیم [illegible] نشان [illegible] برقرار

شکریہ

فرشتہ [illegible] ڈاکٹر
دل و دماغ [illegible] سے

ہاں کمال طبیعت سے انکسار پسند
بخلق آپ ملا کرتے ہیں ہر انسان سے

حسین اپنے [illegible] جوان رعنا ہیں
گمان ہوتا ہے [illegible] یوسفستان سے

بہت سے ڈاکٹروں کا علاج میں نے کیا
رہا ستم کہ نہیں کچھ بھی فضل یزدان سے

کچھ اور وقت تھا کرتے تھے وہ جو دلجوئی
کہ اپنی خاص وجاہت تھی ساز و سامان سے

مگر [illegible] کے [illegible]
کوئی کریگا نہ وہ اک نفس کے مہمان سے

اجل نے کھا [illegible] پاؤں آپ وہ آئے
بچائی خضر نے کشتی کو جوش طوفان سے

جو رکھی نبض پہ انگلی شفا نے دی تسکین
اجل نے ہاتھ نکالا مرے گریبان سے

گیا مرض مجھے صحت خدا نے بخشی حفیظ
کہ تندرست ہوں پھر اُنکے فضل و احسان سے

غرور نکر

مطیع کبر نہو بھولکر غرور نکر
یہ شان کفر ہے اے بیخبر غرور نکر

اسی عزور نے کتنون کو کردیا گمراہ
کہون گا مین تو یہی خاصکر غرور نکر

اگر ستارۂ اقبال اوج پر ہے ترا
زبان شکر سے کر اپنی تر غرور نکر

کسی کا حال بھی اک حال پر نہین رہتا
یہ چند روز کا ہے کروفر غرور نکر

سنا تو ہوگا جو قارون پہ حادثہ گزرا
خدا کی راہ مین کر صرف زر غرور نکر

جگھہ ملی سر ممبر جو تجکو اے واعظ
تو ہو یہ اوج مبارک مگر غرور نکر

زمانہ آج اگر تجھہ سے کچھ موافق ہے
تو پھر ہے کل کی تجھے کیا خبر غرور نکر

گھڑی گھڑی مین بدلتا ہے رنگ دنیا کا
ہمیشہ تازہ حوادث سے ڈر غرور نکر

جو آنکھ ہو تو کمال و زوال بدر کا دیکھ
ملا ہے حسن تو عزہ نکر غرور نکر

یہ اُس کی دین کرم اُس کا اُس کی بخشش ہے
ملا ہے تجکو اگر مال و زر غرور نکر

یہ شکر کر کہ ملا تجکو کوششون کا صلہ
کسی کمال پہ اپنے مگر غرور نکر

اسی عزور سے شیطان ہو گیا مردود
اگر جھکے نہ تواضع مین سر غرور نکر

حفیظ یون تو بہت اور بھی نصائح ہین
مری یہ پند ہے اک مختصر غرور نکر

مرتبہ ختم اگر کثرت زر پہ ہوتا
آج کوئی بھی نہ قارون کے برابر ہوتا

کون کہتا ہے کہ معشوق وفا کرتے ہین
ہو بھی ایسا تو یہ مجکو نہین باور ہوتا

دشت وحشت مین علاج سر شوریدہ ہی کیا
پھوڑتے سر جو در یار کا پتھر ہوتا

طرفہ شوخی ہے اسے کہئے کہ تجاہل کہیے
چھیڑ کر پوچھتے ہیں وصل ہے کیونکر ہوتا

سادگی پر تو یہ عالم ہے کہ دنیا غش ہے
کون جیتا جو ترے ہاتھ میں خنجر ہوتا

کہتے ہیں ماتم فرہاد کیا شیریں نے
مجکو دم بھر کے لئے بھی نہیں باور ہوتا

اپنے ہی عکس سے آئینے میں بل کی لینا
سیر جب ہوتی کہ تم سے کوئی بہتر ہوتا

اہل مجلس کو ملا شیخ ترے رقص سے کیا
مست سب ہوتے اگر دور میں ساغر ہوتا

کوئی بھی مونس و غمخوار نہ ہوتا نہ سہی
یہ تو ہوتا کہ ترا نام زبان پر ہوتا

ساتھ ساتھ اپنے جنازے کے جو وہ بھی ہوتے
پھر تو کچھ اور سمان اور ہی منظر ہوتا

کیوں ملی فرد عمل حشر میں بیکار حفیظ
دل ہی بہلاتے اگر نامۂ دلبر ہوتا

فکر جدید بر مشاعرہ غازیپور

مرا عقدہ جو ہے لاینحل و دشوار رہنے دیں
نہ کھولیں ناخن تدبیر سے غمخوار رہنے دیں

مجھے اندوہگیں غمگیں مرے غمخوار رہنے دیں
پڑا اس طرح ہوں جی جان سے بیزار رہنے دیں

انھیں بھی چارۂ دل ہے اگر دشوار رہنے دیں
خدنگ ناوک غم کو جگر کے پار رہنے دیں

جگہ در پر نہ دیں اچھا نہ بلوائیں وہ محفل میں
مگر ہے آرزو اتنی پس دیوار رہنے دیں

دم آنکھوں میں ہے ایسے میں کہوں کیا سرگذشت دل
یونہی یہ راز سربستہ مرے سرکار رہنے دیں

بہت اس کے سوا بھی تو ہیں تڑپانے کی تدبیریں
تغافل ہے حیلہ ہے وعدۂ دیدار رہنے دیں

جسے سنتے ہی ہوں سرگوشیاں تیماردار [illegible]
سر بالیں وہ ایسی پرسش بیمار رہنے دیں

بنا کرتا ہے گلدستے جہاں چاہیں وہاں چھین
ہمارے واسطے اپنا وہ باسی ہار رہنے دیں

جگہ دل میں نہیں تو پھر یہ ظاہرداریاں کیسی
وہ اپنا لطف رکھ چھوڑیں اپنا پیار رہنے دیں

عیادت کو جو آئے ہین سنین میری کہین اپنی
لڑائی کا گیا وقت ۔ اب جھگڑے تکرار رہنے دین

نہ دین ترغیب جنت واعظان شہر پھر پھر کر
پڑا مجکو میانِ کوچۂ دلدار رہنے دین

نہ لے نامِ محبت پھر کوئی یونہی جو وہ کچھ دن
ہمارے خون مین ڈوبی ہوئی تلوار رہنے دین

ستم دیکھو یہ مشتاقون کو حکم پردہ داری ہے
چھپی آنکھون ہی مین حسرت دیدار رہنے دین

وہی سچے وہی پورے وفا مین وضعداری مین
کلیجا چھن گیا طعنون کی اب بوچھار رہنے دین

بتانے کا نہین ہین حشر مین بھی نام قاتل کا
مرا پردہ جو میرے زخم دامندار رہنے دین

کرین گلگشت باغون مین رہین مصروف آرائش
ہماری کیا پڑی ہے وہ ہمین بیمار رہنے دین

غضب مین جان ہے جی پر بنی ہے اس تلون سے
نہ وہ انکار رہنے دین نہ وہ اقرار رہنے دین

ہمین صاحب سے ملنا تھا حفیظ اس بزم کی شرکت
سنین اور انکو مجھسے سامعین اصرار رہنے دین

حفیظ احباب چن چنکر نکالین پست بیتون کو
مرے دیوان مین کچھ منتخب اشعار رہنے دین

وہ ترقی کچھ نہین مصروف دنیا جس سے ہون
تو مجھے سامان وہ دے محوِ عقبا جس سے ہون

آپ مین بھی آؤن تو بھولون تیری معرفت
مجکو وہ جلوہ دکھا دے بیہوش ایسا جس سے ہون

طینتِ شر کو بدل دے یا الٰہی خیر سے
دے وہ توفیقِ عمل جلیونکا پیدا جس سے ہون

دستگیری اور کی کرنا جو قسمت مین نہین
مقدرت اتنی تو دے اپنا سہارا جس سے ہون

چاہتا ہون وہ بقا جسکو ہے خاموشی پسند
خاک ایسی زندگانی پر کہ غوغا جس سے ہون

راز ہے وہ اپنی ہستی کا جو کھل سکتا نہین
یہ وہ عقدہ ہے کہ لاینحل معما جس سے ہون

خواب غفلت مین ہے عالم رات آخر ہے حفیظ
کون ہے اپنا مخاطب مین یہ کہتا جس سے ہون

چھوڑ کر دامانِ احمد پہ کہیں کا ٹھکانا نہیں — اپنے سر پر شفاعت کوئی لیتا ہی نہیں

ہے اگر شوقِ زیارت دیر پھر چلنے میں کیوں — اس سفر میں پیش و پس کرنا تو زیبا ہی نہیں

بے طلب ہر ایک کو دینا اسی کا کام ہے — بار اُٹھا سکتی خدائی کا کبھی شاہی نہیں

نام ہے کس کا علی ہمنام ہے کس کا علی — قول فیصل ہے علی کا کوئی ہمتا ہی نہیں

ہنستے وہ جب ہوئے اک وار میں چو رنگ واہ — جنگ میں دستِ خدا اوچھا تو پڑتا ہی نہیں

ہر گھڑی ذکر امامیں افسانۂ بہلول ہے — اب ترے نزدیک واعظ کوئی شیدا ہی نہیں

ایسی آنکھوں میں کبھی ہے دشتِ یثرب کی فضا — باغ تو ہے باغ جنت کی تمنا ہی نہیں

آپ ہیں ختم الانبیا ہیں آپ ہیں ختم الرسل — مرتبے تک آپ کے کوئی بھی پہونچا ہی نہیں

ہر مورخ نے لکھا حربِ علی کے باب میں — پھر شجاع ایسا ہوا دنیا میں پیدا ہی نہیں

مرتبہ بعد نبوت کے امامت ہی کا ہے — اس سے اونچا دیکھیے تو کوئی درجا ہی نہیں

مدح خوان جس کا ہوں لینا ہے صلہ اس سے حفیظ
داد کوئی دے نہ دے اس کی تو پروا ہی نہیں

عالمِ ہستی کا ہنگامہ ہمارے دم سے ہے — ہر غم و شادی کا دنیا میں تعلق ہم سے ہے

منحصر رونے ہی پر سرسبزیٔ اعمال ہے — آبپاشی کشتِ دل کی دیدۂ پرنم سے ہے

پڑھ چکا ہوں کلمۂ توحید کھل کر بارہا — قبر میں بیکار پھر کیوں بحث اس کی ہم سے ہے

ناز کرتا ہے زمانہ ہر جری پر مدتوں — آج قدرِ شاہنامہ قصۂ رستم سے ہے

یہ بتا دے کوئی اُن سے کس دن ہوگا اب وعدہ وفا — سوچ تو دل میں کہ کب سے عہد و پیمان ہم سے ہے

جیب کے صد چاک جگر ٹکڑے ہے دل ہے بے نیاز — لطف حاصل کچھ خوشی سے ہے نہ کلفت غم سے ہے

شوکتِ اسلام ہیں بتکدہ کی زینت نہیں ہم — رونقِ دیر و حرم سب آدمی کے دم سے ہے

ہم ادھر بے چین ہین تو وہ ادھر ہین بیقرار　　یہ محبت ہے وہ طرفہ کشمکش باہم سے ہے

پردے پردے کی محبت کا نتیجہ دیکھئے　　روتے ہین چھپ چھپ کے وہ مانع حیا ماتم سے ہے

ہین سگے ہمکو بھی لوائے حمد کے سائے مین آپ　　یہ توقع حشر کے دن سرورِ عالم سے ہے

یون حسد سے جان کر انجان ہون لیکن حفیظ
شاعرِ نحوین کون ہے واقف نہین جو ہم سے ہے

کیا علاج اس درد کا جی زندگی سے تنگ ہے　　اے طبیب [illegible]

ہان وہی ہین ہم ترقی جس کی تھی حیرت نما　　کارناموں سے ہمارے [illegible]

صاحب مقدور جو کل تھے وہ ہین محتاج آج　　ہو گئی کایا پلٹ دنیا کا بھی کیا رنگ ہے

آنکھین لڑنے پر کسی سے دل ملا تو کیا ملا　　صلح وہ اچھی نہین آغاز جس کا جنگ ہے

ڈھونڈھتے پھرتے تھے گھر گھر جسکو وہ دل ہی مین تھا　　عزم بتخانے کا کعبے کا نہ اب آہنگ ہے

ہند کا تحفہ یہی شیخ حرم کو بھیجدون　　پی کے وہ بھی تو کہے کیا چیز آبِ گنگ ہے

ہم ادب سے لب نہ کھولین اور دشمن منھ چڑھا ہے　　اپنا اپنا ہے طریقہ اپنا اپنا ڈھنگ ہے

میکدہ سے کچھ فقیرون کی بھی کوٹی کم نہین　　مئے جو ڈھلتی ہے وہان چھنتی یہان بھی بھنگ ہے

پھر جنون اچھلا ہوا پھر جوش وحشت کا اثر　　پھر بہار آئی ہے بدلا پھر ہوا کا رنگ ہے

دیکھنا اس کو جو ہو تو پہلے کر دل کی جلا　　وہ نہ آئیگا نظر جب تک جما یہ زنگ ہے

صرف اتنی بات سے گل ہو گیا ہر دلعزیز　　عارضِ گلرنگ سے اس کے ذرا ہم رنگ ہے

دیکھکر جیتے تھے جس کو چھپ گیا وہ چاند آہ　　زوف ایسی زندگی پر اب یہ جینا ننگ ہے

مخزن اک اردو زبان کا ہے یہ دیوانِ حفیظ
دیجئے اس کی سند یہ مستند فرہنگ ہے

محبت کا بیمار اب کیا چاہتا ہے
فقط وصل کی وہ دوا چاہتا ہے

وہ بالین سے اپنی اُٹھا چاہتا ہے
کچھ اب اور سامان ہوا چاہتا ہے

الٰہی وہ خط آئے جس مین لکھا ہو
کوئی تم سے آکر ملا چاہتا ہے

قیامت ہے وہ بے نقاب آرہے ہین
وفا آج وعدہ ہوا چاہتا ہے

نگاہ کرم تھی کہ مرہم کا پھاہا
مرا زخم دل اب بھرا چاہتا ہے

بہت کچھ وہ بیباک اب ہو چلے ہین
تکلف کا پردہ اُٹھا چاہتا ہے

کیا قتل مجکو تو روپوش کیون ہو
کوئی تم سے کیا خون بہا چاہتا ہے

نہ کر ہم سے ناصح کسی کی برائی
ہمارا اگر تو بھلا چاہتا ہے

بتون کا رہے گا۔ یہی دور دورا
خدائی کو اپنی خدا چاہتا ہے

نہ آئے پئے فاتحہ وہ نہ آئے
نشانِ لحد بھی مٹا چاہتا ہے

وہ پہلو سے کیا اُٹھ گئے بیٹھے بیٹھے
کہ پھر درد دل مین اُٹھا چاہتا ہے

کوئی سینے دل کی تمنا تو دیکھے
حسینون سے چشم وفا چاہتا ہے

بر آئین حفیظ اور سب آرزوئین
اک ارمان دل مین رہا چاہتا ہے

[illegible] ہر مین نہایت ہی جو خوش حالون مین ہے
وہ بہت جکڑا ہوا دنیا کے جنجالون مین ہے

[illegible] تجھی کو ایک پایا بے نیاز
دوسرا وہ کون ہے جو فارغ البالون مین ہے

[illegible] ہو رہی ہے محو جس کو دیکھکر
کونسی ایسی لٹک تیرے متوالون مین ہے

[illegible] آنکھین ہین ای ساقی یہ ڈورے لال لال
بھر کے رکھی یا مئے گلرنگ ان پیالون مین ہے

[illegible] تشنگی کیا ساقی نے جس کا احترام
کون خوش تقدیر ایسا میکدہ والون مین ہے

ابر تو دیتا ہی ہی ترغیب مۓ اے میکشو
رحمت کہتے ہین جسے وہ بھی تو دالان مین ہے

جانشین ہونا ہی تھا آخر کسی کو اے حفیظ
ہین نہین تو ذکر میرا میکدے والون مین ہے

مضمحل جی ہے جگر کمزور ہے
اب ڈہایا تب یہ گھر کمزور ہے

سخت مشکل اب ہے اُٹھنا بیٹھنا
پاؤن کو لغزش کمر کمزور ہے

رشتۂ الفت کو اس سے جوڑتے
رشتۂ جان تو مگر کمزور ہے

کیا سند اس کی پڑہا بھی اُس نے خط
تیرا دعوے نامہ بر کمزور ہے

جھونکے صرصر کے ہین بارِ آشیان
اور پھر شاخ شجر کمزور ہے

باندہنا تلوار کا اچھا نہین
ہاتھ نازک ہے کمر کمزور ہے

آشیان تک اُڑکے جا سکتے نہین
شل ہین یہ بازو نہ پر کمزور ہے

ہو گیا دست اجل سے تار تار
رخت ہستی کس قدر کمزور ہے

اُس کے وعدے پر ہے اپنی زندگی
عہد جس کا بیشتر کمزور ہے

ٹوٹتی ہے فصل گل مین بار بار
اپنی توبہ کس قدر کمزور ہے

نالۂ دل توڑ دین ٹکرا کے سر
ایسا کیا بابِ اثر کمزور ہے

معتبر جس کے نہون راوی حفیظ
کیسی ہی ہو وہ خبر کمزور ہے

اے مہربان طریق سخاوت کچھ اور ہے
کچھ دیکے پوچھئے کہ ضرورت کچھ اور ہے

لکچر بہت سُنے ہین عروج و زوال پر
اے قوم مجکو تجھ سے شکایت کچھ اور ہے

کالج مین چھیڑ چھاڑ ہے مذہب کی اندنون
یارون سے پوچھئے کہ یہ حالت کچھ اور ہے

[illegible]

ہر وقت ایک فکر ہے نام و نمود کی
اس دھن میں لیڈروں کی بھی حالت کچھ اور ہے

آپس کی پھوٹ کا جو نتیجہ ہے کیا کہوں
قسمت میں مسلمون کی ہزیمت کچھ اور ہے

آئی بہار رنگ طبیعت کچھ اور ہے
توبہ کی خیر ہو مری نیت کچھ اور ہے

گھیرے ہے دل کو یاس گئیں بیقراریاں
اب لیجیے خبر مری حالت کچھ اور ہے

قانع ہوا جو نفس تو سب کچھ تھا اپنے پاس
اب یہ کھلا کہ فقر کی دولت کچھ اور ہے

کس نے چڑھائے پھول پڑھا کس نے فاتحہ
پہلے سے اب جو رونق تربت کچھ اور ہے

زندہ جو رہ گئے تو کسی سے ہے پوچھنا
کہئے تو امتحان محبت کچھ اور ہے

نرگس میں ہے ادا نہ گلوں میں ہے رنگ حسن
وہ آنکھ وہ غضب وہ صورت کچھ اور ہے

اک محویت سی دل کو کسی کی ہے یاد میں
طاعت کچھ اور ہے یہ عبادت کچھ اور ہے

مدت سے آرزو ہے کہ صبح شب وصال
یہ ہنس کے پوچھتا کوئی حسرت کچھ اور ہے

کرتا ہے فصل گل میں بھی توبہ کوئی حفیظؔ
سوچو تو اس سے بڑھ کے حماقت کچھ اور ہے

کھیتیاں سوکھ گئیں ہو گیا عنقا پانی
قحط کے زور سے یاروں کا ہے زہرا پانی

آب انگور میسر ہو کہ آب باران
چاہیے پینے کو برسات میں ہلکا پانی

غیر ممکن ہے کہ رحمت کو تری جوش نہ آئے
جب طلب تجھسے کرے خلق خدا یا پانی

جھوم کر برسیں ست اٹھیں پچھم سے
پینے والے پکارین کہ وہ آیا پانی

فلسفی اپنی دلیلوں کو بیان سب دین
تیری قدرت کا ہے اک کھیل تماشا پانی

بے تیرے حکم کے اک برگ نہیں ہل سکتا
ہم نہ مانیں گے کہ تابع ہے ہوا کا پانی

تمام شد

صحت نامہ دیوان دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۸	ہزار وپ	ہزار روپ	۳۸	۱۵	سلے تھے وہ	سلے سکتے جو وہ
۱۴	۷	باغیان	یا عنان	۳۹	۲	شادہین دشمن	شادہین دشمن
۱۵	〃	معافی	معانی	〃	۵	ایسلی یک فرمائش جدید	ایک فرمائش جدید
۱۶	۳	یہ بھی سنتا تھا	یہ بھی سنتا تھا	۴۰	۱۵	نگ ہین	دنگ ہین
〃	۱۳	اُرادیتے ہین	اُڑادیتے ہین	۴۱	۲	ذرا در دل	زرا درد دل
۱۷	۱۷	نیازمین بھی انداز	نیازمین بھی ہے انداز	〃	۵	کیون دردل	کیون درد دل
۱۸	۷	واسے بیدری	وائے بیدردی	۴۵	۱۶	نت نیا	نت نئے
۲۰	۱۷	مجھے غفلت مین رکھتی	مجھے غفلت مین رکھے	۵۰	۴	ہر قدم پر ہے شوخی	ہر قدم پر ہے یہی شوخی
۲۱	۱۶	نالہ کرین گی	نالہ کرے گی	۵۱	۴	لوٹ لے	لوٹ لے
۱۳	۵	آج ہی	آج بھی	۵۴	۴	اک رنگ پھر	اک ترنگ پر
۲۶	۴	ایک جھلک	اک جھلک	۵۵	۶	ز شر	ستر
۲۷	۱	ایک مجنون تو تھا تو	ایک مجنون تھا تو	۵۶	۱۶	فرش راہ مین	فرش راہ ہین
۲۸	۱۱	تنہاتے سے	تنہانے سے	۵۷	۱۳	پھوڑے مین بھی چھونا	پھوڑے مین چبھونا
〃	۱۳	لکھون کیا	کہون کیا	〃	۱۶	ستم پر وستم	ستم پرور ستم
۳۲	۴	کیون جان سے	کیون نہ جان سے	۵۹	۱۱	بس ضبط	بس اے ضبط
۳۵	۱	روسپاہ	روسیاہ	۶۰	۱۰	الگ سے	الگ ہے
۳۶	۵	اُٹھے کھنچے	اُلٹے کھنچے	۶۲	〃	راز نیاز ہم	راز و نیاز ہم
〃	۱۳	سرعرش پنچے	سرعرش پہونچے	۶۵	۵	درد دل سے	دور دل سے
۳۷	۴	اور تحقیق کی کیا	اور تحقیق کیا	〃	۷	بُرا کیا ہے	بُرا ہے کیا
〃	۶	مجھ سے	مجھ سے ہے	۶۷	۱۷	نکلتی ہین	نکلتی ہے
〃	۸	بھول تعریف	بھول سکے تعریف	۷۳	۲	دل گیا گیا ہے	دل آگیا ہے
〃	۱۶	اے صلی علی	اسے صل علی	۷۶	۶	جو ہین اُسکو	جو ہین کیا اُسکو